وسیلہ کی انواع و احکام

www.KitaboSunnat.com

تصنیف

محدث العصر امام محمد ناصر الدین البانی

ترجمہ

محمد خالد سیف

طارق اکیڈمی

پوسٹ بکس ۸۳۸ ○ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

وسیلہ کے انواع واحکام

تصنیف

علامہ محمد ناصر الدین البانی

ترجمہ

محمد خالد سیف

طارق اکیڈمی

پوسٹ بکس ۸۳۸ ○ فیصل آباد

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اوّل ——— رجب ۱۴۱۲ھ

04738

ناشر ——— اعجاز مصطفیٰ چوہدری

اہتمام ——— محمد سرور طارق

کتابت ——— محمد عاشق حسین ہاشمی جنیوٹ

طباعت ——— ایڈمرل پرنٹنگ پریس

قیمت ——— ۶۰/- روپے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

مرضِ متہ جم	۵	اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ساتھ وسیلہ	۳۹
مُقدّمہ	۹	کسی عملِ صالح کے ذریعہ وسیلہ	۴۴
وسیلہ اور اس کے انواع واحکام	۱۱	نیک آدمی کی دُعا کا وسیلہ	۵۲
پہلی فصل:	۱۴	**چوتھی فصل:**	۷۰
وسیلہ لُغت اور قرآن کی روشنی میں	//	اعتراضات اور اُن کے جوابات	//
وسیلہ کے معنی لُغتِ عرب میں	//	ایک اعتراض اور اُس کا جواب	//
وسیلہ کے معنی از روئے قرآن	۱۶	دُوسرا اعتراض ـــــ حدیثِ ضریر	۹۱
صرف اعمالِ صالحہ ہی تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں	۱۹	ایک وہم کا ازالہ	۱۰۳
عملِ صالح کیا ہوتا ہے؟	۲۰	تیسرا اعتراض ـــــ وسیلہ کے بارے میں ضعیف احادیث	۱۲۳
دُوسری فصل:	۲۲	پہلی حدیث	//
تکوینی اور شرعی وسائل	//	دُوسری حدیث	۱۲۹
وسائل کی صحت اور مشروعیت کیسے معلوم ہو؟	۲۹	تیسری حدیث	۱۳۱
		چوتھی حدیث	۱۳۲
تیسری فصل:	۳۸	پانچویں حدیث	۱۳۴
شرعی وسیلہ اور اُس کی اقسام	//	چھٹی حدیث	۱۳۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے ۱۴۶

ساتویں حدیث ۱۴۹

دو ضعیف اثر ۱۵۲

وسیلہ اور طلبِ دُعا میں فرق ہے ۱۵۶

غیر اللہ سے فریاد رسی ۱۵۹

یا شیخ عبد القادر الجیلانی شیئاً للہ ۱۶۰

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر روشنان ۱۶۲

سُننِ دارمی کی حیثیت ۱۶۶

سُننِ اربعہ ״

چوتھا اعتراض ـــــ خالق کا مخلوق پر قیاس ۱۶۷

پانچواں اعتراض ـــــ کیا یہ وسیلہ جائز بھی نہیں؟ ۱۷۲

چھٹا اعتراض ـــــ توسّل ذات اور توسّلِ عملِ صالح ۱۷۴

ساتواں اعتراض ـــــ ذاتِ نبی کے ساتھ توسل کا آثارِ نبی کے ساتھ تبرک پر قیاس ۱۷۵

بوطی کا تبرک اور توسّل کو ایک سمجھنا ۱۷۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کا وسیلہ ۱۸۴

ایک بہت بڑا بہتان ۱۸۷

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اس لیے کہ آپ افضل الخلائق ہیں؟ ۱۸۹

لفظِ استشفاع کے لُغوی معنی ۱۹۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مترجم

اللہ ربّ ذوالجلال والاکرام کو اپنے بندوں کی یہ ادا سب سے زیادہ محبوب ہے کہ وہ اس کی توحید کے قائل ہوں، اسی طرح اسے اپنے بندوں کی یہ روش سب سے زیادہ مبغوض ہے کہ وہ اُس کے درِ اقدس کو چھوڑ کر غیروں کے سامنے اپنی جبینوں کو جھکائیں اور اُنہیں اُس کی ذات وصفات میں شریک بنائیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک اس قدر کبیرہ اور قابلِ نفرت گناہ ہے کہ وہ اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے تمام گناہ معاف فرما دے گا، مگر وہ شرک کو ہرگز ہرگز معاف نہیں فرمائے گا اور نہ نظرِ رحمت سے مشرک کی طرف دیکھے گا۔ مگر صد افسوس! آج بھی بہت سے مسلمان طرح طرح کے شرکیہ اعمال میں مبتلا ہیں اور انہوں نے بہت سی ہستیوں، شخصیتوں اور کئی دیگر اشیاء کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے اور جب اس طرف ان کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے، تو جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو بہت گناہگار ہیں، ہماری اللہ تعالیٰ کے دربار تک رسائی کہاں، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچے ہوئے بزرگ ہیں، لہٰذا ہم انہیں خوش کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا وسیلہ بناتے ہیں تاکہ یہ ہماری مشکلات کو دُور کر دیں یا ہماری بات اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیں ــــ اسی قسم کے لوگوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝

(بنی اسرائیل - ۵۶ - ۵۷)

ان سے کہو پکار دیکھو ان معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو، وہ کسی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں، جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون ان سے قریب تر ہو جائے اور وہ اُس کی رحمت کے اُمیدوار اور اُس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔

ان آیاتِ مُبارکہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہی شرک نہیں کہلاتا، بلکہ اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی سے دُعا مانگنا یا اُسے اپنی مدد کے لیے پکارنا بھی شرک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کچھ اختیار حاصل نہیں ہے، نہ کوئی دُوسرا کسی مصیبت کو ٹال سکتا یا کسی کی بُری حالت کو اچھی حالت سے بدل دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ قرآن مجید اس مقام پر ببانگِ دُہل یہ اعلان کر رہا ہے کہ انبیاء یا اولیاء، فرشتے ہوں یا شہداء، یا کوئی بھی اور ہستی یا شخصیت، کسی کی بھی یہ طاقت نہیں کہ تمہاری دُعاؤں کو سُنے اور تمہاری فریاد رسی کرے۔ تم حاجت روائی کے لیے اُن کو وسیلہ بنا رہے ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اُس کے عذاب سے لرزاں ہیں اور اُس کا زیادہ سے زیادہ تقرب حاصل کرنے کے وسائل کی جُستجو میں ہیں۔

مشرک لوگ اپنے موقف کی تائید و حمایت میں یہ دلیل بھی دیا کرتے ہیں کہ جب ملک کے صدر یا بادشاہ تک پہنچنا ہو تو کیا درباریوں کو وسیلہ نہیں بنایا جاتا، مگر یہ بالکل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی بات ہے جو مشرکینِ عرب کہا کرتے تھے،

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ (الزمر : ۳)	اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کے قریب کر دیں۔

اور کبھی یوں کہتے،

هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ۔ (یونس : ۱۸)	یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔

یہ سچ ہے دنیا بھر کے مُشرک ہمیشہ یہی کہتے آئے ہیں کہ ہم دوسری ہستیوں کی عبادت انہیں خالق و مالک سمجھتے ہوئے نہیں کرتے، خالق و مالک تو ہم اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہیں مگر چونکہ اس کی بارگاہ بہت اُونچی ہے، بھلا وہاں تک ہمیں کیسے رسائی حاصل ہو سکتی ہے، اس لیے ہم ان بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہیں تاکہ یہ ہمارے سفارشی بن جائیں اور ہماری دُعائیں، التجائیں اور فریادیں اس دربارِ عالی تک پہنچا دیں!

کاش! انہیں معلوم ہو کہ اللہ ربّ ذوالجلال کی ذاتِ قدوسی صفات جو وحدہٗ لاشریک ہے اور شانِ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ سے اتصاف پذیر ہے، کا معاملہ دُنیا کے بادشاہوں سے بہت مختلف ہے۔ دُنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں کو تو سائل کے حالات و ضروریات کا علم ہی نہیں ہوتا، جب کہ وہ علیم بذات الصدور اپنے بندوں کی دلوں کی دھڑکنوں تک سے آگاہ ہے، اس لیے اس نے اس بات سے بھی منع فرما دیا ہے کہ اس کے لیے اس طرح کی غلط مثال اور تشبیہ بیان کی جائے اور پھر اس خالقِ ارض و سما کی تو یہ شان ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، جب کہ غیر اللہ کو پکارنے والوں کی کچھ خبر ہی نہیں ہوتی، اسے آگے پہنچانا اور سفارش کرنا تو بڑی دُور کی بات ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے محدث العصر امام محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ تعالیٰ کو کہ انہوں نے اپنے مخصوص فاضلانہ، محققانہ بلکہ محدثانہ انداز میں ۱۳۹۲ھ کے موسم گرما میں مسلمانوں کے ایک جمِ غفیر کے سامنے اپنے گھر بیرموک، دمشق میں مسئلہ وسیلہ کے موضوع پر دو لیکچرز ارشاد فرمائے تھے، جن میں وسیلہ کے شرک کی بھرپور تردید اور مذمت بیان فرمائی۔ کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں بہت خوبصورت طریقے سے وسیلہ کے لغوی وشرعی مفہوم کی تشریح وتوضیح فرمائی اور مخالفین کے اعتراضات اور شکوک و شبہات کے نہایت مسکت جواب دیئے تھے۔ آپ کے انہی لیکچرز کو آپ کے ایک شاگردِ رشید جناب محمد العید العباسی نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے مرتب کیا اور پھر "التوسل انواعه واحكامه" کے نام سے نہایت سلیقہ سے زیورِ طباعت سے آراستہ فرمایا اور بہت ہی قلیل مدت میں اس کتاب کے کئی ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں۔

اس موضوع پر اگرچہ عربی زبان میں اور بھی کئی بلند پایہ کتب موجود ہیں، مگر اسلوبِ نگارش کی شگفتگی، دلائل کی فراوانی اور پھر اختصار مگر جامعیت کی جن خوبیوں سے محدث البانی کی یہ کتاب آراستہ ہے۔ یہ صرف اسی کا حصہ ہیں ـــــ ہم ـــــ "وسیلہ کے انواع واحکام" ـــــ کے زیرِ عنوان اپنے قارئین کرام کی خدمت میں اس کے اُردو ترجمہ کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے مسرت محسوس کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توحید کی نعمتوں اور برکتوں سے سرفراز فرمائے کہ اپنے بندوں کی یہ ادا اسے سب سے زیادہ پسند ہے اور شرک کی آلودگیوں سے ہمیں بچائے کہ یہ روش اسے سب سے زیادہ ناپسند ہے!

اسلام آباد
۲۶ اپریل ۱۹۸۹ء

محمد خالد سیف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیآء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن اتبع ھداہ الی یوم الدین!

یہ رسالہ جسے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، دراصل اُستاذِ محترم جناب علامہ محمد ناصر الدین البانی کے ان دو لیکچروں پر مشتمل ہے جو آپ نے ۱۳۹۲ھ کے موسم گرما میں مسلمان نوجوانوں کے ایک جم غفیر کے سامنے اپنے گھر یرموک، دمشق میں ارشاد فرمائے تھے۔ آپ نے اپنے دونوں لیکچروں میں مسئلہ وسیلہ کو موضوعِ سخن بنایا اور اس کے تمام پہلوؤں پر خوب روشنی ڈالی ہے، حقیقت یہ ہے کہ علمی گہرائی، وسعتِ نظر اور مسائل میں تحقیق وتدقیق کے اعتبار سے اس دور میں آپ کی مثال ملنا مشکل ہے تمام سامعین اس نفیس بحث کو سُن کر بہت خوش ہوئے، کیونکہ ان کا خالص علمی انداز تھا اور نہایت وزنی دلائل تھے، لہٰذا حاضرین نے ان نتائج سے اتفاق کیا جو آپ نے بحث سے اخذ کیے اور اس رائے کو تسلیم کر لیا جو آپ نے پیش فرمائی، کیونکہ یہ صرف آپ کی رائے ہی نہیں، بلکہ متقدمین اور مجتہدین ائمہ کرام کی بھی یہی رائے ہے۔

ہم نے محسوس کیا کہ اگر ان لیکچروں کو کتابی صورت میں طبع کر کے مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا جائے، تو یہ ایک نہایت مفید پیشکش ہوگی اور اس کے مطالعہ سے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد سکون محسوس کرے گی، جو اس اہم موضوع کے بارے میں بے پناہ اضطراب کا شکار ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آسانی کی یہ سبیل پیدا فرما دی تھی کہ کچھ بھائیوں نے ان دونوں لیکچروں کو ٹیپ ریکارڈرز کے ذریعہ ریکارڈ کر لیا تھا اور پھر بعد میں دینی غیرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنے والے اور علم نواز ایک دوست نے ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے انہیں نہایت خوبصورت اور جلی خط میں منتقل کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔

میں نے اس دوست کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مسوّدہ کا جائزہ لیا اور اشاعت کے قابل بنانے کے لیے کچھ تنقیح و تہذیب کی، بعض مناسب فوائد کا اضافہ کیا۔ آیات و احادیث مبارکہ کی تخریج کی اور پھر حسنِ اتفاق یہ کہ اُستاذِ گرامی جناب علامہ البانی کو اسی موضوع پر التوسل و احادیثہ کے نام سے آج سے بیس سال قبل کا لکھا ہوا ایک اور مسوّدہ بھی مل گیا جو کہ ان کے ایک مشہور سلسلہ تسدید الاصابۃ الی من ذم نصرۃ الخلفاء الراشدین و الصحابۃ کی ایک کڑی تھا۔ آپ نے اپنے اس سلسلہ میں ان بدعتیوں کی تردید فرمائی ہے، جنہوں نے اپنے متعدد رسائل میں سلفی دعوت کی مخالفت کی۔ اس دعوت پر بہتان لگائے اور ایسی بے سروپا باتیں کیں، جن کا علم و اخلاص کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں، چنانچہ استادِ محترم نے میرے شوق کو دیکھ کر وہ رسالہ مجھے عنایت فرما دیا۔ میں نے جب اس رسالہ کا مطالعہ کیا تو اسے نہایت مفید پایا، اس میں کچھ ایسے نفع بخش نکات بھی تھے جو ان دو لیکچروں میں بیان نہیں ہو سکے تھے لہٰذا اس رسالے کے اہم حصوں کو بھی میں نے لیکچروں میں ضم کر دیا اور ان امور کو حذف کر دیا جن کی اب کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ پھر میں نے اسے بالکل ایک نئی شکل و صورت کے ساتھ مرتب کر کے فاضل مؤلف کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے بھی اس کی مزید تہذیب و تنقیح فرمائی، جس سے اس کی توضیح، تحسین اور افادیت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ رسالہ اگرچہ مختصر سا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے موضوع پر جامع مانع ہے۔ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے مجھے پوری پوری اُمید ہے کہ وہ اسے خیرِ کثیر اور نفعِ عظیم پر مشتمل پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ اس کتاب کے مؤلف اور ناشر کو ثوابِ جزیل اور اجرِ کبیر سے سرفراز فرمائیں۔ والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات، وھو حسبنا ونعم الوکیل۔ محمد عید العباسی

دمشق، ۲۷ ربیع الاوّل ۱۳۹۵ھ / بمطابق ۹ اپریل ۱۹۷۵ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسیلہ اور اس کے انواع واحکام

ان الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضلل فلا ھادی لہٗ واشھد ان لا الٰہ الا اللہُ وحدہ لا شریک لہٗ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہٗ "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ o یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا o" "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا o یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا o" اَمّا بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔

مسئلہ وسیلہ کے متعلق لوگوں میں شدید اضطراب واختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ اسے حلال سمجھتے ہیں اور کچھ حرام، بعض غلو سے کام لیتے ہیں اور بعض تساہل کا شکار ہیں۔ اکثر مسلمان صدیوں سے اس قسم کی دعائیں مانگتے نظر آتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- "اے اللہ! میں تجھے تیرے نبی کے حق، جاہ اور قدر و منزلت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے عافیت دے اور میرے گناہ معاف کر دے۔"
- "اے اللہ! میں بیت الحرام کے حق کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے گناہ معاف کر دے۔"
- "اے اللہ! میں اولیاء و صالحین کے جاہ کے وسیلہ سے . . . ."
- اے اللہ! ان رجال کی کرامت کا واسطہ دے کر جو تیرے پاس ہیں، اُن کے جاہ کا واسطہ دے کر، ہم جن کے سامنے ہیں اور جن کی مدد کے محتاج ہیں[1] تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہماری اور پریشان حال لوگوں کی مشکلات کو دُور فرما دے۔"
- "اے اللہ! ہم نے تیرے سامنے عاجزی و لاچاری سے ہاتھ پھیلا دیئے ہیں اور صاحبِ وسیلہ و شفاعت کا وسیلہ دے کر تجھ سے دُعا کرتے ہیں کہ اسلام کی مدد فرما . . . . . ." الخ

عامۃ المسلمین اس قسم کی دُعاؤں کا نام وسیلہ رکھتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ شرعی طور پر جائز ہے کیونکہ بعض آیات و احادیث اس کی مشروعیت پر دلالت کناں ہیں، مشروعیت ہی نہیں بلکہ ان آیات و احادیث سے اس کا حکم ملتا ہے۔ بعض حضرات نے تو اس وسیلہ کے جواز میں یہاں تک غلو کیا ہے کہ انہوں نے مخلوقات میں سے نہایت معمولی قسم کی چیزوں جن کی کوئی رفعتِ شان یا قدر و منزلت نہیں، کا وسیلہ بھی جائز ٹھہرایا ہے، مثلاً اولیاء کی قبریں، قبروں پر لٹکتا ہوا لوہا، قبروں کی مٹی، پتھر اور قبروں کے قرب و جوار کے درخت وغیرہ، کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو چیز کسی عظیم کے ساتھ مل جائے

---

[1] یہ اعتقاد رکھنا کہ مُردے کسی زندہ انسان کی کوئی مدد کر سکتے ہیں، انتہائی باطل ہے اور غیر اللہ سے فریاد رسی کے مترادف! بلکہ یہ تو شرک اکبر کی ایک قسم ہے۔ والعیاذ باللہ!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بھی عظیم بن جاتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اگر کسی صاحبِ قبر کو عزت و اکرام بخشا ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قبر بھی لائقِ تعظیم و تکریم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس قبر کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرنا جائز ہوتا ہے، بلکہ بعض متأخرین نے غیر اللہ سے فریاد رسی کو بھی جائز قرار دیا ہے اور نام اس کا وسیلہ رکھ دیا ہے، حالانکہ یہ تو خالص شرک ہے جو عقیدۂ توحید کی بنیاد ہی کے منافی ہے ـــــ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وسیلہ کیا ہے، اس کے انواع و اقسام کیا ہیں؟ ان آیات و احادیث کے کیا معنی ہیں جن میں یہ لفظ وارد ہوا ہے؟ اور دینِ اسلام میں اس کا صحیح حکم کیا ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی فصل

وسیلہ لغت اور قرآن کی روشنی میں

وسیلہ کے معنی لغتِ عرب میں

اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالنے سے قبل میں آپ کی توجہ ایک بہت بڑے سبب کی طرف مبذول کراتا ہوں جس کے باعث بہت سے لوگ وسیلہ کے مسئلہ میں سوءِ فہم کا شکار ہوئے اور اس لفظ کو انہوں نے اتنی وسعت دے دی اور وہ سب کچھ اس میں داخل کر دیا، جس کا اس کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہ تھا اور وہ سبب یہ ہے کہ یہ لوگ اس کے لُغوی معنی ہی سے واقف نہیں ہیں اور اس لفظ کی اصلی دلالت ہی سے ناآشنا ہیں۔ "التوسل" خالص عربی لفظ ہے۔ قرآن وسنّت اور کلامِ عرب کی دونوں صورتوں یعنی نظم ونثر میں بھی وارد ہوا ہے اور اس کے معنی، مطلوب تک تقرّب حاصل کرنے کے ہیں اور اس تک رغبت کے ساتھ پہنچنے کے۔ ابن اثیر "النہایۃ" میں لکھتے ہیں کہ "الواسل" کے معنی راغب کے ہیں اور "الوسیلہ" کے معنی قربت اور واسطہ کے ہیں، یعنی وہ چیز جس کے ساتھ کسی دوسری چیز تک پہنچا یا تقرّب حاصل کیا جائے، اس کی جمع "وسائل" ہے۔"

علامہ فیروز آبادی "القاموس" میں لکھتے ہیں:

"وسل الی اللہ تعالیٰ توسیلا" کے معنی یہ ہیں کہ اس نے ایسا عمل کیا ہے، جس کے باعث اللہ کے ہاں تقرّب حاصل کیا ہے وسّل اور توسّل کے معنی ایک ہی ہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابنِ فارس "معجم المقاییس" میں لکھتے ہیں ،

"الوسیلہ" کے معنی رغبت اور طلب کے ہیں "وسل" کے معنی "رغب" اور "الواسل" کے معنی الرّاغب الی اللہ عزوجل کے ہیں ۔ لبید کا شعر ہے ؎

ارٰی الناس لایدرون ما قدر امرھم
بلیٰ کل ذی دین الی اللہ واسلٗ

(میں دیکھتا ہوں کہ لوگ اپنے امور کی قدر و منزلت سے آشنا نہیں ہیں ، بلکہ ہر دین والا شخص اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والا ہے)

امام راغب اصفہانیؒ "المفردات" میں لکھتے ہیں :

"الوسیلہ کے معنی کسی چیز تک رغبت کے ساتھ پہنچنے کے ہیں ۔ یہ "الوصیلہ" کی نسبت خاص ہے، کیونکہ رغبت کے معنی کو بھی متضمن ہے ۔ قرآن مجید میں ہے : وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اور اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ علم و عبادات اور اخلاق و آدابِ شریعت کی پابندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلا جائے ۔ وسیلہ کے معنی قربت کے بھی ہیں اور "الواسل" کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنیوالا"

علامہ ابن جریرؒ نے بھی یہ معنی نقل کیے ہیں اور بطورِ استشہاد شاعر کا یہ شعر بھی پیش کیا ہے ؎

اذا غفل الواشون عدنا لوصلنا
وعاد التصافی بیننا والوسائل

(جب غیبت کرنے والے غافل ہو جاتے ہیں تو ہم اپنے وصال کی طرف لوٹ آتے ہیں ، اسی طرح خلوص و محبت ، رغبتیں اور چاہتیں بھی لوٹ آتی ہیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسیلہ کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ ہیں بادشاہ کے ہاں قدر، منزلت، درجہ اور قرابت کے، جیساکہ حدیث شریف میں جنت کے سب سے اعلیٰ درجہ کے لیے بھی یہ نام وارد ہوا ہے۔ چنانچہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول، ثم صلوا علیّ فان من صلّی علیّ صلاۃ صلی اللہ علیہ بھا عشرًا ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانھا منزلۃ فی الجنۃ لا تنبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجو أن اکون أنا ھو، فمن سأل لی الوسیلۃ حلّت لہ الشفاعۃ [1]	جب تم مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنو تو اسی طرح کہو، جیسے وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا۔ پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کا سوال کرو ــــ ــــ یہ جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے اُمید ہے کہ وہ میں ہی ہوں جو شخص میرے لیے وسیلہ کا سوال کرے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی

یہ تو واضح ہے کہ وسیلہ کے ان آخری دو معنوں کا اس کے اصلی معنیٰ کے ساتھ ربط تعلق تو ہے، لیکن ان دو معنوں سے بحث اس وقت مقصود نہیں ہے۔

وسیلہ کے معنی از روئے قرآن

وسیلہ کے جو معانی بیان کیے گئے ہیں لغوی اعتبار سے یہ مشہور و معروف ہیں کسی نے بھی اس سلسلہ میں اختلاف نہیں کیا۔ سلف صالح اور ائمہ تفسیر نے انہی معانی کے مطابق، ان دو آیتوں کی تفسیر کی ہے، جن میں وسیلہ کا لفظ وارد ہوا ہے اور وہ آیات

---

[1] اسے مسلم اور اصحاب سنن نے روایت کیا ہے، اس کی مکمل تخریج میری کتاب ارواء الغلیل میں ص ۲۴۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسب ذیل ہیں:

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝[1]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اُس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو اور اس کے رستے میں جہاد کرو تاکہ رستگاری پاؤ۔

(۲) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝[2]

یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا) پکارتے ہیں، وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (اللہ کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں، بے شک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

پہلی آیت کی تفسیر میں امام المفسرین حافظ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں:

"اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کر دی ہے، ان خبروں کے بارے میں بھی جو انہوں نے دی ہیں اور ثواب و عقاب کے بارہ میں بھی! اللہ سے ڈرجاؤ! یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں حکم دیا ہے یا جس بات سے منع فرمایا ہے، اس کے مطابق عمل پیرا ہو کر اس کی اطاعت کرو اور اس کی رضا کے مطابق عمل کر کے اس کا تقرب حاصل کرو۔"

حافظ ابن کثیر نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے کہ وسیلہ کے معنی تقرب ہیں۔ مجاہد، ابو وائل، حسن، عبداللہ بن کثیر، سدی، ابن زید اور کئی دیگر حضرات سے بھی یہی منقول ہیں۔

---

[1] سورۃ المائدہ ۳۵ [2] سورۃ الاسراء ۵۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ "اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اُس کی رضا کے مطابق عمل کرکے اس کا تقرب حاصل کرو۔" یہ بیان کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ جو ان ائمہ کرام نے فرمایا ہے، مفسرین کا اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور وسیلہ وہ ہوتا ہے، جس کے ساتھ مقصود تک پہنچا جا سکے۔"[1]

دوسری آیتِ مبارکہ کے سلسلہ میں جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو شانِ نزول بیان فرمایا ہے، اس سے اس آیتِ کریمہ کے معنی کی وضاحت ہوتی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"یہ آیتِ کریمہ عرب کے ان لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی جو جنوں کی پرستش کرتے تھے، جن تو مسلمان ہوگئے، لیکن ان انسانوں کو پتہ ہی نہ چلا، جو ان کی پوجا کرتے تھے۔"[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"انسان، جنوں کے مسلمان ہونے کے بعد بھی جنوں ہی کی پوجا کرتے رہے، لیکن جن چونکہ مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے، اس لیے وہ یہ پسند نہ کرتے تھے، بلکہ وہ تو تقربِ الٰہی کا ذریعہ تلاش کرتے رہتے تھے اور اس آیت کی تفسیر میں یہی قول سب سے زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔"[3]

میں کہتا ہوں کہ ان اقوال سے یہ صراحت ہوگئی کہ وسیلہ سے مراد وہ ہے جس کے ساتھ تقربِ الٰہی تلاش کیا جائے، اسی لیے فرمایا ہے: یَبْتَغُوْنَ یعنی اعمالِ صالحہ سے تقربِ الٰہی

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۵۲، ۵۳ [2] مسلم مع شرح النووی ۸/ ۲۴۵، صحیح بخاری مع الفتح ۸/ ۳۲۰-۳۲۱، صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جب جن مسلمان ہوتے، تو ان کی پوجا کرنے والے انسان بھی مسلمان ہوگئے

[3] فتح الباری ۱۰/ ۱۲، ۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلاش کرتے رہتے ہیں، اسی طرح یہ آیت اس بات کی بھی مخالفت کرتی ہے کہ بعض لوگ اللہ کے بعض بندوں کی عبادت کریں، انہیں پکاریں، ان سے خوف کریں، امید بھی رکھیں، کیونکہ یہ لوگ (معبودان) تو اپنے اسلام کا اعلان کر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا اقرار کر رہے ہیں ان اعمالِ صالحہ کی بدولت تقربِ الٰہی ڈھونڈتے رہتے ہیں، جو اللہ کو پسند ہیں۔ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں، اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان جاہلوں کو بیوقوف قرار دیا ہے جو جنوں کی پوجا کرتے ہیں، حالانکہ جن تو اللہ کی مخلوق ہیں اور وہ اسی کی عبادت کرتے ہیں، انہی کی طرح کمزور ہیں، اپنے نفسوں کے نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں، اللہ تعالیٰ اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں کہ یہ انسان اللہ تبارک و تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے آستانۂ اقدس ہی پر اپنی جبینوں کو کیوں نہیں جھکاتے، کیونکہ صرف اور صرف وہی نفع و نقصان کا مالک ہے، صرف اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی تقدیر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر اور غالب ہے۔

صرف اعمالِ صالحہ ہی تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں

عجیب بات یہ کہ بعض مدعیانِ علم نے مذکورہ آیتوں سے یہ استدلال کیا ہے کہ انبیاء کرام کی ذات، حق، حرمت اور جاہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنا درست ہے۔ یہ استدلال سراسر غلط ہے اور مذکورہ آیتوں سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ شرعی طور پر تو یہی ثابت نہیں کہ یہ وسیلہ مشروع و مرغوب ہو، یہی وجہ ہے کہ سلفِ صالح میں سے کسی سے بھی یہ استدلال منقول نہیں ہے۔ سلف صالح نے مذکورہ وسیلہ کو پسند ہی نہیں کیا، بلکہ مذکورہ دو آیتوں سے سلف نے جو مفہوم اخذ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم ہر رغبت، ہر قربت، اور اس کی رضا کی ہر راہ کو اختیار کر کے اس کا تقرب حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے بہت سی دوسری نصوص میں بھی ہمیں یہ تعلیم فرمائی ہے کہ ہم جب بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقربِ الٰہی تلاش کرنا چاہیں، تو ہمیں ایسے اعمالِ صالحہ سرانجام دینا چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشا کے مطابق ہوں اور ان اعمال کو اس نے ہمارے سپرد ہی نہیں کیا اور نہ ہماری عقل اور ذوق پر موقوف رکھا ہے، کیونکہ اگر ایسے ہوتا، تو پھر اعمال کی تحدید میں اختلاف ہوتا، کیونکہ عقلیں مختلف ہیں اور ذوق الگ الگ! بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ معلوم کرنے کے لیے کہ اعمالِ صالحہ ہیں کیا؟ یہ حکم دیا ہے کہ اسی کی طرف رجوع کریں، اسی کے ارشادات و تعلیمات کا اتباع کریں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہی جانتے ہیں کہ ان کی رضا کے اعمال کیا ہیں؟ لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم ان اسباب و ذرائع کی معرفت حاصل کریں، جن کے باعث اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے، یعنی ہمیں ہر معاملہ و مسئلہ میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں اسی بات کی وصیت فرمائی ہے:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنۃ رسولہ۔ [1]	میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہیں (۱) کتاب اللہ اور (۲) سنتِ رسول

عملِ صالح کیا ہوتا ہے؟

کتاب و سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ صالح اور مقبول عمل ہی تقربِ الٰہی کا باعث بنتا ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ عملِ صالح کون سا عمل ہے؟ عمل صالح وہ عمل ہے، جس کی عمارت درج ذیل دو عظیم الشان بنیادوں پر استوار ہو:

اوّل: یہ کہ عمل سے مقصود محض رضائے الٰہی ہو۔

---

[1] امام مالک نے اسے مرسل روایت کیا ہے، حاکم نے اسے ابن عباس کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اس کی سند حسن ہے، حدیثِ جابر اس کی شاہد ہے، میں نے اس کی تخریج "سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ" میں کی ہے، ملاحظہ فرمائیے سلسلہ نمبر ۱۷۶۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوم: عمل اللہ کی شریعت، یعنی کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ کے مطابق ہو۔

جس عمل میں یہ دو مذکورہ شرطیں نہ پائی جائیں، وہ صالح ہے اور نہ مقبول، اس کی دلیل درج ذیل ارشاد ربانی ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا[1]

جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے چاہیے کہ عمل نیک کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حکم یہ دیا ہے کہ عمل نیک یعنی سنّت کے مطابق ہونا چاہیے اور عمل سے مقصود صرف اور صرف رضائے الٰہی ہونا چاہیے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

"یہ دو عمل مقبول کے رُکن ہیں، یعنی (۱) یہ کہ خالصتاً اللہ کی رضا کی خاطر سرانجام دیا گیا ہو اور (۲) یہ کہ شریعتِ رسول کے مطابق عمل درست بھی ہو۔"

قاضی عیاض سے بھی یہ بات اسی طرح منقول ہے۔

---

[1] سورۃ الکہف ۱۱۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دُوسری فصل

تکوینی اور شرعی وسائل

جب ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ وسیلہ اس سبب کو کہتے ہیں جو مطلوب تک پہنچائے، تو اب یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ وسیلہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) وسیلۂ تکوینی (۲) وسیلہ شرعی۔

تکوینی وسیلہ ہر وہ طبعی سبب ہے جو اپنی اس خلقت و فطرت کے اعتبار سے جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا ہے، مقصود تک پہنچا دے، وسیلہ کی یہ قسم کسی تفریق کے بغیر مومن و کافر کے مابین مشترک ہے، مثلاً پانی انسان کو سیراب کرنے کا وسیلہ ہے، کھانا سیر کرنے، لباس گرمی، سردی سے بچانے اور سواری ایک جگہ سے دوسری جگہ تک منتقل کرنے کا وسیلہ ہے۔

شرعی وسیلہ سے مراد ہر وہ سبب ہے، جو اس طریقے کے مطابق منزلِ مقصود تک پہنچائے، جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے اور اپنی کتاب یا اپنے نبی کی سنت میں بیان فرمایا ہے، یہ صرف مومن کے ساتھ ہی خاص ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ اس کی مثالوں میں اخلاص کے ساتھ شہادتین کا اقرار ہے اور یہ سمجھنا کہ یہ اقرار دخولِ جنت اور جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے، اسی طرح بُرائی کرنے کے بعد نیک کام کرنا بُرائی کو مٹا دینے کا وسیلہ ہے۔ اذان کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دُعا پڑھنا، آپ کی شفاعت کے حصول کا وسیلہ ہے اور اسی طرح صلہ رحمی درازیٔ عمر اور وسعتِ رزق کا وسیلہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان امور اور مثالوں کے بارہ میں ہم جانتے ہیں کہ ایسے وسائل ہیں، جن کے متعلق ہمیں صرف شریعت سے معلوم ہوا ہے کہ یہ مطلوب منازل و مقاصد تک پہنچاتے ہیں۔ یہ بات نہ کسی علم سے معلوم ہو سکتی ہے، نہ تجربہ سے اور نہ حواس سے، بلکہ صرف اور صرف شریعت سے معلوم ہو سکتی ہے یعنی ہمیں یہ صرف حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درج ذیل ارشادِ گرامی سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی، درازئ عمر اور کشادگیٔ رزق کا باعث ہے۔

من احب أن يبسط له في رزقه و ان ينسأ له في اثره فليصل رحمه [1]	جو اپنے رزق میں کشائش اور اپنی عمر میں ترقی چاہتا ہو، وہ صلہ رحمی کرے۔

اسی طرح دوسری مثالوں پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ ان کا مأخذ صرف اور صرف شریعت ہے۔

بہت سے لوگ وسائل کی ان دو قسموں کے سمجھنے میں زبردست غلطی کر بیٹھتے ہیں، بدترین اوہام کا شکار ہو جاتے ہیں، کبھی تو تکوینی سبب کے بارے میں ہی یہ تصور کر بیٹھتے ہیں کہ وہ متعین مقصد تک پہنچا سکتا ہے، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے اور کبھی یہ حضرات یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شرعی سبب، متعین شرعی مقصد تک پہنچا دے گا، حالانکہ حق وہ ہوتا ہی نہیں، جس کا انہوں نے اعتقاد کر لیا ہوتا ہے۔ اب ہم مزید وضاحت کے لیے ایک ایسی مثال پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہو گا کہ کچھ وسائل بیک وقت شرعی اعتبار سے بھی باطل ہوتے ہیں اور تکوینی اعتبار سے بھی ——— دمشق کے شارعِ نصر پر گزرنے والے اکثر لوگوں نے دیکھا ہو گا کہ وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوتے ہیں، جنہوں نے اپنے سامنے چھوٹے چھوٹے میز رکھے ہوتے ہیں۔ ان میزوں پر ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے جو بڑے

---

[1] اسے بخاری و مسلم کے علاوہ اور بھی کئی محدثین نے روایت کیا ہے، مکمل تخریج کے لیے میری کتاب "صحیح ابوداؤد" ۱۴۸۶ ملاحظہ فرمائیے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوہے کے مشابہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی انہوں نے کچھ لفافے رکھے ہوتے ہیں، جن میں لوگوں کی قسمتیں اور تقدیریں لکھی ہوتی ہیں، جنہیں انہوں نے یا بعض لوگوں نے اپنی جہالت اور خواہشات کے مطابق لکھ دیا ہوتا ہے۔ جب کوئی دو دوست یہاں سے گزرتے ہیں، تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں، آؤ ذرا ہم بھی اپنی قسمت دیکھیں، وہ اس آدمی کے سامنے چند سکے پھینک دیتے ہیں، وہ آدمی اس جانور کو مجبور کرتا ہے اور وہ ان لفافوں میں سے ایک پکڑ کر ان کے سامنے پھینک دیتا ہے۔ یہ آدمی کہتا ہے لو پڑھو! ان میں سے ایک پڑھتا ہے اور اپنی فرضی قسمت ملاحظہ کرتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے اس انسان کا مبلغ عقل جس نے ایک حیوان کو وہ امور معلوم کرنے کے لیے اپنا راہنما بنا لیا ہے جو اس سے مخفی ہیں، یعنی اپنی پوشیدہ تقدیر اور مخفی قسمت کا حال حیوانوں سے پوچھ رہا ہے!

اگر یہ انسان واقعی یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ جانور غیب جانتا ہے، تو پھر بلاشک یہ جانور اس سے افضل ہوا۔ اور اگر یہ اعتقاد نہیں رکھتا، تو پھر اس کا یہ فعل عبث، فضول اور وقت اور مال کے ضیاع کا باعث ہے، لہٰذا عقلمند لوگوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اسی طرح ان حیوانوں کو سڑکوں پر لے کر بیٹھنے والے لوگوں نے یہ جو دھندا شروع کر رکھا ہے، یہ دجل و فریب، ضلالت اور لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھانے کا ایک ذریعہ ہے۔

بے شک غیب کی باتیں جاننے کے لیے لوگوں کا اس قسم کے جانور کی طرف رجوع کرنا، ان کے زعم کے مطابق تکوینی وسیلہ ہے، لیکن یہ وسیلہ بالکل باطل ہے اور تجربہ اس پر شاہد ہے۔ فکرِ سلیم بھی اس کے بطلان پر شاہد ہے، یہ تو ایک ایسا فضول وسیلہ ہے جو محض جہالت اور دجل و فریب کی کرشمہ سازی ہے۔ شرعی نقطۂ نگاہ سے بھی یہ وسیلہ باطل اور کتاب و سنّت اور اجماع کے مخالف ہے۔ اس کے باطل ہونے پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی ایک ارشادِ ربانی ہی کافی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف میں بیان فرمایا ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ... [1]

(وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے (تو اس کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے)

اسی طرح موہوم تکوینی اسباب میں سے بعض لوگوں کا یہ گمان بھی ہے کہ اگر بدھ کے روز سفر کیا جائے یا شادی وغیرہ کی جائے، تو وہ سفر بھی ناکام اور وہ شادی بھی نامراد ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں کا یہ اعتقاد بھی باطل ہے کہ اگر کوئی اہم کام کرنے سے قبل کوئی نابینا یا کسی مرض میں مبتلا انسان نظر آجائے، تو وہ کام ادھورا رہ جاتا ہے اور پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچتا۔

انہی باطل اسباب میں سے آج کے بہت سے عربوں اور مسلمانوں کا یہ ظنِ فاسد بھی ہے کہ اب چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، لہذا وہ یہودیوں، استعماریوں اور اپنے دیگر دشمنوں پر فتح حاصل کرلیں گے اور اپنی وضع تبدیل کیے بغیر محض کثرتِ تعداد ہی کے بل بوتے پر یہودیوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے۔ تجربات نے ان اوہام وظنون کے غلط اور باطل ہونے کو بارہا ثابت کر دکھایا ہے اور یہ معاملہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ اس کا علاج محض اس قسم کے سطحی طریقہ سے کیا جاسکے!

اسی طرح کچھ ایسے من گھڑت، فرضی اور موہوم اسباب ہیں کہ بعض لوگ انہیں شرعی اور تقربِ الٰہی کا باعث سمجھتے ہیں، حالانکہ درحقیقت یہ غیر شرعی اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دُور کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصے بلکہ لعنت و عذاب کا مستحق ٹھہرانے والے ہیں، مثلاً بعض لوگوں کا مُردوں اور مدفون اولیاء وصالحین سے فریادرسی کرنا تاکہ وہ ان

---

[1] سورۃ الجن ۲۶ - ۲۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حاجتیں پوری کردیں، حالانکہ حاجتیں تو صرف اللہ تعالیٰ ہی پوری کرسکتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ ان قبروں والوں کو اس لیے بھی پکارتے ہیں کہ وہ ان کی تکلیفوں کو دُور کردیں، انہیں بیماریوں سے صحت بخشیں، انہیں رزق دیں، اولاد دیں اور دشمنوں وغیرہ پر فتح دیں اور ان اغراض کے لیے یہ قبروں پر لٹکتے ہوئے لوہے کی زنجیروں اور قبروں کے پتھروں کو چھوتے ہیں اور کچھ لوگ کاغذ کے پُرزوں پر اپنی حاجتیں اور ضرورتیں لکھ کر قبروں کے پاس رکھ دیتے ہیں، تو یہ وسائل ان کے خیال کے مطابق شرعی ہیں، حالانکہ درحقیقت یہ سراسر باطل اور اسلام کی سب سے عظیم بنیاد یعنی عبودیت و توحیدِ الٰہی کے منافی ہیں۔

اسی طرح باطل وسیلوں میں سے ایک وسیلہ یہ اعتقاد رکھنا بھی ہے کہ جب کوئی انسان بات کر رہا ہو تو اسے یا حاضرین میں سے کسی کو چھینک آجائے، تو یہ اس کی صداقت کی دلیل ہے۔ [1]

---

[1] شاید اس اعتقاد کے حامل لوگوں کی دلیل یہ حدیث ہے:

من حدث حديثا فعطس عنده فهو حق۔ جس کسی نے کوئی بات کی اور پھر چھینک آگئی تو وہ برحق ہے۔

اسے علامہ شوکانی نے اپنی کتاب "الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة" کے ص ۲۲۴ پر بیان کیا ہے۔ یہ اور اس کے بعد آنے والی باتیں احادیثِ ضعیفہ و موضوعہ کے خطرات اور عقائدِ باطلہ و عاداتِ رذیلہ کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں اس کے بدترین اثرات کی بہترین مثالیں ہیں، لہٰذا ہر باخبر مسلمان پر ان کی جان پہچان اور ان سے بچنا واجب ہے اور یہ اُس وقت تک ممکن نہیں، جب تک کہ علوم سنّت کی درس و تدریس کا بطورِ خاص اہتمام نہ کیا جائے۔ اسی ضرورت کے باعث میں نے اپنی کتاب "سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة واثرها السیئ فی الامة" تصنیف کی تھی جس کی ایک جلد طبع ہوگئی ہے، باقی مجلدات کی طباعت کو بھی اللہ تعالیٰ آسان بنائے۔ اس مذکورہ حدیث پر کلام اور اس کے باطل ہونے کا بیان آپ اس کتاب میں ۱۳۶ نمبر پر ملاحظہ فرمائیں!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسی طرح باطل اعتقادات میں سے یہ بھی ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کسی کا کان بول رہا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے احباب یا اعزہ و اقربا میں سے کوئی اس کا ذکرِ خیر کر رہا ہے[1] یہ عقیدہ رکھنا کہ رات کو یا ہفتہ و اتوار کے دن ناخن کاٹنے سے بلائیں نازل ہوتی ہیں[2] رات کو گھروں میں جھاڑو دینے سے بھی بلاؤں کا نزول ہوتا ہے یا یہ عقیدہ رکھنا بھی انتہائی باطل وسیلوں میں سے ہے کہ جب کسی پتھر کے بارے میں حُسنِ ظن سے کام لیا جائے، تو وہ یقینی طور پر نفع پہنچاتا ہے۔[3]

---

[1] اس عقیدہ کی بنیاد، یہ موضوع حدیث ہے،

اذا طنت اُذن احدکم فلیصل	جب تم میں سے کسی کا کان بولے، تو وہ مجھ
علیّ و لیقل ذکر اللہ بخیر	پر دُرود پڑھے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ اسے
من ذکرنی	بھلائی کے ساتھ یاد کرے جس نے مجھے یاد کیا ہے۔

علامہ شوکانیؒ نے اسے اپنی کتاب "الفوائد المجموعۃ" کے ص ۲۲۴ پر بیان فرمایا ہے۔

[2] یہ باطل عقیدہ بعض نام نہاد فقہاء کا وضع کردہ ہے، چنانچہ انہوں نے بعض دینی مدارس کے طلبہ کو تلقین کرتے ہوئے یہ شعر بھی کہے ؎

قص الاظافر یوم السبت اکلۃ	تبد و وفیما یلیہ تذھب البرکۃ
وعالم فاضل یبد و بتلوھما	وان یکن فی الثلاثاً فاحذر الھلکۃ

[3] اس گمراہ کن عقیدے کی بنیاد یہ حدیث ہے کہ

لو احسن احدکم ظنہ	اگر تم میں سے کوئی کسی پتھر کے متعلق حُسنِ ظن رکھے تو اللہ تعالیٰ
بحجر لنفعہ اللہ بہ	اس کی بدولت اسے ضرور نفع دے گا۔

حافظ عجلونیؒ نے اسے "کشف الخفاء" ۲/۱۵۲ پر بیان کیا ہے اور امام ابن تیمیہؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بے اصل ہے، صاحب "مقاصد" کہتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے اور ابن قیمؒ سے انہوں نے یہ نقل کیا ہے کہ یہ ان پتھر کے پجاریوں کا کلام ہے جو پتھروں کے بارے میں حُسنِ ظن رکھتے ہیں۔ میری مذکورہ کتاب کا سلسلہ نمبر ۵۰/۴ بھی ملاحظہ فرمائیے!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سب باتیں باطل اعتقادات بلکہ خرافات اور ظنون واوہام ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی اور میں تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان باطل عقائد کی بنیاد موضوع اور جھوٹی روایات ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے گھڑنے والوں پر لعنت فرمائے اور ان پر عمل کرنے والوں کا برا کرے۔

تکوینی وسائل میں سے بعض وسائل مباح ہیں اور ان کا استعمال اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے اور بعض حرام ہیں اور انہیں استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ میں نے قبل ازیں وسائل کی دونوں قسموں کی کچھ ایسی مثالیں ذکر کی ہیں، جنہیں لوگ مباح اور مقصود تک پہنچانے والا سمجھتے ہیں، حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اب شرعی اور غیر شرعی تکوینی وسائل کی بعض مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

تکوینی اور شرعی اعتبار سے جائز وسائل کی مثالیں کمانا، حصولِ رزق کے لیے خرید وفروخت، تجارت، زراعت اور مزدوری وغیرہ ہیں اور حرام تکوینی وسائل کی مثالیں سود پر قرض لینا دینا، بیع عِینَہ[1]، ذخیرہ اندوزی، دھوکا فریب، چوری، شراب اور بتوں کی خرید وفروخت وغیرہ ہیں، اس کی دلیل ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ	سودے کو اللہ نے حلال کیا ہے
وَحَرَّمَ الرِّبٰوا[2]	اور سود کو حرام!

اگرچہ تجارت اور سود دونوں کسبِ رزق کے تکوینی وسائل ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلی چیز کو حلال اور دوسری کو حرام قرار دیا ہے۔

---

[1] بیع عینہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی انسان اپنے سامان کو قیمتِ معلوم کے ساتھ کسی کو ایک مدتِ مقررہ تک کے لیے بیچ دے اور پھر اسی خریدار سے اس سے کم قیمت کے ساتھ خریدے۔ امام مالک، احمد اور بعض شافعیہ اس بیع کی حرمت کے قائل ہیں، البتہ امام شافعیؒ سے اس کا جواز منقول ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے "سبل السلام" ج ۳، ص ۴۲۔ مترجم [2] البقرۃ ۲۷۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسائل کی صحت و مشروعیت کیسے معلوم ہو؟

تکوینی اور تشریعی وسائل کی مشروعیت کی معرفت کا صحیح طریقہ کتاب و سنت کی طرف رجوع اور کتاب و سنت کے نصوص پر عمل کرنا ہے، اس کے لیے صرف اور صرف یہی ایک طریقہ ہے اور کوئی نہیں۔

تکوینی وسائل کی صحت کی معرفت کا صحیح طریقہ غور و فکر اور معروف علمی انداز کے مطابق حواس اور تجربہ کی روشنی میں معلوم کرنا ہے۔ کسی بھی تکوینی وسیلے کے استعمال کے جواز کی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ شرعی طور پر جائز ہو اور دوسری یہ کہ مطلوب کے لیے اُس وسیلہ کا استعمال مفید ہو یا ظن غالب یہ ہو کہ یہ مفید ہے۔ البتہ شرعی وسیلے کے استعمال کے لیے صرف یہی شرط ہے کہ وہ شرعی طور پر ثابت ہو، بس اور کوئی شرط نہیں۔

پہلے پہل ہم نے جو مثال پیش کی تھی، وہ حیوان سے غیب حاصل کرنے کے فرضی وسیلے کی مثال تھی جو کہ تکوینی اعتبار سے باطل ہے۔ تجربہ اور فکرِ سلیم اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں اور شرعی اعتبار سے اس وسیلے کو اختیار کرنا کفر اور ضلالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بُطلان کو بیان فرمایا ہے اور اسے استعمال میں لانے سے ہمیں منع فرمایا ہے۔ کچھ لوگ ان امور کو خلط ملط کر دیتے ہیں اور محض ثبوتِ نفع کے باعث اسے وسیلہ سمجھ بیٹھتے ہیں اور اسے مشروع اور جائز سمجھتے ہیں، مثلاً کبھی کبھار یُوں ہوتا ہے کہ کسی ولی کو پکارنے یا کسی میت سے فریاد رسی کے بعد اتفاقی طور پر مطلوب حاصل ہو جاتا ہے، تو یہ لوگ یہ دعویٰ کرنے لگ جاتے ہیں کہ یہ دلیل ہے کہ مردے اور اولیاء لوگوں کی فریاد رسی پر قدرت رکھتے ہیں، لہٰذا انہیں پکارنا اور ان سے فریاد رسی کرنا جائز ہے اور ان کی دلیل صرف یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے ان کا مطلوب حاصل ہو گیا تھا۔

افسوس کہ ہم نے بعض دینی کتابوں میں بھی کچھ اس قسم کی باتیں پڑھی ہیں کہ ان کتب کے مصنفین نے اپنے متعلق یا بعض دیگر لوگوں کے بارے میں یہ لکھا کہ وہ مشکلات میں مبتلا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے اور انہوں نے فلاں ولی یا بزرگ سے فریادرسی کی اور ان کا نام لے کر انہیں پکارا تو وہ فوراً حاضر ہو گئے یا خواب میں آئے اور ان کی فریادرسی کر گئے اور اس طرح ان کے ارادے پورے اور مطلوب حاصل ہو گئے۔

ان مسکینوں کو کیا خبر کہ یہ (اگر واقعات صحیح بھی ہیں) تو اللہ تعالیٰ کے لیے ان مشرکوں اور بدعتیوں کے لیے استدراج، آزمائش، مکر اور ان کے کتاب وسنت سے اعراض اور اپنی خواہشات اور اپنے شیاطین کے اتباع کی سزا کے طور پر ہے۔

یہ تو کہتے ہیں کہ اس کلام سے غیر اللہ سے فریادرسی کا جواز ثابت ہوا، حالانکہ یہ فریادرسی شرکِ اکبر ہے، کسی حادثہ کے باعث جو ان کے لیے یا کسی دوسرے کے لیے پیش آگیا، یہ جائز نہیں ہو سکتی۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ حادثہ حقیقت کے اعتبار سے اس کی معلومات سے مختلف ہو یا بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لیے اسے تحریف وتبدیلی کے ساتھ پیش کیا گیا ہو۔ بعض دفعہ یہ امکان بھی ہوتا ہے کہ واقعہ سچا ہو، راوی بھی صادق ہو، لیکن اس نے نجات دہندہ اور فریادرس کے بارہ میں غلطی کا ارتکاب کر لیا ہو اور اسے ولی اور بزرگ سمجھ لیا ہو، حالانکہ وہ شیطانِ رجیم ہوتا ہے، جس نے خبیث مقصد کے لیے یہ کام سرانجام دیا ہوتا ہے، یعنی اس کا مقصد لوگوں کے امور میں تلبیس اور انہیں شعوری یا غیر شعوری طور پر کفر وضلالت میں مبتلا کرنا ہوتا ہے۔

بہت سی روایات سے ثابت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین اپنے ایک بت کے پاس آکر جب اُسے پکارتے، تو آواز سنتے اور یہ لوگ سمجھتے کہ ان سے جو کلام کر رہا ہے اور جو جواب دے رہا ہے، وہ ان کا یہ معبود ہی ہے جس کا یہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر قصد کر رہے ہیں، حالانکہ حقیقت میں آواز دینے والا وہ شیطان لعین ہوتا تھا جس کا مقصد انہیں گمراہ کرنا اور باطل عقائد میں مستغرق رکھنا ہوتا تھا۔

اس ساری بحث سے مقصود یہ ہے کہ ہم یہ اچھی طرح جان لیں کہ تجربات اور خبریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی اعمال کی مشروعیت کی معرفت کے صحیح وسیلے نہیں ہیں، بلکہ صحیح مقبول اور واحد وسیلہ کتاب وسنت کی روشنی سے ثابت ہونے والی شریعت ہے۔

اس سلسلہ میں بہت سے لوگ جس بڑی غلطی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، وہ علمِ غیب کا مسئلہ ہے۔ یہ لوگ کاہنوں، نجومیوں، جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ غیب جانتے ہیں، کیونکہ کبھی کبھی ان کی غیب سے متعلق بتائی ہوئی کوئی نہ کوئی بات درست بھی ثابت ہو جایا کرتی ہے اور اس ایک آدھ بات کے صحیح ثابت ہونے سے یہ لوگ اس وسیلہ کو جائز اور مباح تصور کر لیتے ہیں، حالانکہ یہ بہت بڑی خطاء اور صریح گمراہی ہے کیونکہ کسی منفعت کا محض حصول اس بات کی علامت نہیں ہوتا کہ یہ وسیلہ مشروع ہے، مثلاً شراب کی خرید و فروخت سے بصورتِ دولت و ثروت منفعت حاصل ہوتی ہے۔ جُوا کھیلنے سے بھی کبھی کبھی یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمایا ہے:

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا۔ [1]	اے پیغمبر لوگ آپ سے شراب اور جُوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں، کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں، مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں

اس منفعت کے باوجود یہ دونوں چیزیں حرام ہیں اور شراب کی حُرمت تو اتنی شدید ہے کہ اس خانہ خراب کے سلسلہ میں دس آدمیوں پر خدا کی لعنت برستی ہے، جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ [2]

اسی طرح کاہنوں کے پاس جانا بھی حرام ہے، کیونکہ دین میں اس سے ممانعت کر دی گئی ہے، چنانچہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

---

[1] البقرة ۲۱۹ [2] اس حدیث کی میری بعض کتابوں میں تخریج موجود ہے، چنانچہ ملاحظہ فرمایئے: "صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ" (۴۹۶۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من اتی کاھنا فصدقہ	جو شخص کاہن کے پاس آئے اور پھر جو وہ
مما یقول فقد برئ	کہتا ہے، اس کی تصدیق کرلے تو وہ اس
مما انزل علیٰ محمدؐ	(دین) سے بری ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے
(صلی اللہ علیہ وسلم)	محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا:

من اتی عرافا فسالہ	جو شخص کسی کاہن و نجومی وغیرہ کے پاس آئے
عن شیئ لم تقبل لہ	اور اس سے سوال کرے، تو اس کی چالیس
صلاۃ اربعین لیلۃ[1]	راتوں تک نماز قبول نہیں ہوتی۔

معاویہ بن حکم سُلمی نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ ہمارے بعض آدمی کاہنوں کے پاس جاتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: تم ان کے پاس نہ جایا کرو۔[2]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کاہن اور جادوگر لوگ غیب کی بعض باتیں کیسے معلوم کرلیتے ہیں؟ اس سلسلہ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

اِذَا قَضَی اللّٰہُ الْاَمْرَ فِی	جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی بات کا فیصلہ
السَّمَآءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِکَۃُ	فرماتے ہیں، تو ارشادِ باری کی اطاعت کرتے ہوئے
بِاَجْنِحَتِھَا خُضْعَانًا لِقَوْلِہٖ	فرشتے اپنے پروں کو اس طرح مارتے ہیں جس طرح
کَالسِّلْسِلَۃِ عَلٰی صَفْوَانٍ	صاف پتھر پر لوہے کی زنجیر کو مارا جائے،
فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ قَالُوْا	جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ کو دُور کر دیا جاتا
مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ؟ قَالُوْا	ہے، تو وہ پوچھتے ہیں، تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟
لِلَّذِیْ قَالَ الْحَقَّ وَھُوَ الْعَلِیُّ	جس نے یہ سوال پوچھا ہوتا ہے، اسے فرشتے جواب

---

[1] اسے احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے حوالہ مذکور (۵۸۱۸) [2] صحیح مسلم، نیز حوالہ مذکور نمبر ۵۸۱۶ [3] صحیح مسلم نیز صحیح ابوداؤد میں اس کی تخریج نمبر ۸۶۲ کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْكَبِيرُ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُوا السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُوا السَّمْعِ هٰكَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ وَوَصَفَ سُفْيَانُ رَاحَدُ رُوَاةِ الْحَدِيثِ وَهُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ كَمَا قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ كَثِيرٍ فِي تَفْسِيرِهِ ۳/۵۳۷) بِيَدِهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدِهِ الْيُمْنٰى نَصَبَهَا بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ الْمُسْتَمِعَ قَبْلَ أَنْ يَرْمِيَ بِهَا إِلٰى صَاحِبِهِ فَيُحْرِقُهُ وَرُبَّمَا لَمْ يُدْرِكْهُ حَتّٰى يَرْمِيَ بِهَا إِلَى الَّذِي يَلِيهِ، إِلَى الَّذِي هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ حَتّٰى يُلْقُوهَا إِلَى الْأَرْضِ (وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلَى الْأَرْضِ) فَتُلْقٰى عَلٰى فَمِ السَّاحِرِ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُصَدَّقُ فَيَقُولُونَ أَلَمْ يُخْبِرْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا يَكُونُ

میں کہتے ہیں کہ رب نے جو فرمایا ہے، وہ حق ہے اور وہ بزرگ و برتر ہے اس بات کو بات چرانے والے (شیاطین) بھی سن لیتے ہیں۔ اس حدیث کے ایک راوی سفیان (یعنی ابن عیینہ جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر ۳/۵۳۷ میں فرمایا ہے) نے ان بات چرانے والوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اس طرح ہوتے ہیں۔ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو کھول کر پھر انہیں ایک دوسری کے اوپر بند کر کے دکھایا، بسا اوقات شہاب ثاقب اس بات چرانے والے کو اس کے ساتھی سے پہلے لگ جاتا اور وہ اسے خاکستر کر دیتا ہے اور کبھی وہ اسے نہیں لگتا، حتیٰ کہ اس کے ساتھ ملنے والے کو لگ جاتا ہے اور کبھی اس سے نیچے والے کو لگ جاتا ہے اور کبھی اس سے بھی نیچے والے کو لگ جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ انہیں زمین کی طرف گرا دیتے ہیں (سفیان کی بعض روایات میں یہ ہے حتیٰ کہ وہ زمین تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان شیطانوں نے جو بات سنی ہوتی ہے، اسے وہ جادوگر کے منہ میں ڈال دیتے ہیں اور وہ اس کے ساتھ سو اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَذَا وَكَذَا وَجَدْنَاهُ حَقًّا؛ لِلْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ) ^[1]

جھوٹ ملا لیتا ہے، اس کی ایک بات کے سچ ہونے کے باعث اسے سچا سمجھا جانے لگتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ کیا فلاں فلاں دن اس نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ یہ کام ہوں گے اور پھر ہم نے انہیں اسی طرح پایا تھا؟ (حالانکہ اس کی وہ سچی بات صرف وہی ہوتی ہے جو اس طرح آسمان سے سُنی گئی تھی)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں بھی وارد ہے جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِيْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَاسْتَنَارَ نَجْمٌ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ اِذَا كَانَ مِثْلَ هٰذَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالُوْا كُنَّا نَقُوْلُ يُوْلَدُ عَظِيْمٌ اَوْ يَمُوْتُ عَظِيْمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رض کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک ستارہ چمکا۔ آپ نے فرمایا: ستارے کو اس طرح چمکتے ہوئے دیکھ کر تم جاہلیت میں کیا کہا کرتے تھے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم کہتے تھے کہ کسی عظیم انسان کی ولادت یا وفات ہوئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ستارے کسی کی موت و حیات کے باعث نہیں پھینکے جاتے، لیکن بات درحقیقت

---

^[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" کے مختلف مقامات پر اس حدیث کو بیان فرمایا ہے، مثلاً کتاب التفسیر (۹/ ۴۵۲ فتح) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ترمذی اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے نیز "الصحیحۃ" نمبر ۱۲۹۳ اور "صحیح الجامع الصغیر" ۱/ ۲۶۲ میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَإِنَّهَا لَا يُرْمَى بِهَا لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِذَا قَضٰى أَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ، ثُمَّ سَبَّحَ أَهْلُ السَّمَآءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ التَّسْبِيْحُ السَّمَآءَ الدُّنْيَا ثُمَّ يَسْتَخْبِرُ أَهْلُ السَّمَآءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ يَلُوْنَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ فَيُخْبِرُوْنَهُمْ وَيُخْبِرُ أَهْلُ كُلِّ سَمَآءٍ سَمَآءً حَتّٰى يَنْتَهِيَ الْخَبَرُ إِلٰى هٰذِهِ السَّمَآءِ وَتَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَيَرْمُوْنَ فَمَا جَآءُوْا بِهٖ عَلٰى وَجْهِهٖ فَهُوَ حَقٌّ وَلٰكِنَّهُمْ يَقْرِفُوْنَ فِيْهِ وَيَزِيْدُوْنَ ۝ [1]

یہ ہے کہ ہمارے رب تبارک وتعالیٰ جب کسی بات کا فیصلہ فرماتے ہیں، تو حاملینِ عرش تسبیح پڑھتے ہیں، پھر ان کے ساتھ کے آسمان والے تسبیح پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ تسبیح آسمانِ دُنیا تک آ پہنچتی ہے پھر ساتھ کے آسمان والے حاملینِ عرش سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ انہیں خبر دیتے ہیں۔ اس طرح ہر آسمان والے دوسرے ساتھ کے آسمان والوں کو خبر دیتے ہیں، حتیٰ کہ وہ خبر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتی ہے، تو جن اسے کان لگا کر سنتے ہیں، تو انہیں مارا جاتا ہے، جو خبر وہ بعینہٖ لے آئیں، وہ حق ہوتی ہے، لیکن اس میں وہ کمی بیشی کر دیتے ہیں۔

---

[1] مسند احمد ۱/۲۱۸، صحیح مسلم ۷/۳۶-۳۷، جامع ترمذی ۹/۹۱-۹۲ مع تحفۃ الاحوذی۔ یقرفون کے معنی ہیں کہ اس میں جھوٹ شامل کر دیتے ہیں۔ بعض نے اسے یقذفون ضبط کیا ہے۔ ترمذی کی روایت میں یحرفونہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دو اور ان جیسی دیگر احادیث سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں اور جنّوں کے مابین باہمی ربط و اتصال ہے۔ جن کاہنوں کو بعض اوقات سچی خبریں بتا دیتے ہیں، کاہن ان میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا دیتے ہیں اور انہیں لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ لوگ دیکھتے ہیں کہ ان کی بعض باتیں سچی ثابت ہوتی ہیں، مگر شریعت نے مکمل طور پر ہمیں منع فرما دیا ہے کہ ہم کاہنوں کے پاس جائیں، نیز ان کی تصدیق کرنے سے بھی منع فرما دیا ہے جیسا کہ ہم ابھی ابھی بیان کر آئے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں یہ بھی ذکر کر دیں کہ کہانت اور نجوم کا ابھی تک لوگوں پر بڑا اثر ہے، حالانکہ لوگ اس دور کو علم و فضل اور تمدن و ثقافت کا دور کہتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ کہانت، شعبدہ بازی اور سحر کا دور لد گیا ہے، حالانکہ ان چیزوں کا وجود ابھی تک باقی ہے، لوگ ان سے متاثر ہیں۔ یہ چیزیں آج نیا لباس پہن کر اور نئی نئی شکلوں میں نمودار ہو رہی ہیں اور اس حقیقت کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔ رُوحوں کو حاضر کرنا، ان سے مخاطب ہونا اور ان سے ربط و اتصال اسی جدید کہانت کی مختلف شکلیں ہیں جن کے ساتھ لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہے، ان کے دین میں فتنہ ڈال دیا جاتا ہے اور انہیں اوہام و اباطیل میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ لوگ انہیں حقیقت، علم اور دین کا نام دیتے ہیں، حالانکہ حقیقت، علم اور دین کا ان فضول باتوں سے کوئی تعلق نہیں۔!

خلاصہ کلام یہ کہ صحیح تکوینی اسباب وہ ہوں گے، جن کی صحت اور افادیت نظر و تجربہ سے ثابت ہو اور شرعی اسباب وہ ہوں گے جن کا جواز از روئے شرع ثابت ہو۔ تکوینی وسیلے کی اباحت کے سلسلہ میں یہ اصول پیش نظر رہنا چاہیے کہ شریعت میں اس کی ممانعت وارد نہ ہوئی ہو۔ اسی وجہ سے فقہاء کہا کرتے ہیں: "اشیاء میں اصل اباحت ہے۔" شرعی وسائل کے جواز کے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ شارع کے حکم سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی ممانعت وارد نہ ہوئی ہو، بلکہ اس سلسلہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی مشروعیت اور استحباب کے لیے نص شرعی بھی ثابت ہو۔ یاد رہے کہ استحباب، اباحت سے ایک زائد چیز ہے کیونکہ استحباب تو وہ ہوتا ہے جس سے تقرب الٰہی حاصل کیا جائے اور قربات کے لیے صرف اتنا ہی ضروری نہیں ہوتا کہ شریعت میں ان سے متعلق نہی وارد نہ ہو، اسی وجہ سے بعض سلف سے منقول ہے:

"ہر وہ عبادت جسے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام نہ دیا ہو، تم بھی وہ عبادت نہ کرو۔"

اور یہ اصول ان مشہور و معروف احادیث مبارکہ سے مستفاد ہے جن میں دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"عبادات میں اصل ممانعت ہے، الا یہ کہ نص وارد ہو اور عادات میں اصل اباحت ہے، مگر یہ کہ ممانعت کی کوئی نص ثابت ہو۔"

اس اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھیے یہ بڑا اہم اصول ہے۔ یہ آپ کو ان مسائل میں حق کی روشنی دکھائے گا، جن میں لوگوں کا باہمی اختلاف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری فصل

شرعی وسیلہ اور اُس کی اقسام

سابقہ بحث سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں دو مستقل قضیئے ہیں۔ پہلا تو یہ کہ وسیلہ شرعی ہو۔ شرعی وسیلے کو کتاب و سنت کے صحیح دلائل ہی سے معلوم کیا جا سکتا ہے اور دُوسرا یہ کہ وسیلہ صحیح تکوینی سبب کے ساتھ ہو جو کہ مطلوب و مقصود تک پہنچانے والا ہو۔

ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ عزّ وجل نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم اس سے دُعا مانگا کریں اور اسی سے فریاد رسی کیا کریں، چنانچہ ارشاد ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝[1]

اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دُعا کرو، میں تمہاری (دُعا) قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے از راہِ تکبر کنیاتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

نیز فرمایا:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝[2]

اور (اے پیغمبر!) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دُعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک رستہ پائیں۔

---

[1] سورۃ المؤمن ۶۰ [2] سورۃ البقرہ ۱۸۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے توسّل کی کچھ ایسی صورتیں بھی بتائی ہیں جو مشروع، مفید اور اغراض و مقاصد کو پورا کرنے والی ہیں اور جن کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کے قبول فرمانے کا ذمہ لے رکھا ہے، بشرطیکہ قبولیتِ دُعا کے سلسلہ کی باقی شرطیں بھی موجود ہوں۔ اب ہم بغیر کسی قسم کے تعصّب کے یہ جائزہ لیں گے کہ وسیلہ کی وہ کون سی صورتیں ہیں، جو نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں جائز ہیں۔

قرآنِ کریم اور سنّتِ مطہرہ کے مطالعہ کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وسیلہ کی تین صورتیں ایسی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے، ان کی طرف توجّہ دلائی ہے، ان میں سے بعض صُورتیں قرآن کریم میں وارد ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں استعمال فرمایا ہے اور ان کی طرف رغبت دلائی ہے۔ وسیلہ کی ان انواع و اقسام میں ذات، جاہ، حقوق یا مقامات کی حرمت کا واسطہ نہیں دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا واسطہ دینا مشروع نہیں ہے اور نہ یہ اس وسیلہ کے عموم میں داخل ہیں، جس کا ذکر گزشتہ دو آیتوں میں ہوا تھا۔

شرعی وسیلہ کی صورتیں، جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا، حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے اسماءِ حُسنیٰ میں سے کسی ایک اسمِ پاک یا اس کی صفاتِ عُلیا میں سے کسی ایک صفتِ حمیدہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنا، مثلاً کوئی مسلمان یُوں دُعا کرے:

"اے اللہ! تو رحمٰن و رحیم اور لطیف و خبیر ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے عافیت عطا فرما۔"

یا یُوں دُعا مانگے:

"اے اللہ! میں تجھ سے تیری اس رحمت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں، جو ہر چیز سے وسیع ہے کہ مجھ پر رحم فرما اور میرے گناہ بخش دے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا کوئی یوں دُعا مانگے،

"اے اللہ! میں تجھ سے اس محبت کے وسیلہ سے یہ سوال کرتا ہوں، جو تجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔۔۔۔"

یہ صورت بھی جائز ہے، کیونکہ محبت کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے!

اس وسیلہ کی مشروعیت کی دلیل اللہ عزّوجل کا درج ذیل ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ص [1] — اور اللہ کے سب نام اچھے ہیں، تو اس کو اس کے ناموں سے پکارا کرو۔

اس آیتِ مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماءِ حسنیٰ کا وسیلہ دے کر پکارا کرو، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ جل شانہٗ کی صفاتِ عُلیا بھی اس میں داخل ہیں، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ اُس کی صفات ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی جو یہ دُعا ذکر فرمائی ہے، یہ اسی قبیل سے ہے:

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ [2]

اے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں، ان کا شکر ادا کروں اور ایسے نیک کام کروں کہ تو ان سے خوش ہو جائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔

اسی طرح حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعا ہے جسے آپ نماز میں سلام سے پہلے پڑھا کرتے تھے:

---

[1] سورۃ الاعراف ۱۸۰ [2] سورۃ النمل ۱۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبِ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ۔ [1]

اے اللہ! تیرے علمِ غیب اور مخلوق پر قدرت کے وسیلے سے تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ جب تک تو میرے لیے زندگی کو بہتر جانے، زندہ رکھ اور جب وفات میرے لیے بہتر ہو تو فوت کر لے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو تشہد میں درج ذیل دعا مانگتے ہوئے سنا،

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ [2]

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے اللہ، واحد، احد، بے نیاز، جس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور نہ اسے کسی نے جنم دیا ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے، میرے گناہ معاف کر دے بے شک تو بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

تو آپ نے فرمایا بے شک اس کے گناہ معاف کر دیے گئے بے شک اس کے گناہ معاف کر دیے گئے۔

اسی طرح حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے شخص کو تشہد میں یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا،

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، اَلْمَنَّانُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اس واسطے کہ ہر طرح کی تعریف تیرے لیے ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو تنہا ہے تیرا کوئی شریک نہیں، تو احسان فرمانے والا ہے اے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا فرمانے والے،

---

[1] اس حدیث کو نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور ان کی بات درست ہے۔ [2] اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ	اے جلال اور بزرگی والے اے زندہ رہنے اور قائم
اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَ	رکھنے والے میں تجھ سے جنّت کا سوال کرتا ہوں اور
اَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ -	جہنّم کی آگ سے پناہ مانگتا ہوں۔

تو آپ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس شخص نے کس کے ساتھ دُعا کی ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے دستِ مبارک میں میری جان ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کے اس اسمِ عظیم ایک اور روایت میں ہے اسمِ اعظم ــــــــ کے ساتھ دُعا کی ہے کہ جب اس کے ساتھ دُعا کی جائے، تو وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے کوئی سوال کیا جائے، تو وہ ضرور عطا فرماتا ہے۔ [1]

اسی طرح آپ نے فرمایا کہ جو شخص کثرتِ غم میں مبتلا ہو اور وہ یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ	اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا
عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ	بیٹا ہوں، تیری باندی کا بیٹا ہوں، میری
بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ	پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ مجھ میں تیرا حکم جاری
قَضَاءُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ	ہے۔ میرے بارے میں تیرے فیصلے عدل پر
هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ	مبنی ہیں۔ میں تجھ سے تیرے ہر اُس نام سے
اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ	سوال کرتا ہوں، جس کے ساتھ تو نے اپنا نام
اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ	رکھا ہے یا جسے تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی
اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ	کو بھی سکھایا ہے یا اسے اپنی کتاب میں نازل فرمایا
عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ	ہے یا اپنے علمِ غیب میں اپنے پاس محفوظ رکھا ہے

---

[1] مسند احمد (۱۲/۳) الفاظ مسند احمد ہی کی روایت کے مطابق ہیں۔ نیز مستدرک حاکم ۵۰۹/۱۔ اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ میں نے "السلسلة الصحيحة ۱۹۹" میں بیان کیا ہے اور ان لوگوں کی تردید کی ہے جو اسے ضعیف کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ هَمِّيْ

کہ قرآن مجید کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غم کے لیے جلا اور میرے فکر کے خاتمہ کا ذریعہ بنا دے۔

تو اللہ تعالیٰ اس کے غم و فکر کو دُور فرما دے گا اور غم و فکر کے بجائے مسرت و شادمانی عنایت فرمائے گا۔

استعاذہ کے سلسلہ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دُعا مروی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ[1]

اے اللہ! میں تیری عزت کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں کہ مجھے گمراہ کرے!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی بات حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو غم و فکر میں مبتلا کر دیتی، تو آپ یہ دُعا فرماتے:

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ۔[2]

اے زندہ رہنے والے اور قائم رکھنے والے مَیں تیری رحمت کے ساتھ تجھ سے فریاد رسی کرتا ہوں

یہ اور ان جیسی دیگر احادیثِ مبارکہ یہ واضح کرتی ہیں کہ وسیلے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حُسنیٰ میں سے کسی اسمِ مبارک یا آپ کی صفاتِ حمیدہ میں سے کسی صفتِ مقدس کے وسیلہ سے دُعا کریں۔ اسی قسم کے وسیلے کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔ اسی وسیلے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی استعمال فرمایا، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم یہ دیا ہے کہ:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ[3]

سو جو چیز تم کو پیغمبر دے دیں، وہ لے لو۔

اور ہمیں شریعت کا حکم یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اسی طرح دعائیں کریں جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں فرمائی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں کو اختیار کرنا، ان

---

[1] متفق علیہ [2] ترمذی ۱/۲۶۷ تحفہ، حاکم ۱/۵۰۹ یہ حدیث حسن ہے [3] سورۃ الحشر ۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دُعاؤں سے جو ہماری خود ساختہ ہیں یا ان صیغوں سے جنہیں ہم نے گھڑا ہے، ہزار درجہ بہتر ہے۔

۲۔ کسی عملِ صالح کے ذریعہ وسیلہ

اِس کی مثال اس طرح ہے، جیسے کوئی مسلمان یُوں دُعا کرے،

"اے اللہ! مَیں تیرے ساتھ جو ایمان رکھتا ہوں، تیرے ساتھ محبت رکھتا ہوں، تیرے رسول کی اتباع کرتا ہوں، ان کے وسیلہ سے میرے گناہ معاف فرما دے۔"

یا کوئی یُوں دُعا کرے،

"اے اللہ! مجھے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور آپ پر جو ایمان رکھتا ہوں، اس کے وسیلہ سے میری مصیبت کو دُور فرما دے۔"

یا یہ کہ دُعا کرنے والا اپنے کسی ایسے عظیم الشان عمل صالح کو یاد کرے جس میں اس نے خوفِ خدا، تقویٰ، اللہ کی رضا کو ہر چیز پر مقدم کرنے اور اللہ کی اطاعت کرنے کا خوب مظاہرہ کیا ہو اور پھر اپنے اس عملِ صالح کو دُعا میں بطورِ وسیلہ پیش کرے تاکہ اس کی دُعا ضرور شرفِ قبولیت حاصل کرلے۔ یہ نہایت بہترین اور خوبصورت وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مشروع قرار دیا ہے اور اسے پسند فرمایا ہے۔ اس کی مشروعیت پر درج ذیل ارشاداتِ باری تعالیٰ دلالت کناں ہیں،

(۱) اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝[1]

جو اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو ہمارے گناہ معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ

---

[1] سورۃ آل عمران ۱۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ [۱]

اے پروردگار جو (کتاب) تو نے نازل فرمائی ہے، ہم اس پر ایمان لے آئے اور (تیرے) پیغمبر کے متبع ہو چکے، تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ رکھ۔

(۳) رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ [۲]

اے پروردگار! ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سنا کہ ایمان کے لیے پکار رہا تھا (یعنی) اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، تو ہم ایمان لے آئے۔ اے پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے محو کر اور ہم کو دنیا کے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا۔

(۴) اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ [۳]

میرے بندوں میں ایک گروہ جو دعا کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے تو تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

اور اس طرح کی دیگر آیاتِ کریمہ سے وسیلہ کی اس قسم کی مشروعیت کی دلیل ملتی ہے۔

نیز اس قسم کی مشروعیت پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسے حضرت بریدہ بن حصیبؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو درج ذیل دعا کرتے ہوئے سنا،

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں شہادت دیتا ہوں کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو احد و صمد ہے جس نے کسی کو جنم

---

[۱] سورۃ آل عمران ۵۳ [۲] ایضاً ۱۹۳ [۳] سورۃ المومنون ۱۰۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔

نہیں دیا اور نہ اسے کسی نے جنم دیا ہے اور نہ کوئی اس کی ہمسری کرنے والا ہے۔

تو آپ نے فرمایا: "اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کے ساتھ دُعا کی ہے کہ جب اس کے ساتھ کوئی سوال کیا جائے، تو وہ ضرور عطا فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ دُعا کی جائے تو وہ ضرور شرفِ قبولیت سے سرفراز فرماتا ہے۔" [۱]

اصحابِ غار کا قصہ بھی اسی قبیل سے ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا،

اِنْطَلَقَ ثَلَاثَۃُ رَھْطٍ مِمَّنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَتّٰی اٰوَوُا الْمَبِیْتَ اِلٰی غَارٍ فَدَخَلُوْہُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَۃٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَیْھِمُ الْغَارَ فَقَالُوْا اِنَّہٗ لَا یُنْجِیْکُمْ مِنْ ھٰذِہِ الصَّخْرَۃِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوا اللّٰہَ بِصَالِحِ اَعْمَالِکُمْ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْھَا صَالِحَۃً لِلّٰہِ، فَادْعُوا اللّٰہَ بِھَا لَعَلَّ اللّٰہَ یُفَرِّجُھَا عَنْکُمْ) فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْھُمْ اَللّٰھُمَّ

تم میں سے پہلے لوگوں میں سے تین شخص سفر کر رہے تھے کہ رات بسر کرنے کے لیے ایک غار میں آگئے، ادھر پہاڑ کی ایک چٹان آگری جس نے غار کے منہ کو بند کر دیا (آپس میں مشورہ کرتے ہوئے) کہنے لگے، اس چٹان سے اس کے سوا تمہیں اور کوئی بات نجات نہیں دے سکتی کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دُعا کرو (مُسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ اپنے کچھ نیک اعمال پر نگاہ دوڑاؤ جنہیں تم نے خالص اللہ ہی کے لیے سرانجام دیا ہو۔ شاید اس طرح اللہ تعالیٰ اس چٹان کو ہٹا دے) ان میں سے ایک شخص نے کہا، اے اللہ! میرے

---

[۱] مُسند احمد ۵/۳۴۹-۳۵۰، ابوداؤد ۱۴۹۳ وغیرہما۔ اِس کی سند صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَانَ لِيْ أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا فَنَأَى بِيْ فِيْ طَلَبِ شَيْءٍ (و في رواية لمسلم الشجر) يَوْمًا فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتِيْقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرَقَ الْفَجْرُ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَهُمَا، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْآخَرُ اَللّٰهُمَّ كَانَتْ لِيْ بِنْتُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ فَأَرَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّيْ

والدین بہت بوڑھے تھے، ان سے پہلے میں اپنے اہل و عیال کو دودھ نہیں پلاتا تھا۔ ایک دن میں چارے کی تلاش میں بہت ہی دور نکل گیا حتیٰ کہ جب واپس آیا، تو والدین سو چکے تھے، جب میں دودھ دوہ کر لایا، تو وہ دونوں سوئے ہوئے تھے۔ میں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ اپنے والدین سے پہلے اہل و عیال کو دودھ پلاؤں، میں دودھ کا برتن ہاتھ میں پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا، حتیٰ کہ صبح ہو گئی، وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے دودھ پیا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کی خاطر کیا تھا، تو ہمیں اس مشکل سے نجات دے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں۔ چٹان تھوڑی سی کھسک گئی، مگر ابھی تک وہ غار سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسرے شخص نے کہا اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی، جس سے مجھے بہت محبت تھی۔ میں نے اس سے اس کے نفس کا مطالبہ کیا، مگر وہ نہ مانی، حتیٰ کہ ایک دفعہ وہ قحط میں مبتلا ہو گئی اور وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس شرط پر اسے ایک سو بیس دینار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حَتّٰی اِذَا تَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِّنَ
السِّنِیْنَ فَجَآءَتْنِیْ فَاَعْطَیْتُهَا
عِشْرِیْنَ وَمِئَةَ دِیْنَارٍ عَلٰی
اَنْ تُخَلِّیَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ نَفْسِهَا
فَفَعَلَتْ حَتّٰی اِذَا قَدَرْتُ عَلَیْهَا
قَالَتْ لَا اُحِلُّ لَكَ اَنْ تَفُضَّ
(وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ یَا عَبْدَ اللّٰهِ
اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ) الْخَاتَمَ
اِلَّا بِحَقِّهٖ فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوْعِ
عَلَیْهَا فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِیَ
اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ
الَّذِیْ اَعْطَیْتُهَا، اَللّٰهُمَّ اِنْ
كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ
وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ
فِیْهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ
غَیْرَ اَنَّهُمْ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ
الْخُرُوْجَ مِنْهَا قَالَ النَّبِیُّ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ
الثَّالِثُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اسْتَاْجَرْتُ
اُجَرَآءَ فَاَعْطَیْتُهُمْ اَجْرَهُمْ غَیْرَ
رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِیْ لَهٗ

دے دیجیے کہ وہ میرے مطالبہ کو پورا کر دے گی،
وہ مان گئی، حتیٰ کہ جب مجھے اس پر مکمل دسترس
حاصل ہو گئی، تو وہ کہنے لگی کہ میں اس کام کو
تیرے لیے حلال نہیں سمجھتی (صحیح مسلم کی روایت
میں ہے کہ اس نے کہا اے اللہ کے بندے!
اللہ سے ڈر اور نہ کھول) مہر کو مگر اس کے لیے
رہنے دے جس کا یہ حق ہے، میں نے بھی اس کام
میں حرج محسوس کیا اور اس کے ساتھ
دست درازی سے رُک گیا، حالانکہ مجھے
اس کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی،
میں نے وہ سونا بھی چھوڑ دیا جو اسے دیا تھا۔
اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کی خاطر
کیا تھا، تو ہمیں اس مشکل سے نجات دے،
جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں، چٹان تھوڑی سی
اور کھسک گئی، مگر ابھی تک وہ غار سے
باہر نکل نہیں سکتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اور تیسرے شخص نے کہا کہ اے اللہ! میں
نے کام پر کچھ مزدور لگائے تھے، میں نے انہیں
اُن کی مزدوری دے دی، مگر ایک شخص اپنی مزدوری
کو چھوڑ کر چلا گیا، میں نے اس کی اُجرت کو بارآور
کیا، حتیٰ کہ اس سے بہت سا مال ہو گیا۔ ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ اَجْرَهٗ حَتّٰى كَثُرَتْ مِنْهُ الْاَمْوَالُ فَجَآءَنِيْ بَعْدَ حِيْنٍ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَدِّ اِلَيَّ اَجْرِيْ فَقُلْتُ لَهٗ كُلُّ مَا تَرٰى مِنْ اَجْرِكَ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيْقِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِيْ فَقُلْتُ اِنِّيْ لَا اَسْتَهْزِئُ بِكَ فَاَخَذَهٗ كُلَّهٗ فَاسْتَاقَهٗ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا اَللّٰهُمَّ فَاِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوْا يَمْشُوْنَ -

عرصہ کے بعد وہ آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے بندے! میری اُجرت تو دے دے۔ میں نے کہا کہ یہ اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام جو تم دیکھتے ہو، یہ سب تمہاری اجرت ہے۔ اُس نے کہا اے اللہ کے بندے! میرے ساتھ مذاق نہ کر، میں نے کہا نہیں، میں مذاق نہیں کرتا۔ اس نے سارے مال کو لے لیا اور ہانک کر لے گیا اور اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کی خاطر کیا تھا، تو ہمیں اس مشکل سے نجات دے دے، جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں۔ چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی اور وہ تینوں اس سے باہر نکل کر اپنی راہ چل دیئے۔

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ جب ان تین مومن آدمیوں پر انتہائی مشکل وقت آیا تو وہ زندگی سے مایوس ہو گئے، البتہ اس بات کی انہیں امید ضرور تھی کہ اس وقت ان کی اس مشکل کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دُور نہیں کر سکتا، چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، اسے اخلاص سے پکارا، اپنے ان اعمال صالحہ کو یاد کیا جو انہوں نے آسائش اور آسانی کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے تھے تاکہ مشکل اوقات میں وہ کام آئیں جیسا کہ حدیث نبوی میں وارد ہوا ہے،

تَعَرَّفْ اِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَآءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ۔ [1]

تم آسانی کے دور میں اللہ کو پہچانو، وہ مشکل میں تمہیں پہچانے گا۔

[1] احمد، اس کے راوی ابن عباس اور سند صحیح لغیرہ ہے جیسا کہ میں نے "السنۃ" ابن ابی عاصم ۳۱۸ کی تخریج میں بیان کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو انہوں نے اپنے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑا۔ پہلے نے اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی۔ ان کے ساتھ محبت اور ان کے ساتھ شفقت کو وسیلہ بنایا۔ اس کا ماں باپ کے ساتھ محبت و رحمت کا مظاہرہ اس حد تک شدید تھا کہ میرے خیال میں انبیاء کرام کے علاوہ کوئی انسان شاید اس حد تک مظاہرہ نہ کر سکے۔

دوسرے نے زنا سے پاک دامنی اور عفت و عصمت کو وسیلہ کے طور پر پیش کیا، جبکہ وہ اپنی عم زاد کی محبت میں نہایت شدت سے گرفتار ہو چکا تھا، اسے زنا پر مکمل طور پر قدرت حاصل ہو چکی تھی، کیونکہ اس عفیفہ نے بھوک اور شدید محتاجی کے باعث بامر مجبوری اپنا جسم اس کے سامنے پیش کر دیا تھا، لیکن اُس نے جوں ہی اسے خوفِ خدا یاد دلایا، اس کا دل پسیج گیا اور اس پر خشیت طاری ہو گئی، لہٰذا اس نے اس عورت کو بھی چھوڑ دیا اور اس مال کو بھی جو اسے دیا تھا۔

تیسرے نے اپنے ایک مزدور کے حق خدمت کی جو حفاظت کی تھی، اسے وسیلہ کے طور پر پیش کیا۔ مزدور اپنی اُجرت کو جو کہ ایک فَرَقٌ (چاول) تھی، چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اُجرت کی یہ مقدار صحیح حدیث میں وارد ہے۔ اس آدمی نے اس اجرت کو بڑھایا پھلایا حتیٰ کہ اس سے بکریوں، گایوں، اونٹوں اور غلاموں کی ایک کثیر تعداد معرض وجود میں آ گئی۔ مزدور کو بعد میں جب ضرورت ستانے لگی، تو اُس نے اُس آدمی کے پاس اپنی چھوڑی ہوئی اس اُجرت کو یاد کیا؛ چنانچہ وہ اس کے پاس آ کر مطالبہ کرنے لگا۔ اُس نے اُسے یہ سب کچھ دے دیا۔ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ تم مذاق کیوں کرتے ہو؟ لیکن جب اسے یقین ہو گیا کہ یہ مذاق نہیں کر رہا بلکہ اس سے سچ کہہ رہا ہے، تو وہ خوشی خوشی سب کچھ لے گیا اور کچھ بھی چھوڑ کر نہ گیا۔ بخدا! اس انسان کا یہ عمل مزدور کے ساتھ مبالغہ کی حد تک احسان تھا۔ مزدور کی رعایت اور عزت و اکرام کی بلند ترین مثال تھا۔ آج جو لوگ مزدوروں اور کارکنوں کی نصرت و حمایت اور فقراء اور محتاج لوگوں کے ساتھ انصاف اور ان کے حقوق کے تحفظ کے دعویدار ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اس حسنِ عمل اور اعلیٰ درجے کی مثال کا عشرِ عشیر بھی پیش نہیں کر سکتے۔

ان تینوں نے اپنے ان بہترین اعمالِ صالحہ کے وسیلہ سے خدائے ذوالجلال کو پکارا اور اعلان کیا اے اللہ! ہم نے ان بہترین اعمالِ صالحہ کو صرف اور صرف تیری رضا کے حصول کی خاطر سرانجام دیا تھا۔ ان اعمال سے مقصود دُنیا، مصلحت یا جاہ و مال کا حصول نہ تھا۔ ان اعمالِ صالحہ کو پیش کر کے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھی کہ وہ ان کی اس مشکل کو دُور کر کے یقیناً غار کے جیل خانہ سے نجات بخشے گا؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا، ان کی اس مشکل کو دُور کر دیا، ان کے حسنِ ظن کو پورا کر دیا اور خرقِ عادت اس کرامت کا ظہور ہوا کہ تدریجاً تین مرحلوں میں غار کے منہ پر پڑا ہوا پتھر ہٹ گیا، حالانکہ دُعا سے قبل انہیں یقین ہو گیا تھا کہ بس اب پیامِ اجل آ گیا ہے ہمیں ہمارے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوبصورت قصہ سنایا ہے۔ یہ قصہ غیب کے خزانوں میں مخفی تھا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ قصہ اس لیے سنایا تاکہ ہم سابقہ انبیاء و مرسلین کے مثالی فرمانبرداروں کے مثالی اعمالِ صالحہ کو یاد کر کے ان کے نقشِ قدم پر چلیں، ان کے اخبار و واقعات سے سبق حاصل کریں اور نصیحت و عبرت پکڑیں کسی معترض کے لیے یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ اعمال تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل وقوع پذیر ہوئے تھے، لہٰذا یہ ہم پر منطبق نہیں ہو سکتے، کیونکہ علمِ اصول میں یہ بات راجح ہے کہ سابقہ لوگوں کی شریعت کے ہم مکلف نہیں ہیں، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس واقعہ کو مدح و ثناء، تعظیم اور ستائش کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ آپ کی طرف سے گویا یہ مشروعیت کا اقرار ہے، بلکہ اقرار سے بھی بڑھ کر، کیوں کہ انہوں نے اعمالِ صالحہ کو وسیلہ کے طور پر پیش کیا تھا اور اس طرح کی تعلیمات، توجیہات اور اغراض و مقاصد کے اعتبار سے آسمانی شریعتوں میں اشتراک ہے کوئی تفاوت نہیں۔ یہ شریعتیں ایک ہی چشمۂ صافی کا آبِ زُلال ہیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک ہی آفتاب کی کرنیں ہیں۔ خاص طور پر لوگوں کے تعلق باللہ کے اعتبار سے ان میں نہایت ہی قلیل اور شاذ و نادر اختلاف ہے۔ شریعتوں کا یہ اختلاف اور تغیر و تبدل بھی اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی حکمت کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے۔

نیک آدمی کی دُعا کا وسیلہ

وسیلہ کی اس قسم کی صورت یوں ہے کہ مثلاً کوئی مسلمان شدید تکلیف میں مبتلا ہو یا کسی بڑی مصیبت میں پھنس جائے اور اسے معلوم ہو کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی نافرمانی ہوئی ہے اور وہ چاہے کہ کسی قوی سبب کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے اور کسی ایسے آدمی کے پاس جائے جس کے بارے میں اس کا اعتقاد ہو کہ وہ صالح اور متقی ہے یا کتاب و سُنّت کا عالم اور صاحبِ علم و فضل ہے اور اس سے دُعا کا مطالبہ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو دُور کر دے اور غم و فکر سے اسے نجات دے دے، تو یہ بھی شرعی وسیلہ کی ایک قسم ہے۔ شریعتِ مطہرہ اس کی مشروعیت پر دلالت کناں ہے، وسیلہ کی اس نوعیت کی کئی مثالیں سنتِ شریفہ میں وارد ہوئی ہیں۔ حضراتِ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے بھی ہمیں اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی درج ذیل روایت ہے:

اَصَابَ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ (عَلَی الْمِنْبَرِ ۲/۲۲) قَائِمًا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ، قَامَ (وَفِیْ رِوَایَةٍ دَخَلَ ۲/۱۶) اَعْرَابِیٌّ (مِنْ اَهْلِ الْبَدْوِ ۲/۲۱) (مِنْ بَابٍ كَانَ وِجَاهَ الْمِنْبَرِ) (نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے۔ اسی دور کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اہلِ بادیہ میں سے ایک اعرابی اس دروازے سے اندر داخل ہوا جو منبر کے سامنے اور دار القضاء کی طرف تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت منبر پر کھڑے تھے، وہ بھی آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَائِمٌ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا ۲/۱۷) فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ (وَفِيْ رِوَايَةٍ هَلَكَ) الْعِيَالُ (وَمِنْ طَرِيْقٍ أُخْرٰى هَلَكَ الْكُرَاعُ وَهَلَكَ الشَّاءُ (وَفِيْ أُخْرٰى هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ) فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا (أَنْ يَسْقِيَنَا) (وَفِيْ أُخْرٰى يُغِيْثُنَا) فَرَفَعَ يَدَيْهِ يَدْعُوْ (حَتّٰى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطِهِ) (اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا) (وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَهُ يَدْعُوْنَ) وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ حَوَّلَ رِدَاءَهُ وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ۲/۱۸) وَ(لَا وَاللّٰهِ) مَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ (مِنْ سَحَابٍ وَّلَا) قَزَعَةٍ (وَلَا شَيْئًا وَّمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَّلَا دَارٍ) (وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ أَنَسٌ وَّإِنَّ السَّمَاءَ لَمِثْلُ الزُّجَاجَةِ) قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ

اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور اہل و عیال بھوکے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے ہیں لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا فرمائیے (کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے) آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع فرما دی، حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ (اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما، اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما، اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما) لوگوں نے بھی دعا کے لیے آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھا لیے تھے (اس میں راوی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ نے چادر بدلی تھی اور قبلہ کی طرف منہ کیا تھا) واللہ! ہم آسمان میں اس وقت کوئی بادل یا بادل کا ٹکڑا بھی نہ دیکھ رہے تھے۔ (اور نہ کچھ اور دیکھتے تھے اور نہ ہمارے اور سلع کے مابین اس وقت کوئی مکان یا گھر تھا) ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آسمان آئینہ کی طرح صاف شفاف تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَرَآئِهٖ سَحَابَةٌ مِّثْلَ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَآءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا وَضَعَهَا حَتّٰی ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مِّنْبَرِهٖ حَتّٰی رَاَیْتُ الْمَطَرَ یَنْحَادُ عَنْ لِحْیَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (وَفِیْ رِوَایَةٍ فَهَاجَتْ رِیْحٌ اَنْشَاَتْ سَحَابًا ثُمَّ اجْتَمَعَ ثُمَّ اَرْسَلَتِ السَّمَآءُ عَزَالِیَهَا وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلّٰی ۲/ ۱۹) (فَخَرَجْنَا نَخُوْضُ الْمَآءَ حَتّٰی اَتَیْنَا مَنَازِلَنَا) (وَفِیْ رِوَایَةٍ حَتّٰی مَا كَادَ الرَّجُلُ یَصِلُ اِلٰی مَنْزِلِهٖ ۷/ ۱۵۴) فَمُطِرْنَا یَوْمَنَا ذٰلِكَ وَمِنَ الْغَدِ بَعْدَ الْغَدِ وَالَّذِیْ یَلِیْهِ حَتَّی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی (مَا تَقْطُعُ رَحَتّٰی سَالَتْ مَثَاعِبُ الْمَدِیْنَةِ) (وَفِیْ رِوَایَةٍ فَلَا وَاللّٰهِ مَا رَاَیْنَا الشَّمْسَ سِتًّا) وَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْ

(اتنے میں آسمان پر ڈھال کی مانند بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہو گیا جو کہ آہستہ آہستہ سارے آسمان پر پھیل گیا اور پھر برسنے لگا) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آپ نے ابھی اپنے ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے مگر آسمان پر پہاڑوں کی مانند بادل نمودار ہو گئے اور پھر آپ ابھی تک اپنے منبر سے نیچے تشریف نہیں لائے تھے مگر میں نے آپ کی داڑھی مبارک سے بارش کے قطرے گرتے دیکھے (ایک روایت میں ہے کہ ہوا چلی جس سے بادل نمودار ہو گئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی (آپؐ منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور نماز پڑھائی)۔ ہم پانی میں چلتے چلتے اپنے گھر پہنچے (ایک روایت میں ہے کہ پانی اس قدر تھا کہ آدمی کے لیے گھر پہنچنا مشکل ہو رہا تھا) اس دن بارش ہوتی رہی، اگلے دن بھی اور اس سے اگلے دن بھی، حتیٰ کہ اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی (حتیٰ کہ مدینہ کی وادیاں بہنے لگیں) ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی قسم ہم نے چھ دن تک سورج نہ دیکھا) پھر وہی اعرابی یا کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَيْرُهُ (وَفِي رِوَايَةٍ ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا) فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ (وَفِي رِوَايَةٍ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ (وَفِي طَرِيْقٍ بَشَقَّ الْمُسَافِرُ وَمَنَعَ الطَّرِيْقَ) وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ (يَحْبِسْهُ) لَنَا فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ يَدَهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا (اَللّٰهُمَّ عَلَى رُؤُوْسِ الْجِبَالِ وَالْاٰكَامِ (وَالظِّرَابِ) وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ) فَمَا (جَعَلَ) يُشِيْرُ بِيَدِهٖ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّحَابِ إِلَّا انْفَرَجَتْ مِثْلَ الْحَوْبَةِ (وَفِي رِوَايَةٍ فَنَظَرْتُ إِلَى السَّحَابِ تَصَدَّعَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ

اور کھڑا ہوا (ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگلے جمعہ کو اسی دروازہ سے ایک شخص داخل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، وہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا) اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ مکانات گر گئے ہیں (ایک روایت میں ہے کہ گھر گر گئے، راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے ہیں، (ایک روایت میں ہے کہ مسافر رُک گئے اور راستہ مسدود ہو گیا ہے) اور مال غرق ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیے کہ وہ بارش کو روک لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دُعا کی اللہ! ہمارے اردگرد بارش برسا اور ہم پر نہ برسا اے اللہ! پہاڑوں کی چوٹیوں پر، ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر، وادیوں میں اور جنگلوں میں بارش برسا۔ آپ جس طرف بھی ہاتھ سے اشارہ فرماتے، بادل گول دائرے کی صورت میں پھٹ جاتا، (ایک روایت میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ بادل دائیں بائیں سے مدینہ سے چھٹ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا) (كَأَنَّهُ إِكْلِيْلٌ)
(وَفِيْ أُخْرٰى فَانْجَابَتْ) عَنِ
الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ)
(يُمْطِرُ مَا حَوَالَيْنَا وَلَا يُمْطَرُ
فِيْهَا شَيْئٌ (وَفِيْ طَرِيْقِ قَطْرَةٌ)
(وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ)
(يُرِيْهِمِ اللّٰهُ كَرَامَةَ نَبِيِّهٖ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِجَابَةَ
دَعْوَتِهٖ) وَسَالَ الْوَادِيْ (وَادِيْ)
قَنَاةٍ شَهْرًا، وَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِّنْ
نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجُوْدِ۔ [1]

رہے تھے گویا تاج کی مانند ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ بادل کپڑے کی مانند لپیٹا جا رہا تھا' ارد گرد بارش ہو رہی تھی' لیکن مدینہ میں ایک قطرہ بھی نہیں گر رہا تھا ہم دھوپ میں چلنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے نبی کا معجزہ اور اُن کی دُعا کی مقبولیت کا نظارہ دکھایا — وادیٔ قناۃ ایک ماہ تک بہتی رہی اور جس طرف سے جو بھی آیا' اس نے بتایا کہ بارش ہوئی ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قحط کے زمانہ میں حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) بن عبدالمطلب سے بارش کی دُعا کا مطالبہ کرتے اور خود یہ دُعا پڑھتے:

---

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ میں نے صحیح بخاری کا جو اختصار کیا ہے' اس میں بھی اس حدیث کو اسی طرح لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ۱/۲۲۴ — ۲۲۶ نمبر ۹۷۴ یعنی اس کے مختلف طرق و روایات جو مختلف مقامات پر تھے' انہیں جمع کر کے لکھا گیا ہے۔ "یہ مختصر صحیح بخاری" تدریجاً طبع ہو گی' ابھی تک اس کی صرف پہلی جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔ اُمید ہے اللہ تعالیٰ باقی جلدوں کی طباعت بھی آسان کر دے گا اور جلد ہی یہ کام اتمام پذیر ہو گا۔ اس میں بہت سے فوائد اور نفیس تعلیقات ہیں' جن سے کوئی طالب علم یا راغبِ فقہ مستغنی نہیں ہو سکتا۔ صحیح بخاری ۲/۳۹۸، ۷/۶۲، طبقات ابن سعد ۴/۲۸-۲۹ مختصر البخاری میں یہ روایت ۵۳۶ کے تحت ملاحظہ فرمایئے!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسُقِیْنَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا۔

اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے بارش طلب کرتے تھے تو تُو ہمیں بارش دے دیتا تھا، اب ہم اپنے نبی کے چچا کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں پس تو ہمیں بارش دے۔!

تو اللہ تعالیٰ انہیں بارش دے دیتے تھے۔ آپ کی دُعا کا مفہوم یہ تھا کہ اے اللہ! جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقیدِ حیات تھے، تو ہم آپ کی جناب کا قصد کرتے اور آپ سے مطالبہ کرتے کہ ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ آپ کی دُعا کے ساتھ ہم تیری بارگاہ کا تقرب حاصل کرتے، لیکن اب آپ چونکہ رفیقِ اعلیٰ کے پاس پہنچ چکے ہیں اور اب ممکن نہیں ہے کہ ہمارے لیے دُعا فرمائیں، لہٰذا ہم آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ ہمارے لیے دُعا کریں۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیدِ حیات تھے، تو وہ یہ دُعا کرتے تھے "اے اللہ! ہمیں بجاہِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارش دے" اور اب آپ کے وصال کے بعد اس طرح دُعا کرنے لگے ہوں کہ "اے اللہ! بجاہِ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بارش نازل فرما" کیونکہ اس طرح کی دُعا تو بدعت ہوگی، جس کا کتاب و سُنّت میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ سلف صالح میں سے کسی نے بھی دُعا کے اس انداز کو اختیار نہیں فرمایا جیسا کہ ہم انشاء اللہ عنقریب اسے کسی قدر شرح و بسط سے بیان کریں گے!

نیک لوگوں سے دُعا کے ساتھ وسیلہ کی مثال کے طور پر اس روایت کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے جسے حافظ ابن عساکرؒ نے (اپنی تاریخ میں ۱۸/۱۵۱/۱) جلیل القدر تابعی حضرت سلیم بن عامر خبائریؒ سے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ قحط کا زمانہ تھا اور

لہ حافظ عسقلانی نے "الاصابہ" ۳/۶۲۴ میں ذکر فرمایا ہے کہ اس واقعہ کو امام ابوزرعہ دمشقی اور یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں صحیح سند کے ساتھ سلیم بن عامر سے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارش نہیں ہو رہی تھی کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور اہل دمشق استسقاء کے لیے باہر نکلے۔ حضرت معاویہؓ جب منبر پر بیٹھے، تو آپ نے فرمایا: "یزید بن اسود جرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں آواز دی، تو وہ فوراً حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے انہیں منبر پر بٹھا دیا اور خود اُن کے پاؤں کے پاس بیٹھ گئے اور یہ کہا کہ "اے اللہ! آج ہم میں سے جو بہتر اور افضل ہے، اسے لے کر تیرے دربار میں حاضر ہوئے ہیں۔ اے اللہ! ہم سفارش کے لیے یزید بن اسود جرشی کو لائے ہیں۔" اور پھر کہا: اے یزید! ہاتھ اٹھاؤ اور اللہ سے دُعا کرو۔" یزید نے ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے اور دعا شروع کر دی۔ اب تھوڑی دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ مغرب کی جانب سے ڈھال کی مانند ایک بادل نمودار ہوا، ہوا چلنے لگی اور ابھی تک لوگ گھروں میں بھی نہ پہنچنے پائے تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔

یہ بھی ابن عساکر ہی نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ضحاک بن قیس لوگوں کے ساتھ استسقاء کے لیے باہر نکلے، تو انہوں نے بھی یزید بن اسود سے کہا: اے اللہ کے سامنے بکثرت گریہ وزاری کرنے والے! کھڑے ہو کر دُعا کیجیے۔" ایک روایت میں ہے کہ ابھی تین بار ہی دُعا کی تھی کہ اس قدر شدت سے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی کہ خدشہ پیدا ہو گیا کہ لوگ کہیں غرق ہی نہ ہو جائیں۔

تو غور فرمائیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ نہیں پکڑا، بلکہ ایک نیک آدمی حضرت یزید بن اسودؓ سے مطالبہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ بارش نازل فرما دے، چنانچہ انہوں نے دُعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا، اسی طرح ضحاک بن قیس کے عہدِ حکومت میں بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔

مذکورہ تین صورتوں کے سوا باقی صورتیں باطل ہیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سابقہ بحث سے آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ شرعی وسیلہ جس پر کتاب وسنّت کے نصوص دلالت کُناں ہیں جس پر سلف صالح کا عمل ہے اور جس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اس کی درج ذیل تین صورتیں ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حُسنیٰ میں سے کسی اسمِ پاک یا کسی صفتِ حمیدہ کے ساتھ وسیلہ

۲۔ دُعا کرنے والا اپنے کسی عملِ صالح کو وسیلہ کے طور پر پیش کرے۔

۳۔ کسی نیک آدمی کی دُعا کے ساتھ وسیلہ۔

ان تین کے سوا وسیلہ کی باقی صورتوں میں اختلاف ہے۔ اس مسئلہ میں ہمارا دین و اعتقادیہ ہے کہ وہ ناجائز اور غیر مشروع ہیں، کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے جس کے ساتھ حجت پکڑی جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء محققین ان کا انکار کرتے چلے آئے ہیں۔ البتہ بعض صورتوں کے بعض ائمہ کرام، جواز کے قائل بھی ہیں، مثلاً امام احمدؒ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ وسیلہ کے جواز کے قائل ہیں اور امام شوکانیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء کرام اور صالحین کے ساتھ وسیلہ کے جواز کے قائل ہیں، لیکن ہم ——— جیسا کہ اختلافی مسائل میں ہمارا معمول ہے ——— دلیل کو لے کر چلیں گے، دلیل ہی کو تسلیم کریں گے شخصی تعصب سے کام نہ لیں گے، بلکہ صرف حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں گے؛ چنانچہ مسئلہ وسیلہ کے بارہ میں ہماری رائے یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حق کی پشتیبانی ان لوگوں کو نصیب ہے جو مخلوق کے ساتھ وسیلہ کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اسے جائز قرار دینے والوں کے پاس کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔ ہمارا ان سے مطالبہ ہے کہ وہ جواز کے لیے کتاب وسنّت سے کوئی صحیح اور صریح نص پیش کریں، لیکن افسوس کہ ان کے پاس کتاب وسنّت سے کوئی دلیل نہیں، بلکہ ان کے پاس تو صرف چند شبہات اور احتمالات ہیں، جن کی ہم عنقریب تردید کریں گے۔

قرآن کریم میں بڑی کثرت کے ساتھ دعائیں وارد ہیں، ان میں سے کسی دُعا میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی کسی کی جاہ، حرمت، حق اور قدر و منزلت کے وسیلہ کا ذکر نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہاں چند دعائیں ذکر کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ہمیں دعا سکھاتے ہوئے اور راہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ ۖ وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَآ ۚ أَنتَ مَوْلَىٰنَا فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ۝ [۱]

اے پروردگار اگر ہم سے بھول یا چوک ہوگئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجیو، اے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو، جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے پروردگار جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو اور (اے پروردگار) ہمارے گناہوں سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب فرما۔

(۲) رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ۝ [۲]

اے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشیو اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو۔

(۳) فَقَالُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ۝ [۳]

تو وہ بولے کہ ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالموں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال اور اپنی رحمت سے قوم کفار سے نجات بخش۔

(۴) وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ

اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے

---

[۱] سورۃ البقرۃ ۲۸۶ [۲] ایضاً ۲۰۱ [۳] سورۃ یونس ۸۵-۸۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	پروردگار اس شہر کو (لوگوں کے لیے) امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ۔
رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔ [1]	اے پروردگار مجھ کو (ایسی توفیق عطا) کر کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش) اے پروردگار میری دعا قبول فرما۔ اے پروردگار حساب (کتاب) کے دن مجھ کو اور میرے ماں باپ اور مومنوں کی مغفرت کیجیو۔

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہ دعا ذکر فرمائی:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۔ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ ۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۔ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۔ [2]	کہا میرے پروردگار (اس کام کے لیے) میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ بات سمجھ لیں۔

(۶) ایک دعا، اپنے نیک بندوں کی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ذکر فرمائی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۔ [3]	اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھیو کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔

یہ اور قرآن کریم کی دیگر دعائیں ملاحظہ فرمائیے، جن میں سے بعض تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں تعلیم فرمائی ہیں اور بعض اپنے انبیاء و مرسلین عظام یا اپنے نیک بندوں اور اولیاء کرام

---

[1] سورۃ ابراہیم ۳۵ - ۴۱ [2] سورۃ طٰہٰ ۲۵ - ۲۸ [3] سورۃ الفرقان ۶۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دُعائیں ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے کسی دُعا میں بھی ہرگز ہرگز اس بدعتی وسیلہ کا ذکر نہیں ہے جسے یہ متعصب لوگ اختیار کرتے ہیں یا جس کے بارے میں یہ مخالفین ہم سے جھگڑتے ہیں۔

قرآن کریم کے بعد جب ہم سنتِ شریفہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تاکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دعاؤں کو ملاحظہ کریں، جو ربِ کائنات نے آپ کے لیے پسند فرمائی ہیں، آپ کو تعلیم فرمائی ہیں اور ہماری ان پاک دعاؤں کے فضل و شرف اور حسن و جمال کی طرف راہنمائی فرمائی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ مقدس دُعائیں بھی قرآن حکیم کی دعاؤں کے عین مطابق ہیں اور اس بدعتی اور من گھڑت وسیلہ سے پاک ہیں، چنانچہ ہم یہاں سرورِ دُنیا و دیں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور مقدس دعاؤں میں سے چند ایک پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

(۱) سب سے پہلے ہم آپ کی مشہور دُعائے استخارہ پیش کرتے ہیں۔ یہ دُعا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو اس قدر اہتمام سے سکھایا کرتے تھے جیسے قرآن مجید کی تعلیم اہتمام سے دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرو تو یہ دُعا پڑھو

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُ لَكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَالُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ	اے اللہ! میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے خیر کا سوال کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ قدرت حاصل کرتا ہوں، تجھ سے تیرے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں۔ بیشک تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کو جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو اس امر کو میرے لیے، میرے دین، معاش، انجامِ کار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ۔[1]

جلد اور بدیر ہر اعتبار سے بہتر جانتا ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرما دے میرے لیے آسان بنا دے اور پھر میرے لیے اس میں برکت ڈال دے اور اگر تو اس امر کو میرے لیے، میرے دین، معاش، انجام کار، جلد اور بدیر ہر اعتبار سے بُرا جانتا ہے، تو اسے مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دُور کر دے اور خیر کو میرے مقدر میں کر دے، خواہ وہ جہاں کہیں بھی ہو، پھر مجھے اس کے ساتھ راضی کر دے۔

(۲) اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَاشِیْ ـــــــ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ زِیَادَةً لِّیْ فِیْ كُلِّ خَیْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّیْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ۔[2]

اے اللہ! میرے لیے میرے دین کو درست فرما دے جو کہ مجھے گناہوں سے بچانے والا ہے اور میرے لیے میری دنیا کو درست فرما دے جس میں میری معاش ہے اور میرے لیے میری آخرت کو دُرست فرما دے جس میں میری معاد ہے۔ زندگی کو میرے لیے ہر خیر میں اضافے کا باعث بنا دے اور موت کو میرے لیے ہر شر سے راحت کا ذریعہ بنا دے۔

---

[1] صحیح بخاری، نیز ملاحظہ فرمائیے "مختصر البخاری" نمبر ۶۰۵

[2] صحیح مسلم، "الروض النضیر" نمبر ۱۱۱۲ میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبِ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِّيْ وَ تَوَفَّنِيْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِّيْ۔ [۱]	اے اللہ! اپنے علمِ غیب اور مخلوق پر قدرت کے ساتھ جب تک تو میرے لیے زندگی کو بہتر سمجھے، زندہ رکھ اور جب تو موت کو میرے لیے بہتر سمجھے، تو مجھے فوت کر لے۔
(۴) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی۔ [۲]	اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفت اور دولت مندی کا سوال کرتا ہوں۔
(۵) اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُ بِهٖ جَنَّتَكَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [۳]	اے اللہ! اپنی خشیت میں سے اتنا حصہ ہمیں عطا فرما دے جس کے ساتھ تو ہمارے اور اپنی معاصی کے درمیان حائل ہو جائے اور اپنی اطاعت کا اتنا حصہ عطا فرما جس کے ساتھ تو ہمیں اپنی جنت تک پہنچا دے
(۶) اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ وَمُحَمَّدٍ نَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ۔ [۴]	اے جبریل، میکائیل، اسرافیل اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب ہم تجھ سے جہنم کی آگ کی پناہ چاہتے ہیں۔

[۱] نسائی نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ "الکلم الطیب" میں نمبر ۱۰۵ کے تحت اس کی تخریج موجود ہے۔ [۲] صحیح مسلم اور تخریج کے لیے ملاحظہ فرمائیے: "تخریج فقہ السیرۃ" نمبر ۴۸۱
[۳] ترمذی، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن ہے اور فی الواقع حسن ہی ہے۔ اس تمام دعاء کو مع تخریج، الکلم الطیب نمبر ۲۲۵ میں ملاحظہ فرمائیے [۴] حاکم، طبرانی، اس کی سند حسن لغیرہ ہے، جیسا کہ میں نے "السلسلۃ الصحیحۃ" نمبر ۱۵۴۴ میں بیان کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت میں اس طرح کی دعاؤں کی مثالیں بکثرت ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی ایک دُعا بھی ثابت نہیں ہے جس میں اس بدعتی وسیلہ کا ذکر ہو جسے ہمارے مخالفین استعمال کرتے ہیں۔

عجیب بات یہ کہ یہ لوگ وسیلہ کی ان تمام مذکورہ صورتوں سے اعراض کرتے ہیں، جو شرعی طور پر ثابت ہیں، ان میں سے کسی قسم کو بھی اپنی دعاؤں میں استعمال نہیں کرتے اور نہ اس کی لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں، حالانکہ یہ کتاب وسُنّت اور اجماعِ اُمّت سے ثابت ہے اس کے بجائے یہ لوگ ایسی دُعائیں کرتے ہیں جنہیں ایجاد کیا گیا ہے، ایسے وسیلے اختیار کرتے ہیں جو بدعت ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ عزّوجلّ نے بالکل مشروع قرار نہیں دیا اور نہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیا ہے اور نہ اصحابِ قرونِ ثلاثہ اور اس امّت کے سلف سے منقول ہیں۔ اس مسئلہ میں کم سے کم جو کہا سکتا ہے وہ یہ کہ یہ صورتیں مختلف فیہ ضرور ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے:

اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی	بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے بدلے
بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ[1]	ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو؟

جلیل القدر تابعی حضرت حسّان بن عطیہ محاربیؒ نے جو یہ فرمایا تھا،

"جو قوم اپنے دین میں کسی بدعت کو ایجاد کرلے، تو اللہ تعالیٰ انہیں اسی کی مثل ایک سنت سے محروم کر دیتا ہے اور پھر قیامت تک اس سنت کو ان کی طرف واپس نہیں لوٹائے گا۔"[2]

اِن کے طرزِ عمل کو دیکھ کر اُن کے ارشاد کی صداقت کا ہم عملی مشاہدہ کر رہے ہیں۔

ہم ان بدعتی وسیلوں کے انکار میں متفرد نہیں ہیں، بلکہ ہم سے پہلے بڑے بڑے ائمہ کرام اور علمائے عظام بھی اس کے انکار میں سبقت فرما چکے ہیں مشہور فقہی مذاہب میں سے

---

[1] سورۃ البقرۃ ۶۱ [2] دارمی ۱/ ۷۵ - اس کی سند صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض مذاہب کا یہی خیال ہے؛ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب بھی یہی ہے، چنانچہ "درمختار" ۲/۶۳۰ ــــــ جو کہ حنفی مکتبِ فکر کی مشہور ترین کتاب ہے ــــــ میں ہے:

امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کو پکارے، مگر اللہ ہی کے نام کے ساتھ اور دُعا کرے، تو صرف وہ جس کا اذن دیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ "اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں، تو اُس کو اُسی کے ناموں سے پکارا کرو۔"

"فتاویٰ ہندیہ" ۵/۲۸۰ میں بھی اسی طرح موجود ہے۔ قدوری[1] نے فقہ کی اپنی بڑی کتاب جو کہ "شرح الکرخی" کے نام سے موسوم ہے، کے "باب الکراہۃ" میں ذکر کیا ہے:

"بشر بن ولید نے کہا کہ ہمیں امام ابویوسف نے بیان کیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پکارے، مگر اسی کے نام کے ساتھ! اور میں یہ مکروہ سمجھتا ہوں کہ کوئی یہ کہے کہ اے اللہ! میں تیرے عرش کی عزت والی گرہوں کے وسیلہ سے تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں ــ یا یہ کہے کہ میں تیری مخلوق کے حق کے واسطے سے تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں ــ امام ابویوسف کا بھی یہی قول ہے، لیکن امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ عرش کی عزت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، لہٰذا میں اسے مکروہ نہیں سمجھتا، البتہ یہ مکروہ سمجھتا ہوں کہ کسی کے حق، انبیاء و مُرسلین کرام کے حق یا بیت الحرام و مشعر الحرام کے حق سے دُعا کی جائے۔ امام قدوریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

---

[1] آپ کا نام ابوالحسن احمد بن محمد بن جعفر بن حمدان ہے، فقیہہ ہیں اور علامہ خطیب بغدادیؒ کے کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ۳۶۲ھ میں ولادت اور ۴۲۸ھ میں وفات ہوئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مخلوق کا واسطہ دے کر سوال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے، لہٰذا بالاتفاق سوال کرنے کی یہ صورت ناجائز ہے۔"

امام ابن تیمیہؒ نے "القاعدۃ الجلیلۃ" میں یہ بیان فرمایا ہے اور زبیدی نے "شرح الاحیاء" ۲/ ۲۸۵ میں لکھا ہے:

"امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین یہ مکروہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص یوں دعا کرے کہ اے اللہ! میں تجھ سے فلاں کے حق یا انبیاء و مرسلین کے حق یا بیت الحرام کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق نہیں ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ یہ بھی مکروہ سمجھتے ہیں کہ کوئی یوں دعا کرے: "اے اللہ! میں تیرے عرش کی گرہوں کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں" لیکن امام ابویوسفؒ کو جب اس سلسلہ میں "اثر" پہنچا، تو انہوں نے اسے جائز قرار دے دیا تھا۔" [1]

---

[1] میں نے یہ نقول اس لیے کثرت سے ذکر کی ہیں کیونکہ بہت سے متعصب حنفی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سے یہ قول صحت کے ساتھ منقول نہیں ہے، اگر یہ قول صحت کے ساتھ ثابت نہیں ہے، تو پھر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ کتب فقہ میں امام صاحب کی طرف منسوب کوئی قول بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ کسی بھی عالم فقیہہ سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ حنفی کتب میں ائمہ حنفیہ کے اقوال نقل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

عجیب بات یہ کہ جب ان حضرات کو امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول پیش کر کے جواب دیا جاتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم پر اس قول کی پابندی لازم نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث کے مخالف ہے اور حدیث سے (ان کے گمان کے مطابق) یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غیر اللہ کے وسیلہ سے پکارنا جائز ہے جیسا کہ حدیث اصحاب غار اور حدیث بریدہ سے ثابت ہوتا ہے، یہ دونوں حدیثیں قبل ازیں ذکر کی جا چکی ہیں، ملاحظہ فرمائیے ص

لیکن یہ لوگ ان احادیث کی غلط تفسیر کرتے ہیں، یہاں امام صاحبؒ کی مخالفت کر رہے ہیں، حالانکہ یہ کانوں تک تقلید میں ڈوبے ہوئے ہیں اور حدیث خواہ کتنی ہی صحیح الاسناد اور صریح الدلالت ہو (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ یہ "اثر" جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، باطل ہے اور صحیح نہیں ہے۔ ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب "الموضوعات" میں اسے ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے،

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) جب ان کے مذہب کے خلاف ہو تو پھر اس حدیث سے اعراض کر لیتے ہیں، لیکن اب نہ معلوم کہ یہ اپنے معروف طریقے کو خیر باد کہہ کر ہمارے انداز کو کیوں اپنا رہے ہیں؟ نہ معلوم یہ تناقض ہے یا غفلت یا پھر یہ کہ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ (زبانوں سے وہ کہہ رہے ہیں جو دلوں میں نہیں ہے) اور اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اس حق کی تردید کریں جس کے بارے میں ان کے امام کی طرف سے بھی نص موجود ہے۔ امام صاحب کی یہ لوگ اس مسئلہ میں مخالفت کر رہے ہیں، کیونکہ یہ ہمارے عقیدہ کے موافق ہے، یعنی اس سے غیر اللہ کے ساتھ وسیلہ کی نفی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسم پاک یا اس کی صفاتِ حمیدہ میں سے کسی صفت کے ساتھ وسیلہ کا اثبات ہوتا ہے۔

اے کاش! کہ یہ لوگ اپنی ساری فقہ میں یہ طرز اور انداز اختیار کر لیں کہ یہ صحیح احادیث پر عمل کریں گے اور پھر ہم ان سے دسیوں بلکہ سینکڑوں احادیثِ مبارکہ صحیحہ کے مطابق عمل کا مطالبہ کریں، جن کی یہ اپنے مذہب میں ہمیشہ مخالفت کرتے ہیں اور پھر معلوم ہوگا کہ اتباعِ حق میں یہ ہمارے ساتھ ہیں یا صرف اس وقت حدیث کے مطابق عمل اور اپنے مذہب کی مخالفت کرتے ہیں۔ جب ان کی ذاتی اغراض اور خواہشاتِ نفس کا یہ تقاضا ہو اور جب اغراض و خواہشات کا یہ تقاضا نہ ہو تو پھر حدیث کی مخالفت اور اپنے مذہب کی اتباع کرتے ہیں۔

اب رہا ان کا حدیثِ غار اور حدیثِ بریدہ سے استدلال تو وہ مردود ہے، کیونکہ ان دونوں احادیث میں تو عملِ صالح کے ساتھ وسیلہ کی صراحت ہے۔ حدیثِ بریدہ میں شہادتِ توحید اور حدیثِ غار میں والدین پاکدامنی اور عفت اور مزدور کے ساتھ حسنِ سلوک جیسے اعمالِ صالحہ سے وسیلہ کا ثبوت ملتا ہے اور ہم قبل ازیں اعمالِ صالحہ کے ساتھ وسیلہ کے بارے میں لکھ آئے ہیں کہ یہ جائز ہے اور ہم نے امام ابوحنیفہؒ کے سابقہ قول کے بارے میں قطعاً تعصب سے کام نہیں لیا جس سے وسیلہ کی اس نوع کی نفی ہوتی ہے، لیکن ہم اس وقت امام صاحب کے قول کو قطعاً اہمیت نہ دیں گے، جب وہ حدیث کے مخالف ہوگا، کیونکہ ہمارے نزدیک حدیث امام کے قول سے مقدم ہے اور ظاہری طور پر ہمارے اور مقلدین کے درمیان یہی اختلاف ہے۔ واللہ اعلم بما یکتمون۔ اعمالِ صالحہ کو وسیلے کے طور پر پیش کرنے کا نام انہوں نے یہ جو۔ اللہ تعالیٰ کو غیر کے ساتھ پکارنا رکھ دیا ہے، تو یہ ان کی باطل تدلیس ہے اور سراسر مغالطہ ہے جو عقل والوں پر مخفی نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بلاشک وشبہ یہ حدیث موضوع ہے۔"

حافظ زیلعیؒ نے "نصب الرایہ" ۵/۲۷۲ میں اسے موضوع قرار دیا ہے، لہٰذا اس اثر کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جا سکتی اور اگر قائل کے قول:

اسئالك بمعاقد العز — میں تجھ سے تیرے عرش کی گرہوں

من عرشك — کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔

سے مُراد اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ وسیلہ پکڑنا ہے، تو یہ تو شرعی وسیلہ ہے جیسا کہ دیگر دلائل سے ثابت ہے اور اس بات کی ضرورت ہی نہیں کہ اس موضوع حدیث سے استدلال کیا جائے۔ ابن اثیرؒ لکھتے ہیں کہ اس جملے کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ سے ان صفات کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، جن کے باعث عرش عزت کا مستحق ہوا ہے یا "معاقد" سے مراد عرش کے منعقد ہونے کے مواضع ہیں اور اس کا حقیقی معنی عزتِ عرش ہے — اصحاب ابی حنیفہ دُعا میں اس لفظ کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

گویا اس شرح کے پہلے معنی کے اعتبار سے وہ صفات مراد ہیں، جن کے باعث عرشِ الٰہی عزت کا مستحق ٹھہرا اور یہ صفاتِ باری میں سے ایک صفت کے ساتھ وسیلہ ہے اور یہ جائز ہے اور دوسرے معنی یعنی عرش کے عزت کے مقامات سے گویا مخلوق کے ساتھ وسیلہ ہے جو کہ ناجائز ہے۔ الغرض معنی کوئی بھی ہو، جب یہ حدیث صحت کے ساتھ ثابت ہی نہیں تو یہ اس بات کی مستحق ہی نہیں کہ اس پر زیادہ بحث کی جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی فصل

اعتراضات اور اُن کے جوابات

ہمارے مخالفین اس موضوع سے متعلق بعض اعتراضات و شبہات وارد کرتے رہتے ہیں تاکہ اپنی غلط رائے کو تقویت پہنچائیں، عوام کو اس کی صحت کا یقین دلائیں اور معاملے کو خلط ملط کر دیں۔ ہم یہاں ان کے تمام اعتراضات کو ایک ایک کر کے ذکر کرتے ہیں اور پھر علمی انداز میں ان کے جواب دیں گے جو کہ ان شاء اللہ تسلی بخش ہوں گے۔ سابقہ فصل کی بحث کی تائید کریں گے۔ ہر مخلص و منصف شخص کے لیے باعث اطمینان ہوں گے اور ہر باطل افتراء کی قلعی کھول دیں گے۔ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک سے توفیق کا سوال ہے اور اسی سے ہم مدد کے خواست گار ہیں۔

پہلا شبہ:

حضرت عمرؓ کی حضرت عباسؓ سے بارش کی دُعا کی درخواست

یہ لوگ اشخاص کے جاہ، حرمت اور حق کے ساتھ وسیلہ کے جواز کے لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو بطور حجت پیش کرتے ہیں جو قبل ازیں ذکر کی جا چکی ہے اور جس میں مذکور ہے:

"قحط کے زمانے میں حضرت عمرؓ بن خطاب، حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے بارش کی درخواست کرتے اور خود یہ دُعا کرتے کہ اے اللہ! ہم پہلے تیرے نبی کا وسیلہ پیش کرتے تھے، تو تو بارش نازل فرما دیتا تھا، اب ہم تیرے نبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے چچا کے وسیلہ کو پیش کرتے ہیں۔ پس تو ہمیں بارش عنایت فرما ــــــ؛
چنانچہ بارش ہو جاتی تھی۔" [1]

تو یہ لوگ اس حدیث سے یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا وسیلہ حضرت عباسؓ کے جاہ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے تقرب کے ساتھ تھا۔ نیز وسیلہ صرف یہ تھا کہ اپنی دعا میں انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے یہ مطالبہ کیا کہ ان کی بدولت بارش نازل فرما دے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کے اس فعل سے اتفاق کیا، لہٰذا بزعم خود ان کا مدعا ثابت ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت عباسؓ کا وسیلہ کیوں پیش کیا؟ اس کا سبب یہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں تاکہ فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول کے ساتھ وسیلہ کے جواز کو پیش کیا جا سکے۔

ان کا یہ فہم ناقص اور تفسیر مردود ہے جس کے کئی وجوہ و اسباب ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ اسلامی شریعت کے اہم ترین قواعد و ضوابط میں سے یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ نصوصِ شرعیہ ایک دوسرے کی توضیح و تشریح کرتی ہیں۔ کسی ایک موضوع کی ایک نص کو دیگر نصوص سے الگ تھلگ کر کے بات کو سمجھنا درست نہیں؛ چنانچہ اس قاعدہ کی روشنی میں حدیثِ عمرؓ کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ وسیلہ سے متعلق وارد شدہ تمام آیات و احادیث کو پیش نظر رکھ کر اسے سمجھیں۔ ہم اور ہمارے مخالف اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کنا نتوسل الیک بنبینا اور وانا نتوسل الیک بعم نبینا کے درمیان کچھ کلام محذوف ہے اور یہ کلام مخالفین کے بقول جاہ اور ہمارے بقول دعا ہے تو ان دو میں سے کسی ایک کو تسلیم کیے بغیر چارہ کار نہیں تاکہ کلام کو وضاحت کے ساتھ سمجھا جا سکے، لیکن ان دو میں سے ہم کیسے صحیح تسلیم کرتے ہیں؟ اس کے لیے ہمیں سنت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور یہ دیکھنا پڑے گا کہ صحابہ کرامؓ آنحضرت

---

[1] صحیح بخاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ کیسے وسیلہ پکڑا کرتے تھے ۔۔؟

گویا ہمیں معلوم یہ کرنا ہے کہ قحط سالی کے ایام اور بارش نہ ہونے کے دنوں میں صحابہ کرامؓ کا کیا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر یا کسی دوسری جگہ جمع ہو کر جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف فرما نہ ہوں، یہ دُعا کرتے تھے ؛

"اے اللہ! ہم تیرے نبی محمدؐ، اُن کی حرمت اور ان کے مقام کی رفعت کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ بارش نازل فرما۔"

یا حضرات صحابہ کرامؓ کا معمول یہ تھا کہ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر یہ درخواست کرتے کہ آپ دُعا فرمائیں، آپ دعا فرماتے اور اللہ تعالیٰ بارش نازل فرما دیتے ؟

ان میں سے پہلے احتمال کا سنتِ نبویہ اور عملِ صحابہؓ سے قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا، اور ہمارے مخالفین میں سے کوئی بھی اس قسم کی کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتا کہ صحابہ کرامؓ نے اپنی دُعاؤں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی ذکر کیا ہو اور پھر آپ کے حق اور قدر و منزلت کے وسیلہ سے حسبِ منشا دُعا کی ہو، بلکہ جسے ہم بکثرت پاتے ہیں اور جس سے کتبِ سُنّت بھری پڑی ہیں، وہ امرِ ثانی ہے یعنی صحابہ کرام کے وسیلہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی ضرورت پیش آتی یا کوئی مصیبت نازل ہوتی، تو وہ بارگاہِ نبوّت میں حاضری دیتے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کرتے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں یعنی حضراتِ صحابہ کرامؓ، حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور وسیلہ پیش کرتے تھے اور اسی طرف ارشادِ باری تعالیٰ نے راہنمائی کی تھی ؛

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ	اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھتے تھے،
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ	اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش
لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ	مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے بخشش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَوَّابًا رَّحِيمًا ۝ [1] طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا اور مہربان پاتے

اسی طرح اس کی مثال حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت بھی ہے، جو ابھی ابھی پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے جس میں مذکور ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن ایک اعرابی مسجدِ نبوی میں آیا، جبکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس شخص نے تنگیٔ احوال، خشک سالی اور مال مویشی کی ہلاکت کا ذکر کر کے درخواست کی کہ آپ دُعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ نجات کا سامان مہیا فرما دیں، چنانچہ آپ نے جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ [2]

(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں، تمہاری تکلیف ان پر گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مؤمنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔

فوراً اپنے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنے کے لیے ہاتھ اُٹھا دیئے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دُعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا، اپنے بندوں پر رحم فرمایا، بارانِ رحمت نازل فرمائی اور مُردہ و تباہ حال شہر کو زندگی و شادابی بخش دی۔

دوسرے جمعہ میں بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ یہی اعرابی یا کوئی دوسرا آیا اور راستوں کے منقطع ہونے، مکانوں کے گرنے اور مال و مویشی کی ہلاکت کا ذکر کر کے عرض کرنے لگا کہ آپ دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ بارش کو روک دے، چنانچہ آپ نے دُعا فرمائی اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے بھی شرفِ پذیرائی بخشا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں نے سرکارِ دوجہاں

---

[1] سورۃ النساء ۶۴ [2] سورۃ التوبۃ ۱۲۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں قحط سالی کی شکایت کی، تو آپ نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم دیا اور ایک دن مقرر فرما دیا تاکہ سب لوگ وہاں حاضر ہوں۔ سورج طلوع ہونے کے بعد آپ وہاں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر، اللہ تعالیٰ کی تکبیر و تحمید کے بعد ارشاد فرمانے لگے:

انکم شکوتم جدب دیارکم	تم نے اپنے علاقوں کی قحط سالی اور عرصہ
واستئخار المطر عن ابان	دراز سے بارش نہ ہونے کا شکوہ کیا ہے۔
زمانہ عنکم وقد امرکم	اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اس سے دعا
اللہ ان تدعوہ ووعدکم	کرو اور اس نے تم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ
ان یستجیب لکم [1]	تمہاری دعا کو قبول فرمائے گا۔

اس حدیث پاک میں آگے مذکور ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی، نمازِ استسقاء پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قدر بارش نازل فرمائی حتیٰ کہ ندی نالے بہہ نکلے اور لوگ جلد جلد گھروں کی طرف جانے لگے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا، تو آپ خوب خوب تبسم فرمانے لگے اور پھر آپ نے فرمایا:

اشھد ان اللہ علی کل	میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر
شیئ قدیر وانی عبداللہ	قادر ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور
ورسولہ۔	اُس کا رسول ہوں۔

یہ اور ان جیسی دیگر احادیثِ مبارکہ جن کا تعلق عہدِ رسالت اور دورِ صحابہ کرام سے ہے، اس قدر وضاحت و صراحت پیش کر رہی ہیں کہ کسی قسم کے جنگ و جدال اور شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین کے ساتھ وسیلہ کی صورت

[1] ابوداؤد (۱۱۷۳) امام ابوداؤد نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث غریب اور اس کی سند جید ہے اور بات ایسے ہی ہے، جبکہ محدثین کی ایک جماعت نے اسے صحیح بھی کہا ہے، اس کا بیان صحیح ابوداؤد ۱۰۶۴ میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس پر سلف صالح عمل پیرا تھے۔ یہ تھی کہ وسیلہ پیش کرنے والا اس شخصیت کے پاس آتا، جس کے وسیلہ کو پیش کرنا مقصود ہوتا اور اس کے سامنے عرضِ احوال کے بعد دُعا کی درخواست کرتا تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت و حاجت کو پورا فرما دے، وہ دُعا کرتے اور اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت سے سرفراز فرماتے۔

۲۔ ہم نے وسیلہ کا یہ جو معنی بیان کیا ہے، لوگوں کی زندگی اور استعمال میں یہی معنی متداول ہے، مثلاً جب کسی انسان کو کسی رئیس، کسی ادارہ کے سربراہ یا کسی حاکم سے کوئی کام ہوتا ہے، تو وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کرتا ہے جو اسے جانتا ہو اور پھر اُس کے پاس جا کر گفتگو کرتا ہے اور اپنی ضرورت پیش کرتا ہے اور پھر یہ شخص اس کی ضرورت و حاجت کو رئیس، سربراہ یا حاکم وغیرہ کے سامنے پیش کرتا ہے جو اکثر و بیشتر اسے پورا کر دیا کرتا ہے پس یہی ہے وسیلہ کی وہ صورت جو زمانۂ قدیم سے آج تک عربوں کے ہاں معروف ہے، یعنی جب کوئی یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کی خدمت میں وسیلہ پیش کیا ہے، تو اُس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اُس نے کسی دوسرے انسان سے بات کی ہے تاکہ وہ اس کی ضرورت و حاجت کے بارے میں پہلے شخص سے گفتگو کرے۔ اس سے یہ کوئی ہرگز نہیں سمجھتا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے پہلے شخص کے پاس جا کر یہ کہا ہے کہ فلاں انسان کا تم پر جو حق ہے اور اس کا تمہارے پاس جو مقام و مرتبہ ہے، اس کے وسیلہ سے کہتا ہوں کہ میرے کام کو کر دو۔

اسی طرح جب ہم اللہ عزّ وجل کی خدمت میں کسی نیک انسان کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، تو اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اس نیک انسان کی ذات، جاہ اور حق کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، بلکہ اس کی دُعا، اللہ تعالیٰ کی طرف تضرّع اور ان کی اللہ تعالیٰ سے فریاد رسی کو بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں، اور یہی معنی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول اللّٰھمّ انا کنّا نتوسّل الیک بنبینا فتسقینا کے کہ اے اللہ! جب بارش نہ ہوتی تھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر دُعا کی درخواست کرتے، آپ دعا فرماتے اور اے اللہ تو ہمیں بارش عطا کر دیتا۔

۳ اس کی مزید تاکید و تشریح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام کے اس جملہ سے ہوتی ہے کہ "وانا نتوسل بعم نبینا فاسقنا" یعنی اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دُعا کا مطالبہ کر رہے ہیں تاکہ اے اللہ تو بارش نازل فرما دے۔

غور فرمایئے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کے بجائے حضرت عباسؓ کے وسیلہ کو کیوں اختیار فرمایا، حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا شان و مقام خواہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، لیکن اسے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے شان و مقام سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ اس لیے کیا، کیونکہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے ساتھ وسیلہ پیش کرنا ناممکن تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ کے رفیقِ اعلیٰ کی طرف انتقال کے بعد وہ آپ کے پاس جاکر عرضِ احوال کرتے۔ دُعا کا مطالبہ کرتے اور آپ کی دُعا پر آمین کہتے، کیونکہ اب آپ ایک ایسے مقام پر منتقل ہو چکے تھے، جس کے حالات دُنیا کے احوال و ظروف سے مختلف ہیں اور جن کی کیفیت و حقیقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ آپ سے دُعا، اور شفاعت کا مطالبہ کرتے، کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ	اور اس کے پیچھے برزخ ہے (جہاں وہ)
بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ	اس دن تک کہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں
يُبْعَثُوْنَ ۝ [1]	گے (رہیں گے)

اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کہ خالصتہً عربی تھے شرفِ صحبت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرف تھے۔ اکثر حالات میں آپ کے ساتھ رہے۔ معرفتِ نبوت سے بہرہ ور تھے، دین کا مکمل فہم رکھتے تھے اور قرآن مجید متعدد بار آپ کی موافقت میں نازل ہوا ـــــ وسیلے کا وہ ذریعہ اختیار کیا جو کہ ممکن تھا، یعنی انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا جو کہ ایک طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت رکھتے تھے اور دوسری طرف نیکی، تقویٰ اور دین داری کے اعتبار سے بھی نہایت بلند مقام پر فائز تھے، لہذا انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ بارش کی دُعا فرمائیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ وسیلہ ممکن ہوتا، تو حضرت عمرؓ یا کسی دوسرے کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ آپ کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کرتے اور پھر اس پر سب صحابہ کرامؓ کا اتفاق کرنا بھی ناموزوں ہوتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے وسیلہ کو اختیار کرنا ایسا ہی ہے، جیسے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی اقتدار میں نماز ادا کی جائے۔ صحابہ کرامؓ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کی عظمت و رفعت کے اس قدر شناسا تھے کہ کسی دوسرے کو اتنی شناسائی نصیب ہو نہیں سکتی۔ اس بات کی مزید وضاحت ہمیں اس حدیث سے ملتی ہے جسے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے ہاں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ مؤذن نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ نماز پڑھائیں تو میں اقامت کہوں؛ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانی شروع کر دی۔ صحابہ کرامؓ نماز میں مصروف تھے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور آگے پہنچ کر صف میں کھڑے ہو گئے، لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں، لیکن حضرت ابوبکرؓ (نماز میں اس قدر مستغرق تھے کہ کسی دوسری طرف) متوجہ ہی نہ ہوتے تھے، لیکن جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے بکثرت تالیاں بجائیں، تو پھر آپ نے توجہ کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا۔ آپ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے اور نماز پڑھانی شروع کر دی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: "ابوبکرؓ جب میں نے تمہیں حکم دیا تھا، تو پھر کیوں نہ تم اپنی جگہ پر رہے؟" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "ابن ابی قحافہ کے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔" [1]

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کے استمرار سے اتفاق نہیں فرمایا جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی موجودگی میں اور آپ کے حکم کے باوصف اپنے لیے یہ پسند نہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں، لیکن یہ کیوں؟ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، ادب اور حق و فضل کی معرفت کے باعث تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں حضرات صحابہ کرامؓ نے نماز شروع کر لی، لیکن آپ کی تشریف آوری کے بعد دوسرے کی اقتداء کو گوارا نہ کیا، لہٰذا اگر ممکن ہوتا، تو وفات کے بعد آپ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ وسیلے کو ترک نہ فرماتے اور غیر کے وسیلے کو اختیار نہ کرتے؟ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امامت کرانے کو تسلیم نہ کیا، اسی طرح یہ بدیہی بات ہے کہ اگر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ (اگر ممکن تھا تو) کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ کو اختیار کر رہے ہوتے، تو وہ بھی کبھی گوارا نہ فرماتے۔

تنبیہ: یہ حدیث شریف ایک دوسرے زاویۂ نگاہ سے ان لوگوں کے فکر کی کجی

---

[1] مختصر صحیح البخاری ۳۷۶، مسلم مع شرح النووی ۴/ ۱۴۵ - ۱۴۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بھی دلالت کرتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہی طرح اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ کی اقتدار کے بجائے کسی دوسرے کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی کیا کوئی معقول وجہ ہے؟ کیونکہ وہ تو مقام و مرتبہ اور شرف وفضل کے اعتبار سے آپ کی خاکِ پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس پر کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ آپ نے فرمایا ہے:

انا فی قبری حی	مَیں اپنی قبر میں زندہ وسلامت ہوں،
طری من سلم علی	جو مجھے سلام کہے، مَیں اس کے سلام کا
سلمت علیہ۔	جواب دیتا ہوں۔

لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ آپ اپنی قبر شریف میں فی الواقع اسی طرح زندہ ہیں جیسے ہماری دنیا کی زندگی ہے، اگر ہم آپ سے وسیلہ طلب کریں، تو آپ ہماری درخواست کو قبول فرمائیں گے، لہٰذا ہمارا مقصود حاصل ہو جائے گا اور ہماری خواہش پوری ہو جائے گی۔ پس آپ کی وفات سے قبل اور بعد کی حالت وکیفیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کوئی شخص یہ اعتراض کرنے کی جرأت ہرگز نہ کرے، کیونکہ یہ اعتراض سرد و اعتبار سے مردود ہے۔ ایک تو حدیث کے اعتبار سے، کیونکہ مذکورہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بالکل ثابت نہیں۔ کتبِ حدیث میں "طری" کے لفظ کا بالکل وجود نہیں ہے، البتہ اس معنیٰ و مفہوم کی چند احادیثِ صحیحہ ثابت ہیں، مثلاً:

(۱) اِن من افضل ایامکم	تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن
یوم الجمعۃ، فیہ خلق اٰدم	جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم
وفیہ قبض وفیہ النفخۃ	پیدا ہوئے اور اسی دن فوت ہوئے،
وفیہ الصعقۃ فاکثروا	اسی دن میں نفخ (صور) ہوگا۔ اسی دن
علی الصلاۃ فیہ فان	صعقہ ہوگا، لہٰذا اس دن تم مجھ پر بکثرت درود

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلاتکم معروضة علیّ قالوا یارسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیک و أرمت ؟ قال یقولون بلیت قال انّ اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء[1]

پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ کا جسد اطہر بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام قرار دیا ہے۔

(۲) الانبیاء، احیاء فی قبورھم یصلّون۔[2]

انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔

(۳) مررت لیلة اسری بی علی موسیٰ قائمًا یصلّی فی قبرہ۔[3]

میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(۴) انّ للہ ملائکة سیاحین یبلغون عن امتی السلام[4]

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں چلتے پھرتے رہتے ہیں اور مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

اور دوسرے یہ اعتراض فقہی اعتبار سے بھی مردود ہے، کیونکہ حضور سرور کائنات

---

[1] سنن ابوداؤد (۱۰۴۷) سنن نسائی، اس کے راوی حضرت اوس بن اوس ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔ ملاحظہ فرمایئے مشکوٰۃ (۱۳۶۱) [2] ابویعلیٰ، بزار، راوی انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں اور سند صحیح ہے۔ میری کتاب "سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ" (۶۲) میں اس کی تخریج کی گئی ہے [3] احمد، مسلم، نسائی بروایت حضرت انس بن مالکؓ [4] نسائی، دارمی، ابن حبان، حاکم (۲/۲۱) بروایت ابن مسعود۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ذہبی و ابن حبان نے امام حاکم کی تائید کی ہے اور ان ائمہ حدیث کی یہ بات درست ہے۔ تخریج المشکوٰۃ (۹۲۴) اور فضل الصلاۃ علی النبی (۲۱) میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کی زندگی، وفات سے قبل کی زندگی سے مختلف ہے۔ دنیا کے قوانین کے تابع نہیں۔ دُنیا میں تو انسان کھاتا پیتا ہے، سانس لیتا ہے اور شادی کرتا ہے اور نقل وحرکت اور بول وبراز کرتا ہے، بیمار ہوتا ہے، گفتگو کرتا ہے لیکن یہ کوئی انسان ثابت نہیں کر سکتا کہ موت کے بعد کسی کو حتیٰ کہ انبیاء کرام کو اور حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ امور پیش آتے ہوں۔

اس بات کی مزید تاکید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کا بہت سے مسائل میں اختلاف ہوا، لیکن کسی کے دل میں کبھی یہ خیال نہ آیا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس جا کر مختلف فیہ مسائل میں آپ سے مشورہ کر لے اور درست بات معلوم کر لے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کو یہ خیال کیوں نہ آیا؟ جواب بہت ہی واضح ہے اور وہ یہ کہ سب حضرات صحابہ کرامؓ یہ جانتے تھے کہ آپ کا تعلق دنیا کی زندگی سے منقطع ہو چکا ہے اور اب آپ پر دنیوی احوال منطبق نہیں ہوتے، یعنی وہ یہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ کو وہ مکمل زندگی حاصل ہے جو برزخ میں کسی انسان کو حاصل ہو سکتی ہے، لیکن یہ مخصوص زندگی ہے جو دنیا کی زندگی سے بالکل مشابہت نہیں رکھتی۔ شاید آپ کا یہ ارشاد بھی اس طرف اشارہ کر رہا ہے۔

ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام [1]	جو بھی مجھ پر سلام بھیجے گا، تو اللہ تعالیٰ میری رُوح کو لوٹا دیں گے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں۔

بہر حال برزخی زندگی کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، لہذا برزخی یا اُخروی زندگی کو دنیوی زندگی پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ ایک

---

[1] ابوداؤد بروایت ابی ہریرۃ اور بسند حسن۔ اس کی تخریج میری کتاب "الاحادیث الصحیحۃ" (۲۲۶۶) اور "الاحادیث الضعیفۃ" ۲/۵ میں موجود ہے۔ نیز ملاحظہ فرمایئے "نقد الکتانی" ۴ اور "صحیح ابی داؤد" ۱۷۷۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی پر دوسری زندگی کے احکام منطبق کیے جاسکیں، بلکہ ہر ایک کی شکل خاص ہے اور حکم معین، مشابہت صرف نام کی ہے۔ باقی رہی حقیقت تو اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس وضاحت کے بعد ہم پھر اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں اور اپنے مخالفین (جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے وسیلہ پکڑنے والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں) کی تردید میں یہ عرض کریں گے کہ ان کا یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ بجائے حضرت عباسؓ کے وسیلہ کو اس لیے اختیار کیا تھا کہ اس بات کو بیان کیا جاسکے کہ فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول کا وسیلہ اختیار کرنا جائز ہے، یہ انتہائی مضحکہ خیز اور عجیب توجیہ ہے۔ حضرت عمرؓ یا صحابہ کرامؓ میں سے کسی کے دل میں یہ فقہی موشگافی کیسے کھٹک سکتی تھی، جبکہ وہ یہ ملاحظہ فرما رہے تھے کہ لوگ قحط اور خشک سالی کے باعث نہایت شدید تکلیف میں مبتلا ہیں، بھوک اور پیاس کی شدت کے باعث موت کے کنارے پہنچ چکے ہیں۔ پانی کی قلت، مویشیوں کی ہلاکت اور زمین کی بربادی وبے آبادی کے باعث صورتِ حال اس قدر ابتر تھی کہ اس سال کو عام الرمادہ (تباہی وبربادی کا سال) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، تو ان ابتر حالات میں ان کے قلوب میں یہ فلسفیانہ موشگافی اور فقہی شوشہ کیسے آسکتا تھا کہ وہ دعائیں وسیلۂ کبریٰ یعنی نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ وسیلہ ـــــ کو چھوڑ کر وسیلۂ صغریٰ اختیار کرتے؟ کیا انہوں نے حضرت عباسؓ کے وسیلہ کو اس لیے اختیار کیا کہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول کا وسیلہ اختیار کرنا بھی جائز ہے؟ یا بات یہ تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ وسیلہ کو جائز ہی نہ سمجھتے تھے۔

یہ بات معلوم ہے اور روزمرہ مشاہدہ کی ہے کہ انسان جب کسی مشکل سے دوچار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے تو وہ اس مشکل کے حل کے لیے قوی سے قوی تر وسیلہ کو اختیار کرتا ہے اور دوسرے وسائل کو آسانی کے اوقات کے لیے رکھ چھوڑتا ہے اور اس بات کو جاہل و مشرک لوگ بھی بخوبی سمجھتے تھے، کیونکہ وہ آسانی کے اوقات میں تو اپنے بتوں کو پکارتے تھے، لیکن مشکل کے وقت انہیں چھوڑ کر صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کو پکارتے تھے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ[1]

پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں، تو اللہ کو پکارتے (اور) خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں، لیکن جب وہ اُن کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان فطری طور پر مشکلات و شدائد اور قحط سالیوں کے وقت قوتِ عظمیٰ اور وسیلۂ کبریٰ کو اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے اور امن و آسانی کے اوقات میں چھوٹے چھوٹے وسائل اختیار کرنے پر اکتفا کر لیتا ہے اور آسانی کے اوقات میں ممکن ہے کہ انسان کے دل میں یہ خیال آجائے اور وہ اس مفروضہ فقہی موشگافی کو بیان کرنے کے لیے فاضل کو چھوڑ کر مفضول کے وسیلہ کو اختیار کرے۔ ان کے اس شبہ کے جواب میں ہم ایک اور عرض کریں گے اور وہ یہ کہ مانا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فقہی حکم کو بیان کرنے کے لیے ایسا کیا، لیکن کیا حضرت معاویہؓ اور ضحاک بن قیسؓ کے دل میں بھی یہی خیال آیا تھا۔ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے تابعی جلیل حضرت یزید بن اسود جرشیؒ کے وسیلہ کو اختیار کیا تھا؟ یقینی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کی یہ فقہی موشگافی امرِ محال اور تکلف کے سوا کچھ بھی نہیں!

---

[1] العنکبوت: ۶۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ کو اختیار کرنے والی اس حدیث میں ایک ایسی بات ملاحظہ کرتے ہیں، جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ یہ کہ "جب بھی قحط سالی کا عالم ہوتا، حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے بارش کے لیے دُعا کا مطالبہ کرتے۔" یہ الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ ایک دفعہ نہیں، بلکہ کئی دفعہ ایسا ہوا تو یہ الفاظ بھی ان لوگوں کے خلاف ایک نہایت مضبوط دلیل ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول کے وسیلہ کو جائز بتلانے کے لیے ایسا کیا تھا۔ اگر صرف یہ سمجھانا ہی مقصود ہوتا، تو ایک دفعہ ایسا کرنا کافی تھا، لیکن بار بار ایسا کرنے سے جو بات واضح ہوتی ہے، وہ اہلِ علم و انصاف سے مخفی نہیں ہے۔

۵۔ بعض روایاتِ صحیحہ نے حضرت عمرؓ کے مذکورہ کلام اور آپ کے مقصود کی وضاحت کر دی ہے، مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "فتح الباری" (۳/۱۵۰) میں لکھا ہے کہ زبیر بن بکار نے "انساب" میں اس واقعہ کے سلسلہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دُعا کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

اللّٰھمّ انہٗ لم ینزل	اے اللہ! ہر بلا گناہ کی وجہ سے نازل ہوتی
بلاء الا بذنب ولم یکشف	ہے اور توبہ سے دُور ہوتی ہے۔ میری قوم
الا بتوبۃ وقد توجہ القوم	تیرے نبی سے قربت کے باعث میری طرف
بی الیک لمکانی من نبیک	متوجہ ہوئی ہے تاکہ تجھ سے دُعا کی جائے۔
وھٰذہ ایدینا الیک	یہ ہمارے گناہگار ہاتھ تیرے سامنے پھیلے ہوئے ہیں
بالذنوب ونواصینا الیک	جبکہ ہماری پیشانیاں توبہ کے باعث جھکی ہوئی
بالتوبۃ فاسقنا الغیث۔	ہیں۔ اے اللہ! تو ہمیں بارش عطا فرما دے۔

راوی کا بیان ہے کہ فوراً آسمان پر پہاڑوں جیسے بادل نمودار ہوئے، موسلا دھار بارش شروع ہو گئی جس سے زمین سرسبز و شاداب ہو گئی اور لوگوں میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اس حدیث سے کئی امور ثابت ہوئے، مثلاً،

اوّل: یہ کہ وسیلہ حضرت عباسؓ کی دُعا کے ساتھ تھا۔ ذات کے ساتھ نہیں تھا، جیسا کہ زبیر بن بکار وغیرہ نے صراحت کر دی ہے اور اس طرح ان لوگوں کی زبردست تردید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا وسیلہ حضرت عباسؓ کی دُعا کے ساتھ نہیں، بلکہ ذات کے ساتھ تھا۔ اگر یہ بات درست ہوتی، تو اس بات کی ضرورت نہ تھی کہ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عباسؓ کھڑے ہوتے اور نئی دُعا کرتے۔

دوم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صراحت فرمائی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں آپ کے وسیلہ کو اختیار کرتے تھے اور اب آپ کے چچا حضرت عباسؓ کے وسیلہ کو اختیار کر رہے ہیں۔ گویا دونوں وقت وسیلہ کی نوعیت ایک ہی تھی اور یہ واضح ہو چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وسیلہ آپ سے طلبِ دُعا تھا، تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ بھی مبنی بر دُعا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وسیلہ دُعا کے ساتھ تھا، اس کی دلیل اسماعیلی کی وہ صریح روایت ہے جو انہوں نے "مستخرج علی الصحیح" میں بیان کی ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں:

کانوا اذا قحطوا علی	جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں
عهد النبی صلی اللہ علیہ	لوگ قحط میں مبتلا ہوتے، تو حضور نبی اکرم
وسلم استسقوا بہ	صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعا کا مطالبہ کرتے،
فیستسقی لهم فیسقون	آپ بارش کے لیے دعا فرماتے تو اللہ تعالیٰ
فلما کان فی	بارش نازل فرما دیتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ کا
امارۃ عمر۔	دورِ امارت تھا۔

تو اس کے بعد امام اسماعیلی نے حدیث کے وہ الفاظ نقل فرمائے ہیں جو میں قبل ازیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فتح الباری" (۲/ ۳۹۹) کے حوالہ سے ذکر کر چکا ہوں۔ حدیث کے الفاظ فیستسقی لھم کے الفاظ اس بات پر نہایت صراحت کے ساتھ دلالت کناں ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے دُعا کرتے تھے۔" نہایہ ابن اثیرؒ میں ہے کہ "الاستسقاء" باب استفعال کا مصدر ہے۔ اس کے معنی طلبِ بارش کے ہیں، یعنی یہ طلب کرنا کہ بلاد و عباد پر بارش نازل ہو۔ عربی میں کہا جاتا ہے: "سقی اللہ عبادہ الغیث واسقاھم۔ سقیا اسم ہے۔ واستسقیت فلانا کے معنی یہ ہیں کہ میں نے فلاں انسان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ مجھے پانی پلائے۔

جب یہ واضح ہو گیا تو روایت کے الفاظ استسقوا بہ کے معنی یہ ہوئے کہ وہ آپ کی دُعا کے ساتھ بارش طلب کرتے تھے۔ اسی طرح پہلی روایت کے الفاظ کنّا نتوسّل الیك بنبیّنا کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! ہم قبل ازیں اپنے نبی کی دعا کا وسیلہ پیش کرتے تھے۔ ان تمام روایات و احادیث کے مجموعہ سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

سوم: اگر حضرت عمرؓ کا وسیلہ حضرت عباسؓ کی ذات و جاہ کے ساتھ ہوتا تو آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے وسیلہ کو ترک نہ فرماتے۔ حضرت عمرؓ کا یہ عمل اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ آپ اور دیگر صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ وسیلہ کو جائز تصور نہیں کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے بعد سلف صالح کا عمل بھی اسی طرح رہا جیسے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اور حضرت ضحاکؒ سے ثابت ہے کہ انہوں نے یزید بن اسود جرشیؒ کے وسیلہ کو اختیار کیا تھا، یعنی ان سے دُعا کا مطالبہ کیا تھا گویا ان دونوں واقعات میں صراحت و وضاحت کے ساتھ دعا کا ذکر موجود ہے۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ وسیلہ جائز ہوتا، تو یہ کیسے ممکن تھا کہ یہ سب کے سب حضرات آپ کی ذاتِ اقدس کے وسیلہ کے ترک کرنے پر اتفاق کر لیتے، خصوصاً جبکہ حضرت عباسؓ کی دُعا کے بجائے آپ کی ذاتِ اقدس کا وسیلہ افضل تھا تو سلف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صالح کے اس عمل سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے اسے ترک اس لیے کیا کہ یہ جائز اور معقول ہی نہ تھا، بلکہ ان کا اجماع اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ وسیلہ مذکورہ شرعی طور پر جائز نہیں، ورنہ وہ افضل کے بجائے ادنیٰ کو کیوں اختیار کرتے۔؟

ایک اعتراض اور اس کا جواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے وسیلہ کو کیوں ترک کیا تھا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے "مصباح الزجاجۃ فی فوائد قضاء الحاجۃ" کے مصنف نے (ص ۲۵ پر) جو یہ لکھا ہے:

"حضرت عمرؓ کو نابینا آدمی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ وسیلہ پکڑنے والی حدیث نہیں پہنچی تھی اور اگر پہنچی ہوتی تو وہ یقیناً آپ ہی کا وسیلہ اختیار کرتے۔"

تو یہ جواب کئی وجوہ سے باطل ہے،

اوّل: یہ کہ نابینا آدمی والی حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے جس پر حضرت عمرؓ والی حدیث یعنی اس سے بھی توسّل بالدّعاء ثابت ہوتا ہے۔ توسّل بالذّات نہیں جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا، نیز آگے بھی اس کا بیان آئے گا۔

دوم: حضرت عمرؓ کا توسّل مخفی نہیں، بلکہ جہری تھا اور سب لوگوں کے سامنے تھا۔ حاضرین میں مہاجرین و انصار میں سے کبار صحابہ کرام تشریف فرما تھے۔ اگر یہ حدیث حضرت عمرؓ پر مخفی تھی، تو کیا ان سب عظیم المرتبت حضرات صحابہ کرامؓ کو بھی اس کا علم نہ تھا؟

سوم: جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا کہ حضرت عمرؓ نے اس وسیلہ کا کئی بار اعادہ فرمایا۔ جب بھی اہلِ مدینہ کسی خطرے میں مبتلا ہوتے یا جب بھی بارش کی ضرورت ہوتی تو حضرت عمرؓ اسی طرح کیا کرتے تھے جیسا کہ اس پر لفظ "کان" دلالت کرتا ہے جو کہ حضرت انسؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مروی سابقہ حدیث کے اس جملہ میں موجود ہے،

ان عمر کان اذا قحطوا استسقی بالعبّاس	جب بھی لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ سے بارش کی دعاء کی درخواست کرتے۔

ابن عباسؓ نے بھی حضرت عمرؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے، جیسا کہ ابن عبدالبرؒ نے "الاستیعاب" (۳/۹۸) میں ذکر فرمایا ہے۔ فرض کیا کہ حضرت عمرؓ پر یہ بات پہلی دفعہ مخفی رہی، تو کیا بعد میں بھی ہر دفعہ مخفی رہی، جبکہ آپ کے پاس مہاجرین و انصار موجود تھے اور وہ خاموش تھے اور حدیثِ ضریر (نابینا) کو پیش نہیں کرتے تھے؟ واللہ! یہ جواب اس بات کو متضمن ہے کہ سب صحابہ کرامؓ پر یہ الزام لگایا جائے کہ وہ حدیثِ ضریر سے مطلقاً واقف نہ تھے یا کم از کم یہ بات توسّل بالذات کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ پہلی بات تو بالکل واضح طور پر باطل ہے، دوسری بات صحیح ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ کو یہ معلوم ہوتا کہ حدیثِ ضریر ان کے اس فرضی وسیلہ پر دلالت کرتی ہے تو وہ کبھی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے وسیلہ کو ترک کر کے حضرت عباسؓ کی دعاء کے وسیلہ کو اختیار نہ کرتے، جیسا کہ ہم قبل ازیں بھی یہ بیان کر چکے ہیں۔

چہارم: صرف حضرت عمرؓ نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے وسیلہ کو چھوڑ کر دعاء کے وسیلہ کو اختیار نہیں کیا، بلکہ حضرت معاویہ بن سفیانؓ نے بھی ایسا ہی کیا، یعنی انہوں نے یزید بن اسودؓ کی دعا کے ساتھ وسیلہ پکڑا۔ ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار نہیں کیا، حالانکہ ان کے پاس بھی صحابہ کرامؓ اور جلیل القدر تابعینؒ کی ایک جماعت موجود تھی، تو کیا حضرت معاویہؓ اور آپ کے رفقاء بھی حدیثِ ضریر کو نہ جانتے تھے؟ اسی طرح ضحاک بن قیسؒ نے جو یزید (بن اسود) کا وسیلہ اختیار کیا، اس کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا۔

"صاحب المصباح" نے ایک اور بھی جواب دیا ہے اور بعض بے توفیق متعصب اور مخالف لوگوں نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی ہے اور وہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا جو وسیلہ اختیار کیا تھا، تو اس سے آپ کا ارادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار تھا، یعنی آپ جو حضرت عباسؓ کی عزت و توقیر کیا کرتے تھے تو حضرت عمرؓ نے بھی آپ کے اعزاز و اکرام کے پیش نظر ایسے کیا تھا؛ چنانچہ حضرت عمرؓ سے اس کی صراحت بھی منقول ہے اور وہ اس طرح کہ زبیر بن بکار نے (الانساب) میں داؤد بن عطاء، زید بن اسلم، ابن عمرؓ کی سند کے ساتھ روایت ذکر کی ہے:

استسقی عمر بن خطاب عام الرمادة بالعباس بن عبد المطلب فخطب عمر فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یری للعباس ما یری الولد للوالد فاقتدوا ایها الناس برسول الله صلی الله علیه وسلم واتخذوه وسیلةً الی الله ....."

قحط والے سال حضرت عمرؓ بن خطاب نے حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے ساتھ استسقاء کیا۔ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباسؓ کو وہ مقام و مرتبہ دیتے تھے جو بیٹا، باپ کو دیتا ہے، تو اے لوگو! تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرو اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ کے طور پر پیش کرو۔

اسے بلاذری نے بھی ہشام بن سعد، زید بن اسلم، عن ابیہ کی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس کا جواب بھی کئی طریقوں سے دیا جا سکتا ہے:

اوّل: ہم اس روایت کی صحت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں، کیونکہ اس کی سند میں داؤد بن عطاء مدنی ضعیف ہے جیسا کہ "التقریب" میں ہے۔ اس روایت کو حاکم (۳/۳۳۴) نے بھی زبیر بن بکار عن داؤد بن عطاء سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور سکوت اختیار کیا ہے، لیکن علامہ ذہبیؒ نے تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ داؤد متروک ہے اور پھر عرض کرتا ہوں کہ داؤد سے روایت کرنے والے ساعدہ بن عبید اللہ مزنی کا مجھے کہیں تذکرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ملا اور پھر سند میں بھی اضطراب ہے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اسے ہشام بن سعد نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے اور انہوں نے ابن عمرؓ کے بجائے "عن ابیہ" کہا ہے، اگرچہ ہشام، داؤد سے زیادہ ثقہ ہیں، لیکن ہمیں ان کے سیاق کا علم نہیں ہو سکا تاکہ ہم یہ دیکھ سکتے کہ آیا ان کے بعد ان کے اس سیاق میں داؤد کی مخالفت ہے یا نہیں۔ "المصباح" میں اس سند کے ذکر کرنے کے بعد انہوں نے جو بہ کا لفظ ذکر کیا ہے۔ اس سے آپ دھوکے میں مبتلا نہ ہوں کہ اس سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سندوں کا سیاق ایک ہی ہے، کیونکہ انہوں نے "بلاذری" کے حوالے سے جو ذکر کیا ہے۔ اس کے مأخذ "فتح الباری" میں بہ نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے فتح الباری (۲/ ۳۹۹)

دوم: اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ اس سبب پر دلالت کرتی ہے جس کے باعث حضرت عمرؓ نے دوسرے صحابہ کرامؓ کے بجائے حضرت عباسؓ کے وسیلہ کو اختیار کیا، یہ روایت ہرگز ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بجائے حضرت عباسؓ کی ذات کے وسیلہ کو اختیار کیا تھا، کیونکہ ہم بالبداہت یہ جانتے ہیں کہ جب لوگ قحطِ شدید میں مبتلا ہوں اور کسی کا وسیلہ اختیار کرنا چاہیں، تو وہ اس شخص سے ہرگز بے اعتنا نہیں ہو سکتے جس کی دعا، اجابت اور رحمتِ خداوندی کے زیادہ سے زیادہ قریب ہو۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی بے پناہ مشکل میں مبتلا ہو اور اس کے سامنے ایک نبی ہو اور دوسرا غیر نبی اور وہ دعا کا طالب ہو تو یقیناً وہ نبی ہی سے دعا کی درخواست کرے گا اور اگر وہ نبی کو چھوڑ کر غیر نبی سے دعا کی درخواست کرے گا، تو جاہلوں اور گناہگاروں میں سے ہو جائے گا، لہٰذا غور فرمائیے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ وسیلہ جائز ہوتا، تو یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ آپ کے بجائے غیر کے وسیلہ کو اختیار کرتے، حالانکہ مخالفین کے نزدیک بھی حضرت عباسؓ یا دیگر صلحاء کے بجائے آپ کا وسیلہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدرجہا افضل و اعلیٰ ہے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ عمل کئی بار ثابت ہے جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے۔ آپ نے ایک بار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے وسیلہ کو اختیار نہیں کیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے اور کسی سے بھی حضرت عمرؓ کے عمل کے خلاف منقول نہیں، بلکہ حضرت معاویہؓ اور ان کے رفقاء کا عمل بھی اسی کے مطابق تھا کہ انہوں نے جلیل القدر تابعی حضرت یزید بن اسود کی دُعا کا وسیلہ اختیار کیا تھا، تو کیا ان کا وسیلہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کے باعث تھا۔

سچ اور حق بات یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ آپ کی حیاتِ طیبہ میں آپ کے علاوہ کسی دوسرے کے وسیلہ کو اختیار نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کی حیاتِ طیبہ کے بعد جب صحابہ کرامؓ کا عمل شدائد و مصائب کے موقعہ پر آپ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ ترکِ وسیلہ تھا۔ تو یہ اس بات کی بہت بڑی اور واضح دلیل ہے کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ وسیلہ شرعی طور پر جائز نہیں ہے۔ اگر جائز ہوتا، تو مختلف حوادث و واقعات کے موقعہ پر صحابہ کرامؓ سے یقیناً منقول ہوتا، کیونکہ وہ آپ سے نہایت شدید محبت رکھتے تھے اور بے پناہ تعظیم کرتے تھے، لیکن جب صحابہ کرامؓ سے ایک بار بھی منقول نہیں، تو ثابت ہوا کہ یہ شرعی طور پر جائز نہیں، بلکہ صحیح روایات کی روشنی میں ثابت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آپ کی ذاتِ پاک کے وسیلہ کو اختیار کرنے کے بجائے صلحاء کی دعاؤں کے وسیلہ کو اختیار کیا۔

04736

دوسرا شبہہ ـــــ حدیثِ ضریر

اب ہم جبکہ حضرت عمرؓ کے حضرت عباسؓ کے وسیلہ کو اختیار کرنے والی حدیث پر بحث سے فارغ ہو چکے ہیں اور ثابت کر چکے ہیں کہ یہ حدیث مخالفین کے حق میں نہیں بلکہ ان کے خلاف ہے، تو اب ہم حدیثِ ضریر کی تحقیق کرتے ہیں اور یہ جائزہ لیتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی و مفہوم کیا ہے؟ اور کیا یہ حدیث مخالفین کے حق میں ہے یا یہ بھی ان کے خلاف ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمدؒ اور کئی دیگر محدثین کرام نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف سے روایت نقل کی ہے کہ ایک نابینا شخص حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا،

ادع الله ان يعافيني فقال ان شئت دعوت لك وان شئت اخرت ذاك فهو خير (وفي رواية وان شئت صبرت فهو خير لك) فقال ادعه فأمره أن يتوضاء فيحسن وضوءه فيصلي ركعتين ويدعو بهذا الدعاء اللهم انّي اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبي الرحمة يا محمد انّي توجهت بك الى ربي في حاجتي هذه فتقضى لي اللهم فشفعه فيّ (وشفعني فيه) قال ففعل الرجل فبرأ۔ [1]

آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمایئے کہ مجھے عافیت بخشے۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دُعا کر دیتا ہوں اور اگر چاہو تو دُعا کو مؤخر کر دیتا ہوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا (اور ایک روایت میں ہے کہ اگر تم صبر کرو، تو تمہارے لیے بہتر ہوگا) اس نے عرض کیا کہ آپ دُعا فرمائیں۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ نہایت اچھے طریقے سے وضو کرے دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دُعا مانگے کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تیرے ساتھ اپنے رب کی طرف، اپنی اس حاجت کے سلسلہ میں متوجہ ہوتا ہوں، تو میری اس حاجت کو پورا کر دے۔ اے اللہ! اپنے نبی کی میرے بارے سفارش قبول فرما اور میری سفارش اپنے نبی کے بارے قبول فرما، اس نے اسی طرح کیا تو وہ تندرست ہو گیا۔

[1] حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے ہمارے مخالفین استدلال کرتے ہیں کہ یہ دُعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر صُلحاء کی حُرمت و جاہ کے ساتھ وسیلے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا آدمی کو یہ سکھایا کہ وہ دُعا میں آپ کا وسیلہ پیش کرے، چنانچہ جب اس نابینا آدمی نے اس طرح دعا کی تو اس کی بینائی واپس لوٹ آئی۔

(حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) مُسند ۴/ ۱۳۸، ترمذی بشرح التحفۃ ۴/ + ۲۸۱-۲۸۲، ابن ماجہ ۱/ ۴۱۸، طبرانی کبیر ۳/ ۲/ ۲، حاکم ۱/ ۳۱۳، سب نے عثمان بن عمر (جو کہ احمد کے شیخ ہیں) کے طریق سے روایت کیا ہے۔ شعبہ نے ابوجعفر مدنی سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے عمارہ بن خزیمہ سے سنا کہ وہ اسے عثمان سے روایت کرتے تھے۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح غریب" قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ ابو اسحاق نے اسے "حدیث صحیح" کہا ہے۔ پھر امام احمد نے اسے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمیں شعبہ نے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس میں ایک دوسری روایت بھی ہے جس کی محمد بن جعفر نے متابعت کی ہے اور اسے شعبہ سے بیان کیا ہے۔ حاکم ۱/ ۵۱۹ امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد" قرار دیا ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی آپ کی متابعت کی ہے، جبکہ بعض حضرات مثلاً صاحب "صیانۃ الانسان" اور صاحب "تطہیر الجنان" (ص، ۳۰) نے اسے معلول قرار دیا ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابوجعفر ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم اسے صرف ابوجعفر کی سند سے جانتے ہیں جو کہ خطمی نہیں، بلکہ وہ رازی ہیں، صدوق ہیں، لیکن سیئ الحفظ! میں عرض کرتا ہوں کہ یہ اعتراض اس طرح دُور کیا جائے گا کہ درست بات یہی ہے کہ یہی ابوجعفر خطمی ہیں۔ امام احمد نے ایک روایت (۴/ ۱۳۸) میں ان کی نسبت خطمی ہی ذکر کی ہے، جبکہ دوسری روایت میں انہیں ابوجعفر مدنی کہا ہے۔ امام حاکم نے بھی اسی طرح ان کا نام لیا ہے اور خطمی ہی مدنی ہیں، رازی مدنی نہیں۔ "معجم صغیر طبرانی" اور سُنن ترمذی کی طبع بولاق میں بھی اسی طرح ہے، تو قطعی شکل یہی ہے کہ خطمی، عمارہ بن خزیمہ سے اور وہ شعبہ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ اس سند میں ہے اور یہ صدوق ہیں تو گویا بلاشبہ سند جید ہوئی۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ حدیث وسیلہ کی مختلف فیہ صورت کے سلسلہ میں ہرگز حجت نہیں ہوسکتی، بلکہ ہم نے شرعی وسیلہ کی جو تین صورتیں ذکر کی تھیں، یہ ان میں سے تیسری صورت کی ایک مزید دلیل ہے، کیونکہ نابینے آدمی کا وسیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کے ساتھ تھا۔ ہم اس سلسلہ میں جو موقف رکھتے ہیں، اس کی تائید میں اسی حدیث سے ہمیں کئی دلائل ملتے ہیں، چنانچہ ان میں سے اہم ترین حسب ذیل ہیں:

اوّل: نابینا آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں اس لیے حاضر ہوا تھا کہ آپ دُعا فرمائیں جیسا کہ اس کے قول:

ادع اللہ ان یعافینی۔ آپ دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت بخشے

سے ثابت ہے، یعنی اُس نے اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کی دُعا کے وسیلہ کو پیش کیا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ کسی دوسرے کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی مقبولیت کی زیادہ امید ہے۔ اگر اس نابینا آدمی کا مقصود آپ کی ذاتِ اقدس، جاہ و حُرمت یا حق وغیرہ کے ساتھ وسیلہ پیش کرنا ہوتا، تو اسے آپ کی خدمت میں حاضری دینے کی ضرورت نہ تھی اور نہ اس بات کی حاجت تھی کہ آپ سے دعا کی درخواست کرتا، بلکہ اسے گھر میں بیٹھ کر اس انداز کی دُعا کرنی چاہیے تھی:

"اے اللہ! تیرے نبی کے جاہ اور اُن کا آپ کے ہاں جو مقام و مرتبہ ہے، اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے شفا دے اور بینا بنا دے"

لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ عربی تھے اور لُغت عرب میں وسیلہ کے معنی و مفہوم سے بخوبی آشنا تھے اور جانتے تھے کہ یہ ایک ایسا کلمہ نہیں ہے کہ جس کے معنی یہ ہوں کہ اسے ضرورت مند کہے اور "متوسل بہ" کا نام لے دے، تو وسیلہ کے تقاضے پورے ہوگئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جس شخص کے متعلق کوئی اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ نیک اور کتاب و سنت کا عالم ہے تو ضروری ہے کہ اس کی خدمت میں حاضر ہو کر دُعا کا مطالبہ کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے دُعا کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی اس کی خیر خواہی کرتے ہوئے ایک ایسی بات کو بھی بیان فرما دیا جو اس کے لیے زیادہ افضل تھی، یعنی آپ نے فرما دیا کہ اگر تم چاہو، تو میں دُعا کر دیتا ہوں اور اگر چاہو تو صبر کر لو اور صبر کرنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ثابت ہوگا۔ اس امرِ ثانی کی طرف آپ نے اس حدیث میں بھی اشارہ کیا ہے، جسے اللہ تبارک و تعالیٰ اسے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اذا ابتلیت عبدی	جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری
بحبیبتیه ــــ ای عینیه ــــ	چیزوں ــــ یعنی آنکھوں ــــ کے
فصبر عوضته منهما	بارے میں آزمائش میں ڈالوں اور وہ صبر کرے،
الجنة۔ [۱]	تو میں اسے اس صبر کے عوض جنت دوں گا۔

سوم: نابینا شخص نے دُعا کے لیے اصرار کیا جیسا کہ اس کے قول فادعُ سے ثابت ہوتا ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دُعا فرمائی، کیونکہ آپ وعدہ پورا کرنے والوں میں سب سے بہتر تھے اور آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر وہ چاہے، تو آپ دعا کر دیں، جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔ پس اُس نے چاہا کہ آپ دعا فرمائیں اور پھر اُس نے دعا کے لیے اصرار بھی کیا، لہٰذا آپ نے دُعا فرمائی اور اس سے ہماری مراد ثابت ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمت کے تقاضے اور اس امر کی حرص کے پیشِ نظر نابینا شخص کی توجہ مشروع وسیلہ کی ایک دوسری قسم کی طرف بھی مبذول کرائی اور وہ ہے عمل صالح کے ساتھ وسیلہ! اس سے مقصود یہ تھا کہ خیر و بھلائی کے تمام پہلوؤں کو اس کے لیے جمع کر دیا جائے۔ پس آپ نے اسے حکم دیا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور پھر اپنے لیے دُعا کرے اور ان اعمال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے پہلے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کے طور پر پیش کرے اور یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے فرمان:

---

[۱] بخاری نے اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ "الصحیحۃ" (۲۰۱۰) میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ - اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرو میں داخل ہیں، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

آپ نے اس نابینا شخص کے لیے صرف دُعا ہی پر اکتفا نہ کیا، جس سے دعا کا وعدہ بھی فرمایا تھا، بلکہ اسے ایسے اعمالِ صالحہ میں بھی مشغول کیا جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت و قربت کا باعث تھے تاکہ یہ امر اطراف وجوانب سے مکمل اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت و رضا حاصل کرنے کے زیادہ قریب ہو تو اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ تمام واقعہ دعا کے اردگرد گردش کرتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اس میں کسی ایسی چیز کا ہرگز ذکر نہیں ہے جسے ہمارے مخالفین گمان کرتے ہیں۔

شیخ غماری اس سے غافل رہے ہیں یا انہوں نے تغافل کیا ہے، چنانچہ وہ "المصباح" ص ۲۴ میں لکھتے ہیں:

> "اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں، اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک ایسی دعا سکھا دیتا ہوں جسے تم مانگو اور میں تمہیں اس دُعا کی تلقین کرتا ہوں۔ یہ تاویل ضروری ہے تاکہ حدیث کا ابتدائی حصہ آخری حصہ سے متفق ہو جائے۔"

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل بہت سی وجوہ کے باعث باطل ہے۔ ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ نابینا آدمی نے آپؐ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپؐ اس کے لیے دعا فرمائیں، یہ مطالبہ نہیں کیا تھا کہ آپ اسے دُعا سکھلائیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "اگر تم چاہو تو میں دُعا کرتا ہوں۔" اس کے مطالبے کا جواب ہے، تو اس سے اس بات کا تعین ہو گیا کہ آپ نے اس کے لیے دُعا فرمائی اور اس مفہوم کے بغیر اور کوئی چارہ کار ہی نہیں اور یہی معنی حدیث کے آخری حصہ کے ساتھ بھی مطابقت رکھتے ہیں کہ غماری نے اس حدیث کے آخر میں آپ کے ارشاد:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰھم فشفعہ فی و شفعنی فیہ — اے اللہ! ان کی سفارش میرے بارے میں اور میری سفارش ان کے بارے میں قبول فرما

کی تفسیر بیان نہیں کی، کیونکہ اس سے اس امر کی صراحت ہوتی ہے کہ وسیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کے ساتھ تھا، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

پھر غماری نے لکھا ہے کہ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا شخص کے لیے دعا فرمائی، تو یہ امر اس بات سے مانع نہیں ہے کہ حدیث کے عموم کو کسی دوسرے کے لیے تسلیم نہ کیا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ایک کھلم کھلا مغالطہ ہے کیونکہ کوئی شخص بھی اس نابینا آدمی کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے حدیث کے عموم کا انکار نہیں کرتا ہے، جبکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ اعلیٰ کی طرف انتقال کے بعد مختلف حاجتوں اور رغبتوں میں وسیلہ تلاش کرنے والوں کی نسبت سے آپ کی دُعا معلوم نہیں ہے اور وہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی دعاء کا وسیلہ پیش نہیں کرتے تھے، لہٰذا حکم مختلف ہو گیا اور غماری کا اسے تسلیم کر لینا اس کے خلاف ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

چہارم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نابینا شخص کو جو دعاء سکھلائی، اس میں ایک جملہ یہ بھی ہے:

اللّٰھم فشفعہ فیّ۔[1] — اے اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش میرے بارے میں قبول فرما

میں کہتا ہوں اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی جاہ یا حق سے وسیلہ پکڑنے پر محمول کرنا محال ہے، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے بارے میں شفاعت قبول فرما یعنی آپ کی دُعاء قبول فرما اور میری بینائی کو لوٹا دے۔ شفاعت

---

[1] امام احمدؒ نے بھی یہ جملہ ذکر کیا ہے اور امام حاکم کے علاوہ اور بھی کئی محدثین نے بھی۔ اس کی سند صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لغوی معنی دُعا ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء کرام اور صالحین کے بارہ میں جو یہ ثابت ہے کہ وہ قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے، تو اس سے مُراد دُعا ہی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شفاعت دُعا کی ایک مخصوص صورت ہے، کیونکہ یہ اسی صورت میں ہوتی ہے، جب دو شخص کسی ایک امر کا مطالبہ کر رہے ہوں، ان میں سے ایک دوسرے کے لیے شفیع ہوتا ہے؛ چنانچہ "لسان العرب" میں ہے:

"شفاعت کے معنی کسی شفیع کا وہ کلام ہے جس کے ذریعے وہ کسی دوسرے شخص کی حاجت کے لیے بادشاہ سے گفتگو کرے۔ شافع وہ جو غیر کے لیے مطالبہ کرے اور مطلوب کی طرف سفارش کرے۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کی فلاں کے پاس سفارش کی تو اُس نے میری شفاعت کو قبول فرمالیا۔"

تو اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کے ساتھ نابینا آدمی نے وسیلہ پکڑا تھا۔ اس کا وسیلہ آپ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ نہ تھا۔

پنجم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا شخص کو جو دُعا سکھلائی، اس میں ایک جملہ یہ بھی تھا: "وشفعنی فیہ"[1] (اور میری شفاعت آپ کے بارہ میں قبول فرما)

---

[1] یہ جملہ اس حدیث میں آیا ہے جسے امام احمدؒ اور امام حاکمؒ نے بیان فرمایا ہے۔ امام احمدؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبیؒ نے بھی آپ کی موافقت کی ہے۔ تنہا یہی ایک جملہ اس بات کی دلیل قاطع ہے کہ اس حدیث کو وسیلہ ذات پر محمول کرنا باطل ہے جیسا کہ بعض جدید مؤلفین کا خیال ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس جملے کا علم ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسے بالکل ذکر نہیں کرتے۔ اس سے آپ دلائل نقل کرنے کے سلسلے میں ان کی امانت و دیانت بھی ملاحظہ فرمایئے! یعنی انہوں نے اس سے پہلے جملہ "اللّٰھم فشفعہ فی" کو تو ذکر کیا ہے اور اس سے توسّل بالذات پر استدلال کیا ہے، لیکن جس جملہ سے اس دلالت کی وضاحت ہوتی ہے، اسے انہوں نے قارئین کے سامنے پیش نہیں کیا، اس لیے کہ جو خود محروم ہو، وہ کسی کو کیا دے سکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی میری یہ دُعا قبول کر اور میرے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو شرفِ قبولیت عطا فرما اور آپ کی دُعا کے نتیجہ میں میری بصارت واپس لوٹا دے۔ اس کے سوا اس جملہ سے اور کوئی مفہوم اخذ ہی نہیں کیا جا سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہمارے مخالفین اس جُملہ سے تجاہل کرتے ہیں۔ دُور یا نزدیک سے قطعاً تعرض نہیں کرتے، کیونکہ تنہا یہی جملہ ان کے موقف کی تمام بُنیادوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ جب یہ مخالفین اس جملہ کو سُن لیں تو وہ ایسے دیکھنے لگتے ہیں، جیسے ان پر غشی طاری ہو اور یہ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نابینا شخص کے بارے میں تو سمجھ میں آتی ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نابینا شخص کی شفاعت کا کیا مطلب؟

اس کا ان کے پاس قطعاً کوئی جواب نہیں ہے۔ انہیں بھی اس بات کا شعور ہے کہ یہ جملہ ان کی تاویلوں کو باطل قرار دے رہا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ اس جملہ کو قطعاً استعمال نہیں کرتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ اُس نے اپنی دعا میں اس طرح کہا ہو:

اللّٰھم شفع فی نبیک — اے اللہ! میرے بارے میں اپنے نبی کی اور
وشفعنی فیہ۔ — اپنے نبی کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما

ششم، علماء نے اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، آپ کی دُعا کے مستجاب ہونے اور آپ کی دُعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے جو خرقِ عادت امور کا ظہور فرمایا اور مبتلائے آلام و مصائب سے لوگوں کو نجات دی، کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نابینا شخص کے لیے دعا فرمائی اور آپ کی دُعا کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ قبولیت سے نواز کر اس کی بصارت کو واپس فرما دیا تھا۔ اس لیے امام بیہقی اور دیگر مصنفین نے اسے "دلائل النبوۃ" میں ذکر کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نابینا شخص کا شفایاب ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دعاء کی برکت سے تھا، اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر نابینا شخص کو اس کی اپنی دعائسے شفا ہوئی تھی، تو پھر اس نابینا شخص کی بینائی واپس لوٹ آنی چاہیئے، جو نہایت خلوص کے ساتھ گریہ وزاری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے یا کم از کم کسی ایک نابینا شخص کو ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی اپنی دُعاء سے شفاء بخش دی ہو، ایسا ہرگز نہیں ہوا اور شاید کبھی بھی نہ ہو!

اگر اس نابینا شخص کے شفایاب ہونے کا راز اس بات میں مضمر ہوتا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ، قدر ومنزلت اور حق کے ساتھ وسیلہ پکڑا تھا، جیساکہ عامۃ المتاخرین سمجھتے ہیں، تو اس سے تو لازم آتا ہے کہ ان تمام نابیناؤں کو بھی شفایاب ہوجانا چاہیئے جو بجاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ پکڑتے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء ومرسلین، تمام اولیاء و شہداء وصالحین، تمام ملائکۃ المقربین اور تمام انس وجن کے جاہ کو بھی ملالیتے ہیں، لیکن ہمیں نہیں معلوم اور نہ ہی ہم یہ گمان کرسکتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد آج تک ان طویل صدیوں میں کسی ایک نابینا شخص کو اس طرح کے وسیلہ کے ذریعے بینائی حاصل ہوگئی ہو!

جب قارئین کرام کے سامنے وہ تمام وجوہ واسباب واضح ہوگئے جو اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ حدیثِ اعمیٰ سے تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاء کے ساتھ وسیلہ ثابت ہوتا ہے۔ اس حدیث کا وسیلہ ذات کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے، تو اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ دُعا کے ان الفاظ "اَللّٰھمّ انّی اسئالک واتوسل الیک بنبیّک محمّد صلی اللّٰہ علیہ وسلّم" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاء کے ساتھ وسیلہ پکڑنا ہے، یعنی یہاں مضاف محذوف ہے اور لغت میں یہ ایک معروف امر ہے، مثلاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ	اور جس بستی میں ہم ٹھہرے تھے، وہاں
كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْ	سے (یعنی اہلِ مصر سے) اور جس قافلے
اَقْبَلْنَا فِيْهَا ط	میں آئے ہیں، اس سے دریافت کر لیجیے!

اس آیتِ مُبارکہ میں بستی سے مراد اہلِ بستی اور قافلہ سے مُراد اہلِ قافلہ ہیں؛ چنانچہ ہم اور ہمارے مخالفین اس امر پر متفق ہیں کہ یہاں مضاف محذوف ہے اور وہ وہی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس دعا میں بھی موجود ہے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنے کے سلسلہ میں ہم قبل ازیں ذکر کر چکے، گویا تقدیرِ کلام یوں ہوگا،

اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ	اے اللہ! میں تیری طرف تیرے نبی کے
بِجَاهِ نَبِيِّكَ وَ	جاہ کا وسیلہ پکڑتے ہوئے متوجہ ہوتا ہوں
يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ	اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم!) میں تیری ذات
بِذَاتِكَ اَوْ مَكَانَتِكَ	یا مقام و مرتبہ کا وسیلہ پکڑتے ہوئے اپنے رب
اِلٰى رَبِّيْ۔	کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

یہ ہمارے مخالفین کا خیال ہے یا پھر تقدیرِ کلام یوں ہوگا،

اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ	اے اللہ! میں تیرے نبی کی دُعا کے وسیلہ
بِدُعَاءِ نَبِيِّكَ وَ	کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور
يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ	اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تیری دُعا کے ساتھ
بِدُعَائِكَ اِلٰى رَبِّيْ۔	اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

یہ ہمارا قول ہے۔ ان دو اقوال میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ یہاں "جاہ" کو محذوف ماننے کے سلسلہ میں کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں اور نہ کسی دوسری حدیث میں، کیونکہ کلام کے سیاق وسباق میں "جاہ" کے ذکر کی کوئی تصریح یا اشارہ نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید، سُنّتِ رسول اور عملِ صحابہ میں سے بھی کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی جو توسّل جاہ پر دلالت کرتی ہو۔ پس ثابت ہوا کہ ان کا "جاہ" کو یہاں مقدر ماننا کسی دلیل مرجح کے بغیر ہے، لہٰذا یہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ والحمدللہ!

ہم نے یہاں جو مقدر تسلیم کیا ہے، اس پر بکثرت دلائل پیش کیے جاسکتے ہیں، جیسا کہ وجوہ سابقہ میں پیش بھی کیے گئے۔

یہاں ایک اور امر قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ کہ اگر حدیثِ اعمیٰ کو ظاہر پر محمول کیا جائے، یعنی توسّل بالذات پر، تو اس سے بعد والا قول یعنی "اللّٰھم فشفعہ فی وشفعنی فیہ" معطّل ہو کر رہ جاتا ہے اور یہ جائز نہیں، لہٰذا ضروری ہے، اس جملے اور اس سے پہلے جملے کے درمیان تطبیق دی جائے اور تطبیق کی صرف یہی صورت ہے کہ یہاں توسل بالدّعا مراد لیا جائے۔ پس اس سے ہماری مراد ثابت ہوگئی اور اس حدیث سے توسّل بالذات کے لیے استدلال باطل ہوگیا۔ والحمدللہ!

میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر اسے صحیح تسلیم کرلیا جائے کہ اس نابینا شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا وسیلہ پکڑا تھا، تو یہ حکم پھر صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ دیگر انبیاء وصالحین اس میں شریک نہ ہوں گے، دیگر انبیاء وصالحین کو بھی اس حکم کے ساتھ ملا دینے کو نظرِ صحیح قبول نہیں کرتی، کیونکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء وصالحین سے افضل ہیں اور سب کے سردار بھی! ممکن ہے یہ آپ کا خاصہ ہو جیسا کہ بہت سے امور آپ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ مخصوص ہیں اور پھر بابِ خصوصیات میں قیاسات داخل نہیں ہوتے یعنی جس شخص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی یہ رائے ہو کہ نابینا شخص کا وسیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی کے ساتھ تھا، تو اُسے بس اسی پر اکتفا کرنا چاہیئے اور اس سے آگے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے چنانچہ امام احمدؒ اور شیخ عز بن عبدالسلامؒ سے یہی منقول ہے۔ انصاف کے ساتھ اس بحث کو علمی انداز میں کیا جائے، تو اس کا تقاضا بھی یہی ہے (کہ اس میں آپ کے سوا کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے) واللہ الموفق للصواب۔

ایک وہم کا ازالہ

اس موضوع سے متعلق یہاں ایک نہایت ضروری امر ہے، جس کا تذکرہ کیے بغیر چارۂ کار نہیں اور وہ یہ کہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء وصالحین کرام کی ذاتِ مقدس کے ساتھ وسیلہ کی نفی کرتے ہیں، تو یہ اس لیے نہیں کہ ہم ان حضرات کے جاہ و حشمت اور قدر و منزلت یا عنداللہ ان کے مقام و مرتبہ کی رفعت کے منکر ہیں اور نہ یہ اس لیے کہ ہمیں ان سے (معاذ اللہ) کوئی بغض ہے اور ہم ان کی عنداللہ قدر و منزلت کے منکر ہیں اور ہمارے دل ان کی محبت سے سرشار نہیں، جیساکہ ڈاکٹر بوطی نے اپنی کتاب (فقہ السیرۃ ص ۳۵۴) میں ہم پر افتراء باندھتے ہوئے لکھا ہے:

> "بہت سے گمراہ لوگ، جن کے دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا شعور نہیں رکھتے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ذات کے ساتھ وسیلہ کا انکار کرنے لگے ہیں۔"

ڈاکٹر بوطی کی یہ بات ہرگز ہرگز درست نہیں، ہم تو بحمداللہ سب لوگوں سے زیادہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرتے ہیں، سب سے زیادہ آپ سے محبت رکھتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے آپ کے فضل و شرف کے معترف ہیں۔ ڈاکٹر بوطی کا کلام اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلالت کرتا ہے، تو صرف اندھے کینے پر جو سلفی دعوت و تحریک کے دشمنوں کے دلوں میں بھرا ہوا ہے، جس نے انہیں اس قدر خطرناک موقف اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اس بھیانک جرم کے ارتکاب پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کا گوشت کھانے لگے اور بغیر دلیل کے ان پر کفر کے فتوے لگانے لگے۔ ان کا دار و مدار دلیل کے بجائے ظن پر ہے جسے حدیث میں سب سے بڑا جھوٹ قرار دیا گیا ہے[1]

مجھے نہیں معلوم کہ اس ظالم مؤلف نے یہ حکم کیسے صادر کر دیا ہے، حالانکہ اس جیسے حکم کا صدور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ ذاتِ اقدس تو دلوں کے مخفی بھیدوں اور سینے کے چھپے ہوئے رازوں سے آگاہ ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ کیا خیال ہے کہ شخص ایسا کرنے والے کی سزا کو نہیں جانتا یا جانتا تو ہے مگر اندھے کینے اور حسد و بغض نے سنت کے داعیوں کے متعلق اسے اندھا کر دیا ہے؟ بہر کیف ان میں کوئی امر بھی ہو، ہم اسے درج ذیل دو حدیثیں یاد دلاتے ہیں، شاید اپنی سرکشی سے باز آجائے۔ غفلت سے ہوش میں آجائے اور اپنے اس فعل سے توبہ کرے۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل اکفر رجلاً مسلمًا فان کان کافرًا والا کان ھوا لکافر۔[2]

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان آدمی کو کافر کہے اگر وہ کافر ہے تو ٹھیک، ورنہ وہ خود کافر ہو جائے گا۔

(۲) وقال علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ان من أعز بی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بڑا سود کسی مسلم کی عزت کے

---

[1] اس حدیث کو شیخین اور کئی دیگر ائمہ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے [2] رواہ الشیخان وغیرہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الربا الاستطالة فی عرض المسلم بغیر حق [1] بارے میں ناحق زبان درازی کرنا ہے۔

آخر میں ہم اسے یہ بھی کہیں گے کہ کیا تم جانتے ہو کہ تم اپنی اس بات کے ساتھ اس امت کے سلف صالح کی تردید کر رہے ہو اور ان ائمہ مجتہدین پر کفر کا فتویٰ لگا رہے ہو جو وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسری شخصیت کی ذات کے ساتھ وسیلہ جائز نہیں سمجھتے، مثلاً امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ؛ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف، اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی کے وسیلہ کو مکروہ جانتا ہوں جیسا کہ قبل ازیں بھی ذکر کیا گیا ہے ؎

فان کنت لاتدری فتلک مصیبة
وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

ہم دوبارہ پھر یہ عرض کریں گے کہ ہر مخلص اور منصف مزاج انسان یقینی طور پر یہ جانتا ہے کہ ہم بحمداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید ترین محبت رکھتے ہیں۔ آپ کی قدر و منزلت اور حق و فضیلت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ افضل النبیین، سید المرسلین اور خاتم الانبیاء ہیں۔ سب انبیاء و مرسلین سے بہترین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرچم حمد، حوض کوثر، شفاعت عظمیٰ اور وسیلہ و فضیلہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ عظیم الشان معجزات سے نوازا ہے۔ آپ کے دین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سابقہ تمام ادیان کو منسوخ کر دیا۔ سبع مثانی اور قرآن عظیم کو آپ پر نازل فرمایا۔ آپ کی امت کو سب امتوں سے بہتر بنایا۔ علاوہ ازیں آپ کے دیگر بے شمار فضائل و مناقب ایسے ہیں جو آپ کی قدر و منزلت اور جاہ و حشمت پر دلالت کناں ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تسلیماً کثیراً۔

---

[1] احمد، ابوداؤد، بروایت سعید بن زید، اس کی سند صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ ہم بحمداللہ دیگر لوگوں کی نسبت سب سے پہلے آپ کے ان فضائل و مناقب کا اعتراف کرتے ہیں اور شاید جس قدر ہمارے ہاں آپ کی قدر و منزلت محفوظ ہے۔ ان دوسروں کے ہاں نہیں ہے جو محبت کے محض دعوے دار اور آپ کی قدر و منزلت کی معرفت کے اظہار کے دعوے کرتے رہتے ہیں، کیونکہ اس سلسلہ میں اعتبار صرف اس شخص کا ہے جو آپ کا اتباع کرے۔ آپ کے اوامر کی اطاعت اور نواہی سے اجتناب کرے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ	(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ
اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ	کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو
اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ	اللہ تعالیٰ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور
ذُنُوْبَكُمْ ط [1]	تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب لوگوں میں سے زیادہ حریص ہیں اور یہ اطاعت و اتباع ہی مودت اور خالص محبت کے سچے دلائل ہیں اور اس کے برعکس تعظیم میں غلو اور وصف میں افراط سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا؛ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا	اے اہلِ کتاب اپنے دین (کی بات) میں
فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا	حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں
عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ط [2]	حق کے سوا کچھ نہ کہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غلو اور افراط سے منع کیا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

لا تطروني كما أطرت	میرے بارہ میں اس طرح غلو سے کام نہ لینا
النصارىٰ ابن مريم	جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم کے بارہ میں

---

[1] سورۃ آل عمران: ۳۱ [2] النساء: ۱۷۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فانما انا عبد فقولوا عبد الله ورسوله[1] غلو سے کام لیا ہے، میں تو بندہ ہوں، لہذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بھی دین میں غلو قرار دیا ہے کہ حاجی رمی جمار کے لیے بہت بڑی بڑی کنکریوں کو استعمال کرے، بلکہ آپ نے حکم دیا ہے کہ سنگریزوں کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہونی چاہئیں؛ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عقبہ کی صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے لیے کنکریاں لاؤں۔ جب میں نے لاکر آپ کے دستِ مبارک میں کنکریاں رکھ دیں، تو آپ نے فرمایا کہ اتنی بڑی بڑی؟ آپ نے یہ تین بار فرمایا ——— پھر فرمایا دین میں غلو سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کے باعث ہلاک ہوئے تھے۔[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمی جمار کے مسئلہ کو محض رمز قرار دیتے ہیں اور اس سے مقصود شیطان کے خلاف اعلانِ جنگ ہے، اس سے حقیقی طور پر شیطان کو قتل کرنا یا مار نامراد نہیں ہے لہٰذا مسلمان پر فرض ہے کہ وہ مسئلہ کی تحقیق کرے اور شیطان جو کہ انسان کا بہت بڑا دشمن ہے، اس سے جنگ یہ ہے کہ اس سے دشمنی رکھی جائے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ افسوس کہ دین میں غلو سے اس قدر شدید تحذیر کے باوجود مسلمان اس میں واقع ہو گئے ہیں اور اہلِ کتاب کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں؛ چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے

دع ما ادعته النصارٰی فی نبیھم
واحکم بما شئت مدحا فیه واحتکم

"اس بات کو چھوڑ دو جس کا عیسائی اپنے نبی کے بارہ میں دعوٰی کرتے ہیں
اور اس کے علاوہ تم اپنے نبی کی مدح وثناء میں جو چاہو، کہو۔"

---

[1] صحیح بخاری مع الفتح، ۷/۳۰۰، ۱۵/۱۶۱، شمائل ترمذی، مسند احمد، دارمی [2] مسند احمد ۱/۲۱۵، ۳۴۷، نسائی، ابن ماجہ، اس کی سند صحیح ہے۔ اس کی تخریج میری کتاب "الصحیحۃ" (۱۲۸۳) اور تخریج السنۃ لابن ابی عاصم (۹۸) میں بھی موجود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ شاعر جس کی بہت سے مسلمان تعظیم کرتے ہیں اور ان کے مشہور قصیدہ بُردہ کو ترنم سے بطورِ تبرک پڑھتے ہیں۔ میلاد کی محفلوں اور وعظ و علم کی مجلسوں میں پڑھتے ہیں اور اسے تقربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی دلیل قرار دیتے ہیں۔

میں عرض کرتا ہوں کہ اس شاعر نے مذکورہ حدیث میں وارد ممانعت کو صرف اس بات پر محمول کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں "ابن اللہ" ہونے کا دعویٰ کیا جائے؛ چنانچہ شاعر نے اس سے منع کیا اور اس کے علاوہ ہر بات کی طرف خواہ وہ کچھ بھی ہو، دعوت دی ہے، حالانکہ یہ بہت بڑی غلطی اور ضلال مبین ہے، کیونکہ حدیث میں جس مبالغہ آرائی سے منع کیا ہے۔ اس کے دو معنی ہیں: ایک تو مطلقاً مدح اور دوسرے ایسی مدح جو حد سے متجاوز ہو، ممکن ہے کہ حدیث میں ممانعت سے مراد مطلقاً مدح ہو، اور اس سے مقصود سدِ ذریعہ ہو اور اس بات پر اکتفا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی، رسول، حبیب اور خلیل بنایا ہے اور تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[1] اور اخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بعد، اب کوئی بشر آپ کی تعریف میں کچھ بھی کیا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی آپ کے خلقِ عظیم کے بارے میں اس شہادت کے بعد کسی بشر کی بات کی قدر و قیمت ہی کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی مدح و تعریف یہ ہے کہ ہم آپ کے بارے میں وہی کہیں جو ربِ کائنات نے فرمایا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سچی تعریف ہے، جس میں افراط ہے اور نہ تفریط، غلو ہے اور نہ تقصیر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں جب آپ اعلیٰ درجات پر فائز تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی نہایت

---

[1] القلم: ۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارفع تکریم فرمائی، یعنی بلند آسمانوں کی سیر کرائی - اسراء و معراج کے شرف سے بخشا اور عظیم الشان آیاتِ کبریٰ کا مشاہدہ کرایا، تو یہ فرمایا،

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔[1]	وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجدِ اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک لے گیا۔

ممکن ہے کہ اس حدیث (لا تطروني) سے مُراد یہ ہو کہ میری مدح و ستائش میں مبالغہ آرائی سے کام نہ لینا کہ میرے استحقاق سے زیادہ میری تعریف کرنے لگ جاؤ اور مجھے ان خصائص کے ساتھ رنگنے لگ جاؤ جو خاصۂ خدا ہیں۔ اس حدیث کا معنیٰ اوّل ہی راجح ہے اور اس کے دو سبب ہیں: (۱) اگر ہم پوری حدیث کا مطالعہ کریں، تو ہمیں آخر میں یہ جملہ بھی نظر آتا ہے کہ فقولوا عبد الله ورسوله (تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو) یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے عبد اور رسول کے طور پر جو منتخب کیا ہے اور میری تعریف میں بھی جو عبد و رسول فرمایا ہے، تو تم بھی اسی پر اکتفا کرو اور (۲) یہ کہ اس حدیث پر بعض ائمۂ حدیث، مثلاً امام ترمذیؒ نے عنوان یہ قائم کیا ہے: باب تواضع النبي صلى الله عليه وسلم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا بیان) یعنی انہوں نے اس حدیث کو مدح مطلق سے ممانعت پر محمول فرمایا ہے اور یہ مفہوم تواضع کے معنی کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

تنبیہ سابقہ حدیثِ ضریر کے بعض طرق میں دو زائد امر بیان ہوئے ہیں، جن کا شذوذ اور ضعف بیان کرنا ازبس ضروری ہے تاکہ قارئین کرام ان سے روشناس ہو سکیں اور جن لوگوں نے ان سے غلط استدلال کیا ہے، ان کے غلط استدلال سے دھوکے میں مبتلا نہ ہوں۔

---

[1] الاسراء: ۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی زیادتی

پہلی زیادتی تو حماد بن سلمہ کی ہے، انہوں نے اس حدیث کو ابوجعفر خطمی سے بیان کیا ہے اور انہوں نے اس حدیث کی سند کو شعبہ کی روایت کے مطابق بیان کیا ہے اور متن کو اسی طرح بیان کیا ہے، مگر کچھ اختصار کے ساتھ اور آخر میں وشفع نبی فی رد بصری کے بعد یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ وان کانت حاجة فافعل مثل ذلك۔ ابوبکر بن ابی خیثمہ نے اسے اپنی تاریخ میں بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ حدثنا مسلم بن ابراهيم، حدثنا حماد بن سلمة به۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے القاعدة الجليلة (ص ۱۰۲) میں اس زیادتی کو حماد بن سلمہ کے تفرد اور شعبہ کی روایت کی مخالفت کے باعث معلول قرار دیا ہے شعبہ اس روایت کے سب راویوں سے جلیل المرتبت ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا اس علت کو بیان کرنا قواعدِ حدیث کے عین مطابق ہے اور بالکل مخالف نہیں؛ البتہ غازی کا "المصباح" (ص ۳۰) میں یہ قول کہ حماد ثقہ ہے اور "صحیح" کے رجال میں سے ہے اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، غفلت یا تغافل پر مبنی ہے، کیونکہ مصطلحاتِ حدیث کا یہ متعین اصول ہے کہ ثقہ کی زیادتی اس وقت مقبول ہے، جب وہ اپنے سے اوثق (زیادہ ثقہ) راوی کی مخالفت نہ کرے؛ چنانچہ حافظ (ابن حجرؒ) "نخبة الفكر" میں فرماتے ہیں:

والزيادة مقبولة مالم تقع منافية لمن هو اوثق فإن خولف بأرجح فالراجح المحفوظ ومقابله الشاذ۔	زیادتی اُس وقت مقبول ہوگی، جب اس میں اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت واقع نہ ہوئی ہو، اگر مخالفت میں راجح روایت ہے، تو راجح کو محفوظ کہیں گے اور اس کے مقابلے میں شاذ کہلائے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں عرض کرتا ہوں کہ یہاں یہ شرط مفقود ہے۔ حماد بن سلمہ اگرچہ مسلم کے رجال میں سے ہے، لیکن بلا شک وشبہ وہ حفظ کے اعتبار سے شعبہ سے کم مرتبہ ہے؛ چنانچہ جب آپ کتبِ رجال میں ان دونوں راویوں کے حالات کو معلوم کریں گے، تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی! حماد بن سلمہ کے حالات علامہ ذہبیؒ نے "میزان" میں ذکر کیے ہیں اور "میزان" میں وہ متکلم فیہ رُواۃ کے حالات ذکر کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں انہوں نے یہ لکھا ہے: ثقة له اوهام (یعنی اگرچہ ثقہ ہیں، لیکن ان سے کچھ اوہام بھی سرزد ہوئے ہیں) لیکن علامہ ذہبیؒ نے "میزان" میں "شعبہ" کا مطلقاً تذکرہ کیا ہی نہیں۔ (کیونکہ یہ متکلم فیہ راوی نہیں ہیں) حافظ نے "التقریب" میں ان دونوں راویوں کے جو حالات ذکر کیے ہیں، اگر آپ وہ بغور ملاحظہ فرمائیں، تو ان کے مابین فرق واضح ہو جائے گا؛ چنانچہ آپ حماد کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

حماد بن سلمة ثقة عابد اثبت الناس فی ثابت وتغیر حفظه فی اخره۔	حماد بن سلمہ ثقہ، عابد اور ثابت کے شاگردوں میں سب سے زیادہ اثبت ہیں۔ آخر عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

شعبہ کے بارے میں حافظ لکھتے ہیں:

شعبة بن الحجاج ثقة حافظ متقن، کان الثوری یقول هو امیر المؤمنین فی الحدیث وهو اول من فتش بالعراق من الرجال وذب عن السنة وکان عابدًا۔	شعبہ بن حجاج ثقہ، حافظ اور متقن ہیں۔ ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ: وہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ عراق میں سب سے پہلے انہوں نے رجال کی چھان پھٹک کی اور سُنّت کا دفاع کیا۔ آپ بہت بڑے عابد تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس حدیث میں حماد نے شعبہ کی مخالفت کرتے ہوئے جو زیادتی ذکر کی ہے، یہ زیادتی مقبول نہیں ہے، اس لیے کہ یہ اپنے سے اوثق راوی کی روایت کے منافی ہے، یعنی یہ زیادتی شاذ کے قبیل سے ہے جیسا کہ "نخبہ" میں حافظؒ کا سابقہ کلام اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ شاید حماد نے یہ روایت اس وقت ذکر کی ہو، جب ان کے حافظ میں خرابی پیدا ہوگئی تھی اور اس طرح ان سے خطا ہوگئی ہو۔ امام احمد نے بھی گویا اس حدیث کے شذوذ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو شعبہ کی سابقہ حدیث کے بعد مؤمل (بن اسماعیل) کے طریق سے حماد سے روایت کیا ہے، مگر حدیث کے الفاظ ذکر نہیں کیے، بلکہ فذکر الحدیث کہنے پر اکتفار کیا ہے، مگر یہ بھی احتمال ہے کہ "مؤمل عن حماد" کے طریق سے جو روایت مروی ہے، اس میں یہ زیادتی مذکور ہی نہ ہو اور شاید اسی وجہ سے امام احمدؒ نے اس کی طرف اشارہ نہیں فرمایا جیسا کہ حفاظ حدیث کی عادت ہے کہ ایک روایت کے بعد جب دوسری ذکر کرتے ہیں، تو اس میں جو زیادتی ہوتی ہے، اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ کہ یہ زیادتی شاذ ہونے کی وجہ سے درست نہیں اور اگر صحیح بھی ہو تو پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ وسیلہ کے جواز کی دلیل نہیں بن سکے گی کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ فافعل مثل ذٰلك کے معنی یہ ہوں کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری، آپ سے دُعا کا مطالبہ، آپ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ توسّل، وضو اور وہ دعا ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سکھائی تھی۔ واللہ اعلم!

دُوسری زیادتی

دُوسری زیادتی وہ ہے جس میں ایک آدمی کا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ قصہ مذکور ہے اور اس میں ہے کہ اس نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا، تو اس کی حاجت پوری ہو گئی۔ طبرانیؒ نے معجم صغیر (ص ۱۰۳-۱۰۴) اور معجم کبیر (۳/۲/۱-۲) میں عبداللہ بن وہب، شبیب بن سعید مکی، روح بن قاسم، ابی جعفر خطمی مدنی، ابی امامہ، سہل بن حنیف اور عثمان بن حنیف کی سند سے روایت ذکر کی ہے کہ ایک آدمی اپنی کسی ضرورت کے سلسلہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا رہتا تھا، لیکن آپ توجہ نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی حاجت پوری کرتے تھے، وہ آدمی حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور شکایت کی، تو انہوں نے کہا کہ وضو کرو اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو اور پھر یہ دعا کرو،

اللھم انی اسئالك	اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور
واتوجه الیك بنبینا محمد	تیری طرف اپنے نبی رحمت محمد صلی اللہ
صلی الله علیه وسلم نبی	علیہ وسلم کے (وسیلہ کے) ساتھ متوجہ ہوتا
الرحمة یا محمد انی اتوجه	ہوں اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تیرے
بك الی ربك عز وجل	ساتھ تیرے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ
فیقضی لی حاجتی۔	میری حاجت کو پورا فرما دے۔

اور پھر اپنی حاجت بیان کر دینا اور پھر میرے پاس آجانا، میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ وہ آدمی چلا گیا اور اُس نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ آدمی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر گیا، تو دربان نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اندر داخل کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ساتھ چٹائی پر بٹھا لیا اور فرمایا کہ اپنی حاجت بیان کرو۔ اس نے اپنی حاجت بیان کی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے پورا فرما دیا اور فرمایا کہ اب تک تم نے اپنی حاجت ذکر کیوں نہ کی؟ تمہیں جو بھی حاجت پیش آئے، تو ہمارے پاس آجانا۔ وہ آدمی حضرت عثمانؓ سے رخصت ہو کر جب عثمان بن حنیف سے ملا، تو انہیں کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو میری طرف توجہ ہی نہ فرماتے تھے حتیٰ کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے ان سے میرے بارے میں گفتگو فرمائی۔ انہوں نے کہا واللہ! میں نے تو گفتگو نہیں کی، لیکن میں ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا، جب آپ کے پاس ایک نابینا شخص نے اپنی بینائی کے چلے جانے کی شکایت کی، تو آپ نے فرمایا کہ صبر کرو۔ اُس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس کوئی قائد نہیں اور مجھے بے حد تکلیف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو اور پھر یہ دُعا کرو۔" عثمان بن حنیف کہتے ہیں واللہ! ہم ابھی تک جُدا نہیں ہوئے تھے، کیونکہ ہماری گفتگو طول پکڑ گئی تھی، حتیٰ کہ ہمارے پاس وہ آدمی آیا اور اس طرح تھا گویا اُسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

امام طبرانیؒ فرماتے ہیں روح بن قاسم سے اس روایت کو فقط شبیب بن سعید ابو سعید مکی نے بیان کیا ہے اور وہ ثقہ ہے اور یہی وہ راوی ہے جس سے احمد بن شبیب عن ابیہ عن یونس بن یزید الایلی" کی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کو شعبہ نے ابو جعفر خطمی سے بھی روایت کیا ہے، جن کا نام عمیر بن یزید ہے اور وہ ثقہ ہیں، لیکن شعبہ سے روایت کرنے میں عثمان بن عمر بن فارس متفرد ہے اور حدیث صحیح ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث کی صحت میں تو کچھ شک نہیں۔ اس وقت موضوعِ بحث یہ قصہ ہے جسے بیان کرنے میں شبیب بن سعید متفرد ہے جیسا کہ امام طبرانیؒ نے فرمایا۔ یہ شبیب متکلم فیہ راوی ہے۔ خاص طور پر اس روایت میں تو یہ بالکل منفرد ہوتا ہے، جو ابن وہب نے ان سے روایت کی ہو، لیکن شبیب بن سعید کے دو بیٹوں اسماعیل اور احمد نے ابن وہب کی متابعت کی ہے۔ اسماعیل کو تو میں نہیں جانتا اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ کسی نے اس کا تذکرہ کیا ہو۔ علماء رجال نے اس کے باپ سے روایت کرنے والے راویوں کے ضمن میں بھی اسے ذکر نہیں کیا، لیکن اس کا بھائی احمد صدوق ہے۔ ان کے باپ شبیب کے بارے میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ ثقہ ہے، لیکن اس کے حفظ میں ضعف ہے، مگر جب اس کا یہ بیٹا احمد اس سے اور پھر یونس سے روایت کرے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ حجت ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے "میزان" میں لکھا ہے،

"یہ راوی صدوق ہے، لیکن کچھ غریب روایات ذکر کرتا ہے۔ ابن عدی نے "کامل" میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کے پاس یونس بن یزید کا ایک درست نسخہ ہے۔ ابن وہب نے ان سے کئی منکر روایات ذکر کی ہیں۔ ابن مدینیؒ فرماتے ہیں مصر بغرض تجارت آیا جایا کرتا تھا۔ ان کی کتاب صحیح ہے، جسے میں نے ان کے بیٹے احمد سے لکھا ہے۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ شبیب جب اپنے حفظ سے بیان کرے، تو اغلاط واوہام کا شکار ہو جاتا ہے اور امید ہے کہ وہ عمداً غلطی نہیں کرتا۔ جب ان سے ان کا بیٹا احمد ان سے یونس کی روایات ذکر کرے، تو وہ گویا کوئی اور یونس ہے . . . یعنی اس وقت روایت جید ہوتی ہے۔"

اس کلام سے معلوم ہوا کہ شبیب کی حدیث دو شرطوں کے ساتھ قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ اس روایت کو ان سے ان کے بیٹے احمد نے روایت کیا ہو اور دوسری روایت "شبیب عن یونس" کی سند کے ساتھ ہو اور سبب یہ ہے کہ ان کے پاس یونس بن یزید کی کتابیں تھیں جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے "الجرح والتعدیل" (۲/۱/۳۵۹) میں ذکر کیا ہے۔ تو وہ جب ان کتب سے روایت کرے، تو درست ہوتا ہے اور جب اپنے حافظہ سے کام لے، تو وہم کا شکار ہو جاتا ہے، جیسا کہ ابن عدیؒ نے فرمایا ہے؛ چنانچہ حافظ نے ان کے تذکرہ میں "تقریب" میں جو یہ فرمایا ہے کہ،

"جب ان کا بیٹا احمد ان سے روایت کرے، تو کوئی حرج نہیں، البتہ ابن وہب کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔"

یہ بات محل نظر ہے کیونکہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ ان کے بیٹے احمد کی ان سے ہر روایت قابل قبول ہوگی، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ شرط یہ ہے کہ ان کی روایت یونس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جیسا کہ قبل ازیں بھی بیان کیا جا چکا ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ خود حافظؒ نے بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے؛ چنانچہ انہوں نے اسے "مقدمہ فتح الباری (ص ۱۳۳) میں بخاری کے ان رجال کے ضمن میں ذکر کیا ہے، جن پر طعن کیا گیا ہے۔ پھر آپ نے انہیں ثقہ قرار دینے والے ائمہ کے اقوال ذکر کر کے ان سے طعن کو دُور کیا ہے اور ابن عدی کا یہ قول ان کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے ان کے بیٹے کے واسطے سے وہ روایات ذکر کی ہیں جو انہوں نے یونس سے روایت کی ہیں۔ یونس کے علاوہ اور کسی سے ایک روایت بھی ذکر نہیں کی اور نہ ہی ابن وہب کے حوالہ سے کوئی روایت ذکر کی ہے تو گویا حافظؒ نے اپنے اس کلام میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ شبیب کی روایت میں طعن اس وقت ہوتا ہے، جب ان کی روایت یونس کے علاوہ کسی اور سے ہو اور خواہ مخواہ اسے ان کا بیٹا احمد ہی ان سے روایت کرے۔

اور یہی بات درست ہے جیسا کہ میں نے ابھی ابھی بیان کیا ہے اور اسی طرح حافظؒ کے "تقریب" اور "مقدمہ فتح الباری" میں مذکور دو باتوں میں تطبیق ہو گی اور تعارض دُور ہو گا۔

جب یہ بات واضح ہو گئی، تو اس قصہ کا ضُعف اور اس کا ناقابلِ احتجاج ہونا خود بخود ظاہر ہو گیا۔ علاوہ ازیں میرے سامنے ایک اور علّت بھی ظاہر ہوئی ہے اور وہ ہے اس قصہ میں احمد کا اختلاف۔ اس حدیث کو ابن السنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" (ص ۲۰۲) اور حاکم نے (۱/ ۵۲۶) میں احمد بن شبیب سے بغیر اس قصہ کے تین طرق سے بیان کیا ہے اسی طرح اسے عون بن عمارہ بصری نے روح بن قاسم سے بھی روایت کیا ہے۔ اس سند کے ساتھ بھی حاکم نے اسے بیان کیا ہے۔ یہ عون اگرچہ ضعیف ہے تاہم اس کی روایت شبیب کی روایت سے زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ شعبہ اور حماد بن سلمہ عن ابی جعفر خطمی کی روایت کے موافق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ کلام یہ کہ یہ قصہ تین امور کے باعث ضعیف اور منکر ہے: (۱) اس روایت کے منفرد راوی کا حافظہ ضعیف ہے (۲) اس راوی کے ساتھ اس تفرد میں اختلاف کیا گیا ہے اور (۳) اس متفرد راوی نے ثقات کی مخالفت کی ہے ـــــ ان تین امور میں سے اگر کوئی ایک امر ہوتا، تو وہ بھی اس قصہ کو ساقط قرار دے سکتا تھا، لیکن اب تو تینوں جمع ہو گئے ہیں، تو اس سے اس کی صحت کا آپ خود اندازہ فرما سکتے ہیں؟

تعصب اور اتباعِ خواہشات کے عجائب میں سے یہ بات ہے کہ شیخ غماری نے اس قصہ کی روایات کو "المصباح" (ص ۱۲، ۱۷) میں بیہقی کی "دلائل" اور طبرانی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، لیکن ان روایات پر تصحیح یا تضعیف کے اعتبار سے مطلقاً کوئی کلام نہیں کیا۔ اس کا سبب واضح ہے، تصحیح تو ممکن ہی نہ تھی، البتہ ان روایات کی تضعیف حق ہے، لیکن . . . . . .

"الاصابہ" کے بے توفیق مصنف نے بھی اسی طرح کیا ہے۔ انہوں نے حدیث کو اس قصہ کے ساتھ (ص ۲۱-۲۲) ذکر کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ اس حدیث کو "طبرانی" نے "صغیر و کبیر" میں صحیح قرار دیا ہے۔

یہ اگرچہ ایک مختصر سا قول ہے، لیکن کئی جہالتوں پر مشتمل ہے:

اولاً: یہ کہ طبرانی نے اسے "الکبیر" میں نہیں، بلکہ "الصغیر" میں صحیح قرار دیا ہے۔ میں نے براہِ راست یہ حدیث "الصغیر" سے نقل کی ہے، کسی واسطہ سے نہیں، جیسا کہ یہ لوگ کرتے ہیں، کیونکہ اس علم شریف میں یہ کوتاہ ہیں ع

ومن ورد البحر استقل السواقیا

ثانیاً: طبرانی نے فقط اس حدیث کی تصحیح کی ہے، قصہ کی نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہے جیسا کہ قبل ازیں بھی ذکر کیا گیا: "اس حدیث کو شعبہ نے روایت کیا ہے اور حدیث صحیح ہے"۔ یہ گویا نص ہے اس بات پر کہ انہوں نے شعبہ سے مروی روایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مراد لیا ہے اور شعبہ نے اس قصّہ کو روایت نہیں کیا ہے تو گویا طبرانی نے اس کی تصحیح بھی بیان نہیں کی اور نہ طبرانی کے کلام میں ان کے لیے کوئی حجت ہے۔

ثالثاً: عثمان بن حنیف سے اگر یہ قصّہ ثابت بھی ہو جائے، تو انہوں نے اس آدمی کو نابینا شخص کی پوری دُعا نہیں سکھائی تھی، بلکہ انہوں نے اس سے یہ جملہ: "اللّٰھم فشفعہ فی، وشفعنی فیہ" (اے اللہ! آپ کی میرے بارے میں اور میری آپ کے بارہ میں شفاعت قبول فرما) ساقط کر دیا تھا، کیونکہ وہ اپنے عربی زبان جاننے کے سلیقہ کی بدولت سمجھتے تھے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کے لیے بھی دُعا کی جیسے کہ اس نابینا شخص کے لیے کی تھی، لیکن آپ نے اس کے لیے چونکہ دُعا نہیں فرمائی تھی، لہٰذا انہوں نے اس جملہ کو ذکر نہ کیا۔

شیخ الاسلامؒ نے (ص ۱۰۴) میں ذکر فرمایا ہے کہ:

"معلوم ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ کہتا ہے: "اللّٰھم فشفعہ فی وشفعنی فیہ" تو اُس کا یہ کہنا باطل ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے لیے دُعا نہیں فرمائی۔ عثمان بن حنیف نے بھی انہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کرے اور نہ فشفعہ فیّ کہنے کا حکم دیا تھا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا یہ کوئی موقعہ نہ تھا یعنی آپ کے وصال کے بعد اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ فشفعہ فیّ، تو اس کلام کا کوئی معنی نہ ہوگا، لہٰذا حضرت عثمان نے اس کا حکم نہیں دیا تھا، بلکہ جس کا حکم دیا تھا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور دُعا نہیں ہے اور نہ اس سے شریعت کا کوئی مسئلہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ صحابہ کرامؓ سے حسنِ عبادات، اباحات، اجابات یا تحریمات کے سلسلہ میں منقول ان سب اخبار آحاد کا حال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، جن کی دیگر صحابہ کرامؓ سے موافقت ثابت نہ ہو، تو گویا صحابی کا اس قسم کا فعل سنت نہیں ہے اور نہ مسلمانوں پر اس کی اتباع واجب ہے، زیادہ سے زیادہ اس کی غایت یہ ہے کہ اس میں اجتہاد ہو سکتا ہے، لیکن جن امور میں اُمت کا تنازعہ ہو، اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹانا فرض ہے۔"

پھر شیخ الاسلامؒ نے بعض صحابہ کرامؓ کے تفردات کی بہت سی مثالیں ذکر فرمائی ہیں، جن کی اتباع نہیں کی گئی، مثلاً ابن عمرؓ وضو کرتے وقت اپنی آنکھوں میں بھی پانی ڈالا کرتے تھے پھر انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر اس بات کو تسلیم کر بھی لیا جائے کہ عثمان بن حنیف وغیرہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ کے وسیلہ کو شرعی طور پر جائز اور مستحب سمجھتے تھے، خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داعی یا شافع نہ بھی ہوں، لیکن ہمیں یہ معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اکابر صحابہ کرامؓ آپ کی وفات کے بعد اسے درست نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ آپ کی حیات میں یہ درست تھا۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں استسقاء کے لیے وہ آپ کے وسیلہ کو اختیار کرتے تھے، لیکن جب آپ وصال فرما گئے، تو صحابہ کرامؓ نے آپ کے وسیلہ کو اختیار نہیں کیا، بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی صحیح، مشہور اور اہلِ علم کے اتفاق کے ساتھ ثابت شدہ دعا میں، قحط کے مشہور سال مہاجرین و انصار کی موجودگی میں یہ کہا تھا، جبکہ قحط اس قدر شدید تھا کہ آپ نے قسم کھالی تھی کہ جب تک لوگ خوشحال نہ ہوں گے، آپ گھی استعمال نہیں کریں گے۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کے ساتھ جب نمازِ استسقاء پڑھی، تو یہ دعا کی،

اللھم انا کنا اذا اجدبنا نتوسل الیک بنبینا، فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا۔	اے اللہ! قحط سالی میں ہم جب تیرے نبی کا وسیلہ پیش کرتے تو تُو ہمیں بارش دے دیتا تھا، اب ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، تو ہمیں بارش دے دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بارش سے نواز دیا۔ سب صحابہ کرامؓ نے اس دعا سے اتفاق کیا، کسی نے بھی انکار نہیں کیا، حالانکہ یہ واقعہ بڑا مشہور تھا، بلکہ اقراری اجماعات میں سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ حضرت معاویہؓ بن سفیان نے بھی اپنے دورِ خلافت میں ایسی ہی دُعا کی تھی۔ اگر صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی توسل کو جائز سمجھتے جیسے حیاتِ مبارکہ میں سمجھتے تھے، تو وہ یقیناً یہ کہتے کہ ہم عباسؓ اور یزید بن اسودؓ کے وسیلہ کو اختیار کیوں کریں اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کو کیوں ترک کریں، کیونکہ آپ تو افضل الخلائق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا وسیلہ سب سے زیادہ افضل و اعظم ہے؟ لیکن صحابہ کرامؓ میں سے جب کسی نے بھی یہ نہ کہا حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ وہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں آپ کی دُعا اور شفاعت کے ساتھ وسیلہ پکڑتے رہے ہیں اور اب آپ کے وصال کے بعد غیر کی دُعا اور شفاعت کے ساتھ وسیلہ کو اختیار کر رہے ہیں، تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک متوسل بہ کی دعا کے ساتھ وسیلہ مشروع تھا، ذات کے ساتھ مشروع نہیں تھا۔

علاوہ ازیں اس قصہ میں ایک جملہ ایسا ہے کہ جب بھی کوئی عقلمند اور صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب کو جاننے والا غور کرے گا، تو وہ دیگر دلائل کے ساتھ اسے بھی نکارت وضعف کی دلیل سمجھے گا اور وہ جملہ یہ ہے کہ اس قصہ میں مذکور ہے کہ خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس آدمی کی ضرورت کو پورا نہیں فرماتے تھے، بلکہ اس کی طرف قطعاً توجہ ہی مبذول نہیں فرماتے تھے، تو اسے کیونکر درست تسلیم کیا جا سکتا ہے حالانکہ صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے بھی عثمانؓ سے حیا محسوس کرتے ہیں۔ نیز آپ لوگوں کے ساتھ جو نرمی، نیکی اور حُسنِ سلوک کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے، وہ بھی مشہور ہے؟ یہ تمام امور تو اس قصہ کے وقوع کے بُعد پر دلالت کرتے ہیں، کیونکہ یہ ظلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کمال کے منافی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم یہاں تک لکھ چکے تھے کہ ہمیں ایک کتاب "التوصل الی حقیقۃ التوسل" ملی، جس کے مصنف شیخ محمد نسیب رفاعی ہیں، جنہوں نے اپنے نام کے ساتھ سلفی تحریک کا مؤسس وخادم لکھا ہے۔ علمی امانت، دینی خیر خواہی اور کلمہ حق کا تقاضا ہے کہ احکام خداوندی کو جیسا ہم سمجھتے ہیں، ان کی توضیح وتشریح کر دیں، چنانچہ اس لقب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دین سے ہم نے جو راہنمائی حاصل کی، وہ یہ ہے کہ سلفی تحریک سے مراد اسلام کی وہ سچی اور حقیقی دعوت ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا، لہٰذا اس تحریک کے مؤسس اور بانی صرف اللہ وحدہٗ سبحانہ وتعالیٰ ہیں، لہٰذا کسی بھی بشر کے لیے خواہ کوئی بھی ہو، یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس دعوت وتحریک کا مؤسس وبانی ہے حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دعویٰ نہیں فرما سکتے، کیونکہ آپ کا منصب یہ تھا کہ آپ نے اسے اللہ تعالیٰ سے سیکھا، یاد کیا، امانت کا ثبوت دیا اور نہایت کمال انداز میں اس کی تبلیغ فرمائی۔ آپ کو شریعت ووحی الٰہی میں کسی قسم کے تصرف کا اختیار نہیں تھا، لہٰذا کسی انسان کا یہ دعویٰ کہ وہ اس مبارک الٰہی تحریک کا بانی ہے، اگرچہ شرک اکبر تو نہیں، لیکن حقیقت میں ایک خطاء عظیم اور جرح بلیغ سے کم بھی نہیں۔ خواہ دعویٰ کرنے والا کتنا ہی بلند مرتبت کیوں نہ ہو۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ!

ہمیں نہیں معلوم کہ اس خطاء کا ارتکاب اس انسان سے کیسے ہو سکتا ہے جو حلب اور دیگر شامی شہروں میں عرصہ دراز تک اپنے بھائیوں کے ساتھ سلفی تحریک سے وابستہ رہا، حالانکہ اس تحریک کی سب سے بڑی خصوصیت ہی یہ ہے کہ اعتقادی شرک تو اعتقادی ہے۔ یہ لفظی شرک وبت پرستی کے خلاف بھی نبرد آزما ہے۔ یہ صاحب بعد میں اپنے بھائیوں سے الگ ہو گئے۔ ان کا یہ انحراف جماعت سے خروج پر مبنی تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے ہدایت عطا فرمائے اور لغزشوں، فتنوں اور گمراہ کن خواہشات سے محفوظ رکھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممکن ہے کہ اس مؤلف کی طرف سے کوئی شخص یہ عذر پیش کرے کہ اس لقب سے ان کی مراد یہ تھی کہ وہ اس سلفی دعوت و تحریک کے مجدد ہیں، ان کی مراد یہ تھی کہ وہ اس کی تعلیمات کے بانی و مؤسس ہیں اور مجدد تو قدیم و جدید ہر دور میں مسلمانوں میں رہے ہیں اور مؤلف بھی اپنے گمان میں انہی میں سے ایک ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ بے شک اسلام کی سچی دعوت کے ہر دور میں مجدد ہوئے ہیں، لیکن اس مؤلف اور ان مجددین کے مابین زمین و آسمان کا فرق ہے، اسے یہی کافی تھا کہ ان مجددین میں سے کسی ایک کا متبع ہو جاتا اور بفرضِ محال اگر ہم ان سے اتفاق بھی کر لیں کہ یہ بھی انہی مجددین میں سے ہیں، تو ان پر واجب کہ اپنے مزعومہ تجدیدی کام کے اردگرد ایک دائرہ کھینچ دیں جیسے کہ شہر یا پل کی ایک حد بندی ہوتی ہے۔ ایسے ہی اسے بھی اپنے تجدیدی میدان کی حد بندی کرنی چاہیے، کیونکہ مطلقاً اس عظیم لقب کا استعمال قارئین کے دل میں یہ بات پیدا کرتا ہے کہ وہ عصرِ حاضر کے تمام عالمِ اسلام میں اسلام کے مجدد ہیں، لیکن انہیں یہ منصب کہاں نصیب؟

دوسری بات یہ کہ بنیادی اخلاقیات میں سے یہ بات ہے کہ ہر مسلمان داعی تواضع و انکساری اختیار کرے۔ حُبِّ جاہ، تفاخر اور خواہشاتِ نفسی سے اجتناب کرے، کیونکہ یہ ایسی مہلک بیماریاں ہیں، جو ان کے طلب گار اور حریص سے دعوت کی اہلیت سلب کر لیتی ہیں۔ دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کے ہتھیار سے محروم کر دیتی ہیں اور تمام اعمال کو ملا کر ہوا میں اڑا دیتی ہیں، والعیاذ باللہ! اے اللہ ہمیں عصمت و ہدایت عطا فرما۔

ہم نے اس مذکورہ کتاب کی سرسری طور پر ورق گردانی کی تو اس میں بعض غلطیاں بھی پائیں، جن میں سے بعض کی طرف اپنے اپنے مقام پر اشارہ کریں گے، مثلاً انہوں نے (ص ۲۳۷) اس سابقہ قصہ کی اسناد پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس حدیث کی سند میں ایک آدمی رُوح بن صلاح ہے جسے جمہور اور ابن عدی نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن یونس نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا ہے کہ یہ منکر احادیث روایت کرتا ہے" یہ زبردست خطا ہے جس کا سبب ہمیں معلوم نہیں، کیونکہ رُوح بن صلاح اس حدیث کی نہیں، بلکہ حدیثِ ثالث کی علت ہے، جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

تیسرا شبہ ـــــ وسیلہ کے بارہ میں ضعیف احادیث

اس بدعی وسیلہ کے جواز کے قائل حضرات بہت سی احادیث سے محبت پکڑتے ہیں۔ جب ہم ان احادیث پر غور کرتے ہیں، تو وہ دو قسم کی ہوتی ہیں۔ اوّل، جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف درست ہے، لیکن یہ ان کی مراد پر دلالت نہیں کرتیں اور نہ ان کی رائے کی تائید کرتی ہیں جیسا کہ حدیثِ ضریر! اس نوع کی احادیث پر ہم قبل ازیں بحث کر چکے ہیں۔

دوم، وہ احادیث ہیں جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ہی درست نہیں، پھر ان سے بعض تو ان کی مراد پر دلالت کناں ہیں اور بعض نہیں۔ یہ احادیث جو کہ صحیح نہیں، بکثرت ہیں، لیکن ہم ان میں سے صرف چند مشہور کے ذکر پر اکتفا کریں گے۔

پہلی حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مرفوع روایت ہے کہ جو شخص نماز کے لیے اپنے گھر سے نکلے اور یہ دعا کرے "اے اللہ! میں ان لوگوں کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جن کا تجھ پر حق ہے اور میں اپنے اس چلنے کے حق کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔ میں غرور اور تکبّر کے ساتھ گھر سے نہیں نکلا۔۔۔۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنے چہرۂ اقدس کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں۔

اسے امام احمد (۳/ ۲۱) نے روایت کیا ہے۔ یہ الفاظ بھی مُسندِ احمد ہی کے ہیں۔ ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے اس کی مفصل تخریج سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ" (نمبر ۲۴) میں ملاحظہ فرمائیے۔ اس کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اسے حضرت ابوسعید خدریؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے عطیہ عوفی نے روایت کیا ہے اور عطیہ ضعیف[1] ہے، جیسا کہ امام نوویؒ نے "الاذکار" میں، ابن تیمیہؒ نے "القاعدة الجليلة" میں، ذہبیؒ نے "میزان" میں ذکر فرمایا ہے، بلکہ انہوں نے الضعفاء (۸۸/۱) میں لکھا ہے کہ عطیہ کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔ حافظ ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد" کے کئی ایک مقامات مثلاً (۵/ ۲۳۶) میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابوبکر بن محب بعلبکی نے اسے "الضعفاء والمتروکین" میں ذکر کیا ہے۔ بوصیریؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ "صدوق ہے، لیکن غلطیاں بہت کرتا ہے، شیعہ اور مدلس ہے۔" آپ نے اس کے ضعف کا سبب بھی بیان فرمایا ہے اور وہ دو امر ہیں:

اوّل: اس کے حفظ کا ضعف، اس کی طرف حافظؒ نے اپنے قول "یخطئ کثیراً" کے ساتھ اشارہ کیا ہے جیسا کہ "طبقات المدلسین" میں اسے "ضعیف الحفظ" قرار دیا ہے اور اس سے بھی زیادہ صریح قول "تلخیص الجبیر" (ص ۲۴۱، طبع ہند) میں ہے اور وہ ایک دوسری حدیث کے ذکر میں کہ "اس میں عطیہ بن سعید عوفی ہے اور وہ ضعیف ہے۔"

دوم: اس کے ضعف کا دوسرا سبب تدلیس ہے۔ حافظؒ کو چاہیے تھا کہ اس کی تدلیس کی نوعیت بھی بیان فرماتے، کیونکہ محدثین کرام کے نزدیک تدلیس کی بہت سی اقسام ہیں، جن میں سے مشہور حسب ذیل ہیں:

اوّل: یہ کہ راوی کسی ایسے شخص سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات تو ہوئی ہو، لیکن سماع نہ ہو یا وہ اس کا ہم عصر تو ہو، لیکن اس سے ملاقات نہ ہوئی ہو اور تاثر یہ دے کہ اس نے اس سے سنا ہے، یعنی وہ کہے عن فلان یا یوں کہے کہ قال فلان۔

دوم: یہ کہ راوی اپنے شیخ کے معاملے کو مخفی رکھنے کے لیے اس کا ایسا نام یا لقب

---

[1] امامِ دعوت (سلفی) نے اسے اپنے رسالہ آداب المشی الی المسجد میں جو ذکر کیا ہے، تو اس سے آپ دھوکے میں مبتلا نہ ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر کردے جو مشہور نہ ہو۔ محدثین نے اس تدلیس کو حرام قرار دیا ہے، جب شیخ غیر ثقہ ہو اور تدلیس سے مقصود یہ ہو کہ اس کا حال مخفی رہے یا راوی ثقات میں سے اس کا کوئی ہم نام اور ہم کنیت[1] تلاش کر کے تاثر یہ دے کہ یہ وہ ہے۔ محدثین کرام کے نزدیک یہ قسم تدلیس شیوخ کہلاتی ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ عطیہ کی تدلیس اسی حرام نوعیت کے قبیل سے ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب "الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ واثرھا السیئ فی الامۃ" (ص ۲۴) میں بیان کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ عطیہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا تھا، مگر آپ کی وفات کے بعد اُس نے کلبی کے پاس بیٹھنا شروع کر دیا، کلبی ان لوگوں میں سے ہے جو حدیث کے بارہ میں جھوٹ بولنے میں مشہور ہیں؛ چنانچہ عطیہ جب کلبی سے روایت کرتا، تو وہ اس کی کنیت ابوسعید کے ساتھ ذکر کرتا جس سے سننے والے سمجھتے کہ شاید ان کی مراد ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہے۔ میرے نزدیک صرف یہی ایک سبب اس عطیہ کی عدالت کو ساقط قرار دینے کے لیے کافی ہے۔ علاوہ ازیں یہ سوء حافظہ کا بھی شکار ہے۔ اس سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کتنا عادل ہے؟ اے کاش! حافظ ابن حجرؒ عطیہ کی اس فحش قسم کی تدلیس کی طرف اشارہ فرماتے جیسا کہ "طبقات المدلسین" میں انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ قبیح تدلیس میں مشہور ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

پھر حافظؒ بھول گئے یا وہم میں مبتلا ہو گئے یا شاید کسی اور بشری سبب کے باعث انہوں نے اس حدیث کی تخریج میں یہ لکھ دیا کہ عطیہ نے ایک روایت میں یہ کہا ہے کہ "حدثنی ابوسعید"، چنانچہ اس طرح عطیہ کی تدلیس کا خدشہ جاتا رہا۔ "ابن علان" نے بھی آپ سے ایسا ہی ذکر کیا ہے اور بعض معاصرین نے بھی اس سلسلہ میں آپ کی تقلید کی ہے۔

---

[1] اختصار علوم الحدیث، حافظ ابن کثیرؒ ص ۵۹، مع شرح احمد شاکرؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماع کی تصریح اس وقت مفید ہے، جب وہ پہلی قسم کی ہو لیکن یہاں عطیہ کی تدلیس دوسری بدترین قسم کی ہے، لہذا یہاں یہ تصریح مفید نہیں ہے، کیونکہ اس روایت میں حدثنی ابو سعید کے الفاظ بھی بدترین قسم کی تدلیس پر مبنی ہیں [1]

لہذا اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عطیہ حافظے کی خرابی اور بدترین تدلیس کے باعث ضعیف ہے اور اس کی یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ حافظ کا اس حدیث کو حسن قرار دینا اور بے علم لوگوں کا مبتلائے فریب ہونا اس سہو کی بنیاد پر ہے جس کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں کچھ اور علتیں بھی ہیں، جن کی طرف مذکورہ کتاب میں اشارہ کیا جا چکا ہے، لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں، شائقین اس کی طرف رجوع فرما سکتے ہیں۔

"تقریب" میں حافظ ابن حجرؒ کی مذکورہ عبارت سے بعض معاصرین نے جو یہ سمجھا ہے کہ اس سے عطیہ کی توثیق معلوم ہوتی ہے، تو یہ ایک ناقابلِ رشک سوچ ہے۔ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں جب میری شیخ احمد بن صدیق سے ملاقات ہوئی، تو میں نے ان سے اس سوچ کے بارہ میں پوچھا، تو انہوں نے تعجب کا اظہار کیا، بے شک روایت میں جس سے بکثرت خطاؤں کا ارتکاب ہو، اس کی ثقاہت ساقط ہو جاتی ہے۔ قلیل خطاؤں والے شخص کی ثقاہت ساقط نہیں ہوتی۔ پہلی قسم کے لوگ "ضعیف الحدیث" اور دوسری قسم کے لوگ "حسن الحدیث" ہوتے ہیں۔

---

[1] اس سے قارئین کرام کے سامنے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ عطیہ کی اس تدلیس کی نوعیت کی صراحت کے بعد اگر اس کے بارہ میں حافظ کے اس جملہ کی کوئی تقلید کرتا ہے، تو وہ خود غرض اور اپنی خواہش کا پجاری ہے جیسا کہ اس شخص نے کیا ہے جس نے اس حدیث کے تدلیس کے باعث معلول ہونے کے سلسلہ میں میری تردید میں حافظ کی مذکورہ عبارت کو نقل کیا ہے۔ میں اسے خود غرض اس لیے کہتا ہوں کہ میری اس وضاحت کے بعد اسے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ یہ تدلیس کس نوعیت کی ہے، لیکن اس کے باوجود اس نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیا ہے اور اس کے جواب میں اس نے کوئی بات نہیں لکھی۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ تدلیس اس پہلی نوعیت کی ہے جو کسی دوسرے طریق سے تحدیث کی صراحت کے بعد ختم ہو جایا کرتی ہے، تو میں قارئین کرام کی خدمت میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ اس قسم کی تدلیس کرنے والے اس بات کے مستحق نہیں ہیں کہ انہیں عطیہ جیسے مدلس کے ساتھ ملا دیا جائے!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ حافظ نے "شرح نخبہ" میں خطاؤں کے بکثرت ارتکاب کرنے والے کو ان لوگوں کے ساتھ ملایا ہے، جو سوءِ حفظ میں مبتلا ہیں اور ان میں سے ہر ایک حدیث کو انہوں نے مردود قرار دیا ہے؛ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے "شرح نخبہ مع حاشیہ شیخ علی قاری" (ص ۱۲۱، ۱۳۰)

ان لوگوں کے فریب خوردہ ہونے کا ایک سبب وہ عبارت بھی ہے جو انہوں نے حافظ سے نقل کی ہے کہ آپ نے "تخریج الاذکار" میں لکھا ہے:

"عطیہ اپنے تشیع کے باعث ضعیف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ تدلیس کے باعث ضعیف ہے، حالانکہ وہ صدوق ہے۔"

یہ لوگ اس علم میں کوتاہی کے باعث ـــــ ہم یہاں جہالت کا لفظ استعمال نہیں کر رہے ـــــ اس بات کی جرأت نہیں پاتے کہ علماء کے اوہام کے سلسلہ میں اپنی کوئی صریح رائے پیش کر سکیں، بلکہ یہ لوگ علماء کے اقوال کو اس طرح بے جھجک پیش کرتے ہیں، گویا وہ ہر قسم کے خطاء و لغزش سے محفوظ ہیں۔ بالخصوص جب وہ ان کی اغراض کے موافق بھی ہوں جیسا کہ انہوں نے اس جملہ کو نقل کیا ہے۔ حالانکہ اس میں اور حافظ کے "تقریب" میں قول کے مابین تعارض ظاہر ہے، کیونکہ اس سے عطیہ کے ضعف کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں:

ایک سبب تو تشیع ہے، اس سلسلہ میں راجح بات یہ ہے کہ یہ مطلق جرح نہیں ہے۔ دوسرا سبب تدلیس ہے اور یہ جرح زائل ہو سکتی ہے جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں حافظ نے "قیل" کے ساتھ اس سبب کے ضعف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، جبکہ "تقریب" میں نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہا ہے کہ یہ مدلس ہے۔ نیز وثوق ہی کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ یہ شیعہ بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے رسالہ "طبقات المدلسین" ص ۱۸ میں اس کا ذکر کیا تو یہ لکھا کہ یہ معروف تابعی، ضعیف الحفظ اور تدلیسِ قبیح میں مشہور ہے۔" علاوہ ازیں آپ نے اسے "مرتبہ رابعہ" میں ذکر کیا ہے اور اس مرتبہ میں آپ ایسے لوگوں کو ذکر کرتے ہیں، جن کی حدیث کے ناقابلِ حجت ہونے پر اتفاق ہے۔ اِلّا یہ کہ انہوں نے سماع کی صراحت کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو، کیونکہ ان کی اکثر تدلیس ضعفاء و مجاہیل وغیرہ سے ہوتی ہے، مثلاً بقیہ بن ولید وغیرہ، مقدمہ میں بھی آپ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ حافظؒ کی طرف سے ہی یہ دو نصوص اس بات کی دلیل ہیں کہ عطیہ کے مدلس ہونے کو ضعیف قرار دینا وہم کی بنیاد پر ہے۔ گویا اس جملہ "اور تقریب" کی عبارت میں جو تعارض ہے، یہ اس کا ایک سبب ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ اس جملہ میں حافظؒ نے کوئی ایسی بات ذکر نہیں کی جو آپ کی طرف سے جرح پر دلالت کناں ہو، جیسا کہ "شرح نخبہ" سے ذکر کیا جا چکا ہے، جبکہ "تقریب" میں آپ کا قول یہ ہے کہ یخطئ کثیرًا۔ ان سب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس حدیث کی تخریج کے وقت حافظؒ کے حافظہ نے ساتھ نہیں دیا، جس کے باعث آپ سے یہ کوتاہی ہو گئی جس کی نشان دہی آپ ہی کی دوسری کتب سے ہو رہی ہے۔ دوسری کتب "تخریج" کی نسبت ویسے بھی زیادہ قابلِ اعتماد ہیں، کیونکہ ان میں آپ نے اصول سے نقل کیا ہے اور تلخیص کی ہے، جبکہ "تخریج" میں ایسا نہیں ہے۔

ہم یہ ذکر کر آئے ہیں کہ عوفی کو بہت سے حفاظ نے ضعیف الحدیث قرار دیا ہے، مثلاً حافظ منذریؒ نے "الترغیب" میں[1] نوویؒ نے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے "القاعدۃ الجلیلۃ" میں، "بوصیریؒ" نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ "مصباح الزجاجہ" (۲/۵۲) میں لکھا ہے:

"اس اسناد میں عطیہ، فُضَیل بن مرزوق اور فضل بن موفق مسلسل کئی ضعیف راوی ہیں۔"

نواب صدیق حسن خانؒ نے "نزل الابرار" ص ۷۱ میں اس حدیث اور حدیثِ بلال جو اس کے بعد آ رہی ہے، کی طرف اشارہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

---

[1] (۲/۲۶۵) میں لکھا ہے کہ اسے ابن ماجہ نے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں مقال ہے، دوسری جگہ (۱/۱۳۰-۱۳۱) میں اسے ضعیف قرار دیا ہے، جہاں "روی" کے لفظ کے ساتھ کلام کا آغاز کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کے حسن ہونے کا کوئی احتمال نہیں، جیسا کہ "مقدمہ" میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ اسناد ضعیف ہے، نوویؒ نے "الاذکار" میں اس کی صراحت کی ہے۔"

دُوسری حدیث

حدیثِ بلال ہے، جس کی طرف نواب صدیق حسن خانؒ نے اشارہ کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں،

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج الی الصلوٰۃ قال بسم اللہ اٰمنت باللہ، توکلت علی اللہ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ اللھم بحق السائلین علیک وبحق مخرجی ھٰذا، فانی لم اخرج اشرًا ولا بطرًا ..... (الحدیث)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے نکلتے، تو یہ دعا پڑھتے: "اللہ کے نام سے میں اللہ پر ایمان لایا، اللہ پر میں نے توکل کیا، اللہ کی توفیق کے بغیر نہ نیکی کی جا سکتی اور نہ بُرائی سے بچا جا سکتا ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرنے والوں کے بحق اور اپنے اس نکلنے کے بحق (سوال کرتا ہوں) بیشک میں فخر و غرور کے ساتھ نہیں نکلا .....

اس حدیث کو ابن السُّنی نے عمل الیوم واللیلۃ (ح۸۲) میں بطریق وازع بن نافع عُقیلی، از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، از حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کیا ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ حدیث سخت ضعیف ہے، اس میں "وازع" آفت ہے اسے جھوٹ سے کوئی چیز باز نہ رکھتی تھی جیسا کہ میں نے "السلسلۃ الضعیفۃ" میں بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ نوویؒ نے "الاذکار" میں بیان فرمایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس کے راویوں میں سے ایک وازع بن نافع عقیلی ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔ حافظؒ نے اس کی تخریج کے بعد لکھا ہے،

"یہ حدیث بہت واہی ہے، امام دارقطنی نے اسے "الافراد" میں اسی سند کے ساتھ بیان کر کے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں وازع متفرد ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ضعف پر اتفاق اور وہ منکر الحدیث ہے، اس میں قول اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ ابن معین ونسائی فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ ابوحاتم اور ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔" لہ

میں عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث کے ساتھ استشہاد جائز نہیں جیسا کہ شیخ کوثری نے، شیخ غماری نے "مصباح الزجاجہ" ص ۵۶ میں اور بعض دیگر بدعتیوں نے اس سے استشہاد کیا ہے۔

یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہونے کے باوجود اس بات پر دلالت کناں نہیں ہیں کہ مخلوق کے ساتھ وسیلہ جائز ہے، بلکہ ان سے اسی مشروع وسیلہ ہی کی ایک نوعیت کا جواز ثابت ہوتا ہے، جس کی بابت قبل ازیں گفتگو ہو چکی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی صفات میں سے کسی ایک صفت کا وسیلہ پیش کرنا، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے والوں کے حق کا وسیلہ اور نمازیوں کے چلنے کے حق کا وسیلہ مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے والوں کا حق کیا ہے؟ بلاشبہ ان کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرنا، اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اسی طرح مسلمان کے مسجد

لہ "السلسلة الضعيفة" میں جب میں نے بلال کی اس حدیث اور اس سے پہلی حدیث پر گفتگو کی تو یہ لکھا کہ خلاصۂ کلام یہ کہ حدیث انہی دونوں سندوں کے ساتھ ضعیف ہے اور ہر ایک دوسری سے زیادہ ضعیف ہے۔" اس آخری جملہ سے بعض متولفین نے تغافل برتا اور مجھ پر یہ الزام لگا دیا کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ابتداء وانتہا کے لحاظ سے اسناداً ایک دوسرے سے متغایر ہیں، تو یہ کیسے صحیح ہوگا کہ ان دونوں کو ایک قرار دیا جائے اور ان پر ایک حکم لگایا جائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا قائل خلط مبحث کا شکار ہو گیا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ قارئین کرام کو غور فرمانا چاہیے کیا یہ لوگ سچ کہہ رہے ہیں؛ لہٰذا اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کر دوں؛ تو امید ہے کہ مجھے معذور سمجھیں گے کہ "نبوتِ اُولیٰ کے کلام میں سے یہ بھی ہے کہ جب حیا نہ کرے تو جو چاہو کرو۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف چلنے کا حق کیا ہے؟ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دے، جنت میں داخل کر دے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت ورحمت اور اپنے فرمانبردار بندوں کو جنت میں داخل فرمانا یہ سب رب تبارک و تعالیٰ کی صفات ہیں۔

اس سے آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث جس سے بدعتی استدلال کرتے ہیں۔ یہ انہی کے خلاف دلیل ہے اور اسے بخوبی سمجھنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث ان کے خلاف ہماری دلیل ہے۔ والحمد للہ علیٰ توفیقہ۔

تیسری حدیث:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللّٰھم انت احق من ذکر، واحق من عبد، اسئالك بنور وجهك الذی اشرقت له السمٰوات والارض وبكل حق هو لك، وبحق السائلين عليك ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	اے اللہ! جن کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان سب سے زیادہ حقدار ہے، جن کی عبادت کی جاتی ہے ان میں سے بھی سب سے زیادہ تو ہی حق دار ہے، میں تیرے چہرۂ اقدس کے اس نور کے ساتھ تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کے باعث آسمان و زمین منور ہو گئے ہیں اور ہر اس حق کے واسطے سے بھی جو تیرا ہے اور تجھ سے سوال کرنے والوں کے حق کے واسطے سے بھی۔

www.KitaboSunnat.com

علامہ ہیثمیؒ "مجمع الزوائد" ۱۰/ ۱۱۷ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں فضال بن جبیر ہے جو کہ بالاتفاق ضعیف ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ شدید ترین ضعیف ہے۔ ابن حبان نے اسے متہم قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ شیخ گمان کرتا تھا کہ اس نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور ان سے وہ روایت کرتا جو ان کی احادیث ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے مزید یہ بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہے کہ یہ برجال میں ناقابلِ احتجاج ہے اور بے اصل حدیثیں روایت کرتا ہے۔ ابن عدیؒ نے "کامل" میں لکھا ہے کہ اس کی سب حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ حدیث سخت ضعیف ہے، اس کے ساتھ استشہاد بالکل جائز نہیں جیسا کہ صاحبِ "مصباح" نے ص ۵۶ میں اس سے استشہاد کیا ہے۔

چوتھی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوئیں، تو انہوں نے حضرت اسامہ بن زید، ابوایوب انصاری، حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہم) اور ایک سیاہ رنگ کے غلام کو بلایا جنہوں نے قبر کھودی .... جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قبر میں داخل ہوئے تو لیٹ گئے اور آپ نے یہ دعاء کی:

اللہ الذی یحیی ویمیت وھو حی لا یموت، اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد ولقنہا حجتہا ووسع مدخلہا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین	اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، وہ زندہ ہے جو کبھی فوت نہ ہوگا۔ اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کو معاف فرمادے، اسے ان کی دلیل کی تلقین فرما اور ان کی قبر کو کشادہ فرما، اپنے نبی اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کے حق کے ساتھ بے شک تو ارحم الراحمین ہے۔

ہیثمی نے اسے "مجمع الزوائد" ۹/ ۲۵۷ میں روایت کیا ہے، جبکہ طبرانی نے "کبیر" اور "اوسط" میں اور اس میں روح بن صلاح ہے۔ ابن حبان و حاکم نے اسے ثقہ قرار دیا ہے، جبکہ اس میں تنعف ہے۔ اس کے باقی رجال، رجالِ صحیح ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اسے بطریق طبرانی ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" ۳/ ۱۲۱ میں اور ان دونوں کے نزدیک اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روح بن صلاح متفرد ہے جیسا کہ خود ابونعیم نے کہا ہے، رُوح کو ابن عدی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن یونس کہتے ہیں کہ اس سے مناکیر مروی ہیں۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ "ضعیف فی الحدیث" ہے۔ ابن ماکولا فرماتے ہیں کہ محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن عدی نے اس کی دو حدیثیں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی بہت سی احادیث ہیں، جن میں سے بعض میں نکارت ہے، گویا محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی یہ حدیث اس کے تفرد کے باعث منکر ہے۔

بعض لوگ اس حدیث کے قوی ہونے کے بھی قائل ہیں کیونکہ ابن حبان و حاکم نے اس رُوح کی توثیق کی ہے، لیکن یہ توثیق ان کے لیے مفید نہیں، کیونکہ یہ معروف ہے کہ یہ دونوں توثیق میں تساہل سے کام لیتے ہیں، بوقتِ تعارض ان کے کلام کا کوئی وزن نہیں ہوتا، خواہ جرح مبہم ہی کیوں نہ ہو، جب مفصل ہو جیسا کہ یہاں ہے پھر تو بالکل کوئی وزن نہیں ہوتا۔ میں نے اس حدیث کے ضعف پر "السلسلۃ الضعیفۃ" ۳۲ میں تفصیل سے گفتگو کی جیسے اس مختصر سے رسالہ میں دوہرانے کی ضرورت نہیں لیکن مذکورہ لوگوں نے اس سلسلہ میں حد درجہ مضحکہ خیز باتیں کی ہیں اور لکھا ہے کہ:

> "شیخ ناصر نے اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا ہے، لہٰذا ہم ان سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ یہ بتائیں کہ محدثین میں سے کس نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔"

میں عرض کرتا ہوں کہ ہم نے قبل ازیں یہ ذکر کر دیا ہے کہ رُوح بن صلاح جب متفرد ہو تو اس کی روایت کو کس کس نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ یہ بات مخفی نہیں، اِلّا یہ کہ اس کی متابعت مل جاتے، مگر ابونعیم نے اس کی نفی کی ہے یا یہ روایت کسی دوسرے طریق سے مروی ہو اور یہ از حد بعید ہے۔

پھر انہوں نے یہ بھی کہا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، تو اس کا ضعف نہایت خفیف ہے جو جوازِ عمل سے مانع نہیں ہے، کیونکہ یہ اسی قبیل سے ہے کہ جب ضعف شدید نہ ہو تو محدثین و فقہاء نے ترغیب و ترہیب کے سلسلہ میں ضعیف حدیث کے مطابق عمل کو جائز قرار دیا ہے۔"

میں عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث میں کوئی ترغیب مذکور نہیں ہے اور نہ کسی ایسے عمل کی فضیلت ثابت کرتی ہے جو شریعت میں موجود ہو، اس میں تو صرف ایک ایسا عمل مذکور ہے جس کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اگر جائز ثابت ہو جائے، تو پھر گویا یہ حدیث ایک شرعی حکم کو بیان کر رہی ہے، مگر آپ حضرات اس روایت کو مختلف فیہ وسیلہ کے جواز کے سلسلہ کی دلیلوں کے ضمن میں ذکر کر رہے ہیں، لیکن جب تم نے خود یہ تسلیم کر لیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، تو تمہارے لیے اس سے استدلال جائز نہیں اور یہ تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی بھی عقلمند تم سے یہ اتفاق کرے کہ اس حدیث کا تعلق باب ترغیب و ترہیب سے ہے۔ حق سے راہِ فرار اختیار کرنے والوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ وہ ایسی بات کہتے ہیں، جسے کوئی بھی عقلمند نہیں کہتا۔

پانچویں حدیث:

حضرت امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اُسید سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فقیر مہاجرین کے ساتھ فتح طلب کرتے تھے۔

مخالفین کا خیال ہے کہ یہ حدیث اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیا کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ ضعیف و مسکین مہاجروں کے وسیلہ سے فتح عطا فرمایا کرتے تھے۔ ان کے خیال میں یہ مختلف فیہ وسیلہ ہے۔ ہم اس کا جواب دو طریقوں سے دیں گے۔

پہلی بات تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ طبرانی نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۱/۸۱/۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بیان کیا ہے کہ "حدثنا محمد بن اسحاق بن راھویہ حدثنا ابی حدثنا عیسیٰ بن یونس، حدثنی ابی عن ابیہ بہ۔"

دوسری سند اس طرح ہے کہ "حدثنا عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز البغوی بن عبید اللہ بن عمر القواریری حدثنا یحییٰ بن سعید عن سفیان عن ابی اسحٰق عن امیۃ بن خالد پھر انہوں نے بطریق قیس بن الربیع عن ابی اسحٰق عن المھلب عن ابی صفرۃ عن امیۃ بن خالد مرفوعاً روایت کیا ہے اور الفاظ یہ ہیں:

یستفتح ویستنصر بصعالیك المسلمین	آپ فقیر مسلمانوں کے ساتھ فتح و نصرت طلب کیا کرتے تھے۔

اس حدیث کا دارومدار اس امیہ پر ہے اور ان کا صحابی ہونا ثابت نہیں، تو یہ حدیث مرسل و ضعیف ہے۔ ابن عبد البرؒ "الاستیعاب - ۱/۳۸" میں فرماتے ہیں میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ یہ صحابی نہیں ہیں اور حدیث مرسل ہے۔ حافظ الاصابہ - ۱/۱۳۳" میں فرماتے ہیں کہ ان کی صحبت و روایت ثابت نہیں ہے۔

اس میں ایک دوسری علت بھی ہے اور وہ ہے ابو اسحاق کا اختلاط اور عنعنہ، کیونکہ یہ مدلس تھا، مگر سفیان نے ان سے قبل از اختلاط سنا تھا، لیکن عنعنہ کی علت باقی رہ گئی، لہذا ثابت ہوا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، ناقابلِ حجت ہے اور یہ ہے اس حدیث کے سلسلہ میں ہمارا پہلا جواب!

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو یہ صالحین کی دعا کے اس وسیلہ پر دلالت نہیں کرتی، جس پر حدیثِ عمرؓ اور حدیثِ اعمیٰ دلالت کرتی تھی۔ اس حدیث کے معنی بیان کرتے ہوئے مناویؒ "فیض القدیر" میں فرماتے ہیں کہ کان یستفتح کے معنی یہ ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم درج ذیل ارشادِ ربانی کے ساتھ جنگ شروع فرمایا کرتے تھے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ۔	اگر تم فتح طلب کرو، تو تمہارے پاس فتح آچکی ہے۔

یہ معنی علامہ زمخشری نے ذکر کیے ہیں اور یستنصر بصعالیك المسلمین کے معنی یہ ہیں کہ آپ فقیر مسلمانوں کی دعاؤں کے ساتھ فتح و نصرت طلب کیا کرتے تھے۔ یہ تفسیر حدیثِ نبوی سے بھی ثابت ہے۔ امام نسائیؒ نے (۲/۱۵) میں ان الفاظ کے ساتھ حدیث بیان کی ہے:

انما ینصر اللہ ھذہ الامۃ بضعیفھا بدعوتھم وصلاتھم واخلاصھم۔	اللہ تعالیٰ اس امت کی اس کے کمزور لوگوں، ان کی دعاؤں، نمازوں اور اخلاص کے ساتھ مدد فرمائے گا۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اصل حدیث صحیح البخاری (۶/۶۷) میں ہے، تو حدیث نے یہ واضح کر دیا کہ طلبِ نصرت نیکوں کی دعاؤں کے ساتھ تھا، ان کی ذات وجاہ کے ساتھ نہ تھا۔ اس کی مزید تاکید و تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ قیس بن ربیع کی مذکورہ حدیث میں ہے کہ "کان یستفتح ویستنصر" اس سے معلوم ہوا کہ طلبِ نصرت نیک لوگوں کی دعاؤں، نمازوں اور اخلاص کے ساتھ تھا۔ استفتاح بھی اسی طرح تھا، لہٰذا اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو یہ وسیلہ مشروع کی دلیل ہے اور بدعتی وسیلہ کے خلاف حجت ہے۔ والحمد للہ!

چھٹی حدیث:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے غلطی کا ارتکاب ہوا تو انہوں نے یہ دعا کی، اے اللہ! میں تجھ سے بحقِ محمد یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدمؑ! تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانا؟ حالانکہ میں نے تو اُسے ابھی تک پیدا ہی نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا، اے اللہ! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور مجھ میں رُوح پھونکی، تو میں نے اپنے سر کو اٹھایا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرش کے پاؤں پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ صرف اسی نام کو ملایا ہے جو ساری مخلوق میں آپ کو محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں نے تجھے معاف کر دیا۔ اگر محمدؐ نہ ہوتے، تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔"

امام حاکم نے اسے مستدرک (۲/ ۶۱۵) میں بطریق ابی الحارث عبد اللہ بن مسلم الفہری حدثنا اسمٰعیل بن مسلمۃ انبأ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم عن ابیہ عن جدہ عن عمر روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ صحیح الاسناد ہے اور یہ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم کی وہ پہلی حدیث ہے جو میں نے اس کتاب میں ذکر کی ہے۔

علامہ ذہبیؒ نے اس پر تعاقب کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ عبد الرحمٰن واہی ہے اور عبد اللہ بن اسلم فہری کو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟

امام حاکم نے مستدرک ہی میں تناقض کا ثبوت دیا ہے اور (۳/ ۳۳۲) میں بھی اسی عبد الرحمٰن کی ایک اور روایت ذکر کی ہے اور اسے صحیح قرار نہیں دیا اور فرمایا کہ شیخین نے عبد الرحمٰن بن زید کو ناقابلِ حجت قرار دیا ہے۔

فہری کا علامہ ذہبیؒ نے "میزان" میں تذکرہ کیا ہے اور یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ ایک باطل حدیث ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے "لسان" (۳/ ۳۶۰) میں بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور اس فہری کے بارہ میں یہ کہا ہے کہ میں اس بات کو بعید نہیں سمجھتا کہ یہ وہی ہو جو اس سے پہلے ہے، کیونکہ یہ اسی کے طبقہ میں سے ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جو اس سے پہلے ہے، وہ عبد اللہ بن مسلم بن رشید ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ وضعِ حدیث میں متہم ہے، لیث، مالک اور ابن لہیعہ کی طرف موضوع حدیثوں کو منسوب کیا کرتا تھا، لہٰذا اس کی حدیث کو لکھنا جائز نہیں۔ اسی نے ابن ہدبہ سے نسخہ روایت کیا ہے جو گویا اس کے ہاں معمول رہا ہے۔

اس روایت کو طبرانی نے "معجم صغیر" ص ۲۰۷ میں بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح بیان کی ہے: "ثنا محمد بن داؤد بن أسلم الصدفی المصری ثنا احمد بن سعید المدنی النھری۔ ثنا عبد اللہ اسماعیل المدنی عن عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم بہ"

یہ سند تاریک ہے عبدالرحمٰن سے نیچے کے لوگ غیر معروف ہیں۔ حافظ ہیثمیؒ نے "مجمع الزوائد" (۲۵۳/۸) میں بھی اس طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت کو طبرانی نے "اوسط" اور "صغیر" میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کچھ ایسے راوی ہیں، جن کو میں نہیں جانتا۔

یہ کوتاہ تنقید ہے بے علم لوگ اس وہم میں مبتلا ہو سکتے ہیں کہ شاید اس سند میں کوئی راوی ایسا نہیں ہے، جو معروف بالطعن ہو، حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے، کیونکہ اس کا دارومدار عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم پر ہے۔ بیہقی فرماتے ہیں کہ وہ اس سند میں متفرد ہے اور یہ متہم بالوضع ہے۔ خود امام حاکمؒ نے بھی اس پر وضع کا الزام لگایا ہے۔ اسی وجہ سے علماء امام حاکم کی اس حدیث کو صحیح قرار دینے کا انکار کرتے ہیں اور آپ کی طرف خطاء ونسیان کو منسوب کرتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ وتابعین اور ائمہ متبوعین کے علم کے وارث شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ[1] اپنی کتاب "القاعدۃ الجلیلۃ" ص ۸۹ میں فرماتے ہیں:

"امام حاکمؒ کے اس حدیث کو روایت کرنے کا انکار کیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے خود اپنی کتاب "المدخل الیٰ معرفۃ الصحیح من السقیم" میں فرمایا ہے کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے موضوع احادیث روایت کی ہیں، چنانچہ اہل صنعت میں سے جو غور کرے، اس پر یہ بات مخفی نہ رہے گی کہ اس سند میں دارومدار اس پر ہے۔" میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم باتفاق

---

[1] علامہ شیخ محب الدین خطیب نے "القاعدۃ الجلیلۃ" کے مقدمہ میں شیخ الاسلام کے بارہ میں اسی قسم کے القاب ذکر کیے ہیں [2] امام حاکمؒ و ابن حبانؒ سے حافظ ابن الہادی نے "الصارم المنکی" ص ۲۹ میں اور حافظ ابن حجرؒ نے "تہذیب" میں بھی اس کلام کو نقل کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدثین ضعیف ہے، کیونکہ وہ بہت غلطیاں کرتا تھا[1] یہی وجہ ہے کہ اسے امام احمد بن حنبلؒ، ابوزرعہؒ، ابو حاتمؒ، نسائیؒ، دارقطنیؒ اور کئی دیگر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ "وہ بے علمی میں حدیثوں کو بدل دیا کرتا تھا، حتیٰ کہ اس نے بکثرت مرسل روایات کو مرفوع اور موقوف کو مسند بنا دیا جس کی وجہ سے محدثین نے اسے متروک قرار دے دیا۔" امام حاکمؒ نے اس جیسی حدیثوں کو جو صحیح قرار دیا ہے، تو ائمہ حدیث نے اس کا انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حاکم تو موضوع و مکذوب احادیث کو بھی صحیح قرار دے دیتے ہیں، لہٰذا علماء حدیث محض امام حاکم کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔"

میں عرض کرتا ہوں کہ خود امام حاکمؒ نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا اپنی کتاب "الضعفاء" میں ذکر کیا ہے جیسا کہ علامہ ابن عبدالہادی نے بھی ان کا نام لینے کے بعد آخر میں یہ ذکر کیا ہے کہ:

"یہ لوگ جن کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ میرے نزدیک ان کی جرح ظاہر ہے کیونکہ جرح تو دلیل ہی سے ثابت ہوتی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو مجھ سے مطالبہ کرے تو میں ان پر جرح واضح کر سکتا ہوں، از روئے تقلید میں جرح کو حلال نہیں سمجھتا، میرے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جن کے میں نے نام لیے ہیں، طالبان حدیث کو ان میں سے کسی کی حدیث نہیں لکھنی چاہیے، کیونکہ ان سے جو حدیث ذکر کرے گا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں داخل ہوگا کہ:

من حدث بحدیث وھو یری	جو کوئی ایسی حدیث بیان کرے جسے وہ جھوٹی
انه کذب فھو احد الکاذبین[2]	سمجھتا ہو تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے

---

[1] گویا شیخ الاسلامؒ کی طرف سے نص ہے کہ غلط کثیراً جرح کا صیغہ ہے تعدیل کا نہیں۔ واضح رہے کہ اس میں اور یخطئ کثیراً میں کوئی فرق نہیں ہے، آخر الذکر وہ کلمہ ہے جو حافظ نے عطیہ عوفی کے بارہ میں استعمال کیا ہے جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے [2] مسلم نے اسے (۱/۷) میں اور ابن حبان نے صحیح (۱/۲۷) میں بروایت سمرہ بن جندبؓ نیز مسلم نے بروایت مغیرہ بن شعبہ روایت کیا ہے۔ امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مشہور ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو شخص امام حاکمؒ کے اس کلام اور اس سے پہلے پر غور کرے، تو اس کے سامنے یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ خود امام حاکمؒ کے نزدیک اس عبدالرحمٰن بن زید کی یہ حدیث موضوع ہے اور جو شخص اس کے حال کے علم کے بعد بھی اسے روایت کرے، تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ، ذہبیؒ اور عسقلانیؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔ حافظ ابن عبدالہادیؒ جیسے کئی محققین نے بھی اس کا اتباع کیا ہے جیسا کہ آگے ذکر آئے گا؛ لہٰذا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو، اُس کے لیے جائز نہیں کہ امام حاکمؒ کی تقلید میں ان کے ایک قول کے باعث اس حدیث کو صحیح قرار دے، جبکہ یہ سب محدثینؒ اسے بالاتفاق موضوع قرار دیتے ہیں۔ خود امام حاکمؒ بھی اپنے دوسرے قول میں اس بات کو پسند کر چکے ہیں کہ اس عبدالرحمٰن کی حدیث نہیں لکھنی چاہیئے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہوگا جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض شیوخ کا یہ قول کہ شیخ ناصر کا اس حدیث پر کذب و موضوع کا حکم لگانا باطل ہے، کیونکہ ان کا اعتماد ذہبیؒ کے اس قول پر ہے کہ "یہ حدیث موضوع ہے" بالکل باطل ہے، کیونکہ علامہ ذہبیؒ اس سلسلہ میں مذکورہ حفاظِ اعلام کے ساتھ متفق ہیں پھر ان مشائخ نے یہ بھی کہا ہے کہ "ذہبیؒ کا انحصار اس بات پر ہے کہ حاکم کی اسناد میں ایک ایسا شخص ہے، جس کی بابت یہ کہا گیا ہے کہ یہ متہم ہے۔" میں عرض کرتا ہوں کہ یہ بھی باطل ہے، کیونکہ یہ شخص جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، عبداللہ بن مسلم فہری ہے۔ ذہبیؒ اس سے ناواقف رہا ہے اور انہوں نے اسے متہم قرار نہیں دیا جیسا کہ قبل ازیں ہم نے آپ سے نقل کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ بات ان سے مخفی نہیں، لیکن اپنی ایک مخصوص غرض کے باعث انہوں نے تجاہل سے کام لیا ہے اور وہ غرض یہ ہے کہ تاکہ اس کے بعد یہ کہہ سکیں کہ طبرانی میں اس حدیث کی ایک اور سند بھی ہے، جس میں متہم راوی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک غیر معروف راوی ہے۔" میں عرض کرتا ہوں کہ اس میں تین راوی غیر معروف ہیں، جب یہ نہیں جانتے، تو پھر انہوں نے ہیثمیؒ کی بات سے کیوں اعراض کیا ہے کہ "اس میں کچھ راوی ایسے ہیں، جن کو میں نہیں جانتا" جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ لوگ تقلید کے پیچھے ہلاک ہوتے جا رہے ہیں۔

ہیثمی کا قول اس بارے میں نص ہے کہ اس سند میں غیر معروف ایک شخص نہیں بلکہ ایک جماعت ہے۔ انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی نص نہیں ہے، تو یہ درحقیقت قارئین کو تلبیسات میں مبتلا کرنا ہے۔ نعوذ باللہ من الخذلان!

پھر سابقہ بات پر عطف ڈالتے ہوئے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ "اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ راجح بات یہ ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے، جنہیں ضعیف کہا جا سکتا ہے اور یہ کلمہ تضعیف کے خفیف ترین مراتب میں سے ہے۔" حافظ کے علاوہ دیگر لوگوں کے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ یہ شدید ترین ضعیف ہے۔ ابونعیم نے ان کے بارہ میں کہا ہے کہ یہ اپنے باپ سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ امام حاکمؒ خود اسی طرح فرما چکے ہیں جیسا کہ قبل ازیں گزر چکا ہے، حالانکہ امام حاکمؒ اور ابونعیم توثیق میں تساہل سے کام لینے میں معروف ہیں۔ جب انہوں نے جرح کی ہے، تو اس کے سامنے بھی یہ بات حقیقی طور پر ظاہر ہو گئی تھی کہ عبدالرحمٰن حقیقی طور پر مجروح ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ سب ائمہ اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے کلام میں بھی یہ نص موجود ہے، بلکہ علی بن مدینی اور ابن سعد وغیرہ نے تو اسے سخت ضعیف قرار دیا ہے۔ طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث اہلِ علم حدیث کے نزدیک حد درجہ ضعیف ہے۔ یہ راوی تو زمانۂ قدیم ہی سے ضعفِ شدید میں معروف رہا ہے، لیکن نامعلوم کہ ہمارے مخالفین نے ان اقوال سے کیوں اعراض کیا ہے جو ببانگِ دُہل اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ یہ عبدالرحمٰن سخت ضعیف ہے، اگرچہ کذاب نہیں ہے — انہوں نے ان اقوال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تو اعراض کیا، مگر حافظ کے اس قول کو لے لیا کہ یہ ضعیف ہے، حالانکہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حافظ یا بعض ناسخین کے قلم سے "ضعیف" کے بعد "جداً" (بہت) کا لفظ ساقط ہو گیا ہو، بہرحال اس کلمہ میں حافظ کی تقلید کرنا ان کے لیے مفید نہیں ہے، کیونکہ وہ اس حدیث کے بارہ میں یہ حکم لگا چکے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے جیسا کہ ہم قبل ازیں "لسان" سے آپ کا یہ قول نقل کر چکے ہیں، تو یہ گویا ان بہت سے دلائل میں سے ایک ہے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ لوگ خواہشات کے پجاری ہیں۔ طالب حق نہیں ہیں، ورنہ وہ حافظ کے اس قول کو بھی تسلیم کر لیتے جو ذہبی اور دیگر محققین کے قول کے موافق ہے اور عبدالرحمٰن کو صرف ضعیف ہی نہ مانتے، تاکہ ذہبیؒ کے ساتھ معارضہ کر سکیں اور لوگوں کے سامنے امیر حدیث کے بارے میں تدلیس سے کام لیں اور اسے ان احادیث میں سے ظاہر کریں جو علماء کے نزدیک مختلف فیہ ہیں تاکہ ان کے لیے جدید رائے کی اختراع موزوں ہو سکے جو حفاظ میں سے صرف ایک کے قول کے مطابق صرف ایک راوی کے بارہ میں ہو؛ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے کہ اس کے بعد انہوں نے یہ کس طرح کہہ دیا کہ جس کا محدثین کے نزدیک یہ حال ہو، وہ موضوع اور شدید ضعیف نہیں ہوتی، بلکہ وہ حدیث اس قسم میں سے ہوتی ہے، فضائل میں جس کے ساتھ عمل کیا جا سکتا ہے۔

یہ کلام دو وجہ سے ساقط ہو گیا۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ اس بات پر مبنی ہے کہ عبدالرحمٰن ضعیف ہے، حالانکہ وہ صرف ضعیف ہی نہیں، بلکہ بہت ہی ضعیف ہے، جس طرح کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے اور حفاظ نقاد میں سے ایک شخصیت کی تصریح آگے بھی آ رہی ہے ــــ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ حافظ کے حکم کے معارض ہے، بلکہ حفاظ نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے، تو ان جلیل القدر حفاظ حدیث کی مخالفت کیسے جائز ہے؟ ان میں سے ایک نے "التعقیب الحثیث" ص ۲۱ میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ وہ منصب تصحیح و تضعیف پر فائز نہیں ہے، شاید انہوں نے ازراہ تواضع فرمایا ہو، ورنہ آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے تئیں اس منصب پر فائز کر لیا ہے کہ وہ موضوع زیر بحث میں حصہ لے رہے ہیں۔ یہ الگ بات کہ اس ضمن میں سب حفاظِ نقاد کی مخالفت بھی کر رہے ہیں، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے یہ کہا ہے کہ "اس حدیث کے بارے میں ہم ان لوگوں کے ساتھ متفق ہیں جو اسے موضوع نہیں سمجھتے جیسا کہ حاکم و حافظ وسبکی ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم حافظ ذہبیؒ کے ساتھ متفق نہیں ہو سکتے بلکہ ان دونوں مذکورہ دو حافظوں کے موقف کو اقرب الی الصواب سمجھتے ہیں۔"

یہ کلام جس تلبیس و تدلیس پر مبنی ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں، کیونکہ امام حاکم نے "مستدرک" میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور سبکی نے ان کی تقلید کی ہے جیسا کہ حافظ ابن عبدالہادی نے ان کی تردید کرتے ہوئے "الصارم المنکی" ص ۳۲ میں یہ فرمایا ہے کہ مجھے تعجب ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی تصحیح کے سلسلہ میں امام حاکم کی کیسے تقلید کر لی، کیونکہ یہ حدیث نہ صحیح ہے اور نہ ثابت بلکہ یہ بہت ہی ضعیف الاسناد ہے، بعض ائمہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، اس کی سند امام حاکم سے لے کر عبدالرحمٰن بن زید تک صحیح نہیں ہے۔ عبدالرحمٰن کی طرف اس کے وضع ہونے کو منسوب کیا گیا ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔ اگر عبدالرحمٰن تک یہ صحیح ہو تو پھر بھی ضعیف اور ناقابلِ حجت ہوگی، کیونکہ اس کے سلسلۂ اسناد میں عبدالرحمٰن ہے۔ امام حاکم سے غلطی اور شدید تناقض کا ارتکاب ہوا ہے جیسا کہ کئی ایک مقام اس سلسلہ میں معروف ہیں؛ چنانچہ انہوں نے "کتاب الضعفاء" میں عبدالرحمٰن کو ذکر کرتے اور اس کلام کو ذکر کرنے کے بعد جو میں ص ۱۰۸ میں ذکر کر آیا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ ملاحظہ فرمائیے کہ اس مقام پر امام حاکم سے کس قدر خطائے عظیم اور تناقض فاحش کا ارتکاب ہوا ہے، لیکن پھر اس معترضِ مخذول نے اسی بات کا قصد و ارادہ کیا ہے، جس سے امام حاکم سے خطاء و تناقض ہوا تھا اور انہوں نے اعتماد کرتے ہوئے ان کی تقلید کر لی ہے، حالانکہ اسے معلوم ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے، اس پر جرح ہے اور اس سلسلہ میں اسے محدثین کے مشہور کلام کا بھی علم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کے بارہ میں یہ ہے سبکیؒ کا حال کہ انہوں نے اس حدیث کی تصحیح کے سلسلہ میں امام حاکم کی تقلید کی ہے، حالانکہ خود اسے امام حاکم کی خطا بھی قرار دے چکے ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے، گویا سابقہ رائے کے خلاف ہے جس میں صراحت کی گئی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، نہ صحیح ہے اور نہ موضوع، گویا انہوں نے اور ان کے مقلدین و مددگاروں نے حاکم و سبکی کی مخالفت کی ہے جیسا کہ انہوں نے مذکورہ جلیل القدر علماء کی بھی مخالفت کی ہے جنہوں نے اس حدیث کو موضوع یا باطل قرار دیا تھا، ان کی ناراضگی صرف علامہ ذہبیؒ ہی پر نہیں بلکہ ہر اُس شخص پر ہے، جس نے ذہبیؒ کی موافقت اور امام حاکم کی مخالفت کی ہے عقلمندوں کے لیے مقامِ غور ہے کہ خواہشِ نفس کا پجاری کس قسم کی حرکتیں کرتا ہے۔ انہوں نے ارادہ تو یہ کیا کہ اپنے تئیں امام ذہبیؒ پر الزام سے بچائیں، مگر یہ ایسی بات کہہ رہے ہیں جو اس سے بدرجہا سخت اور تلخ ہے اور صرف ذہبیؒ پر ہی نہیں، بلکہ مذکورہ علماء کرام پر الزام تراشی کر رہے ہیں۔

ان کے مغالطوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ انہوں نے اپنے سابقہ کلام کے اثناء میں طریقِ طبرانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (جس پر پہلے گفتگو ہو چکی ہے) یہ لکھا ہے کہ:

"ذہبیؒ کو اس طریق کی اطلاع نہیں ہو سکی، کیونکہ اسے اگر اس کی اطلاع ہوتی، تو یہ نہ کہتے۔"

ان کی یہ بات بالکل باطل ہے، کیونکہ علامہ ذہبیؒ نے اسی حدیث کو موضوع اور باطل قرار دیا ہے، جو بطریقِ حاکم ہے اور جس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید اور ایک دوسرا راوی ہے جسے یہ نہیں پہچانتے جیسا کہ اس تنبیہ کے آغاز میں اس کا بیان ہو چکا ہے۔ طریقِ طبرانی میں اس عبدالرحمٰن کے علاوہ تین اور غیر معروف راوی ہیں تو پھر یہ کہنا کیسے درست ہے کہ "ذہبیؒ کو اس طریق کی اطلاع نہیں ہو سکی، کیونکہ اسے اگر اس کی اطلاع ہوتی، تو یہ نہ کہتے"؟ بخدا! یہ بالکل واضح مغالطہ و مکابرہ ہے یا جہالتِ مرکب ہے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی رحمت سے نواز اور ہدایت عطا فرما!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مذکورہ بحث سے قارئین کرام کے سامنے یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ اس حدیث میں دو علتیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ اس میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے جو کہ سخت ضعیف ہے اور دوسری علت یہ کہ عبدالرحمٰن تک بھی سند مجہول ہے۔

میرے نزدیک اس حدیث میں ایک اور علت بھی ہے اور وہ ہے عبدالرحمٰن یا اس سے نیچے کے راوی کا سند میں اضطراب کہ کبھی تو وہ روایت مرفوع بیان کرتا ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان ہوا اور کبھی وہ اسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوف روایت کرتا ہے جیسا کہ ابوبکر آجری نے کتاب "الشریعۃ" ص ۴۲۷ میں بطریق عبداللہ بن ابی اسماعیل مریم، از عبدالرحمٰن بن زید روایت کیا ہے، اس عبداللہ کو بھی میں نہیں جانتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مرفوعاً ثابت ہے اور نہ موقوفاً اور پھر آجری نے اسے ایک دوسرے طریق سے از عبدالرحمٰن بن ابی زناد اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ ان کلمات میں سے یہ بھی تھا، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کو قبول کیا۔

اللھم اسألك بحق محمد علیك ..... الحدیث ...

اے اللہ! میں آپ سے بحق محمدؐ سوال کرتا ہوں۔ یہ روایت مرسل و موقوف ہے اور ابن ابی الزناد تک اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایومروان عثمانی کا والد عثمان بن خالد ہے، جس کے بارے میں امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہے، اس لیے یہ کچھ بعید نہیں کہ دراصل یہ حدیث ان اسرائیلیات میں سے ہو جو اہل کتاب میں سے بعض مسلموں یا غیر مسلموں کے باعث مسلمانوں میں پھیل گئی ہیں یا ان کی ناقابل اعتماد کتابوں میں سے مسلمانوں کی کتابوں میں در آئی ہیں، اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ اہل کتاب کی کتابیں تحریف و تبدیل کا شکار ہوگئی ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام نے بھی اسے اپنی کتابوں میں بیان فرمایا ہے۔ پھر ان ضعفاء نے اس اسرائیلی روایت کو غلطی سے یا قصد و ارادہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے

علماء کرام نے اس حدیث کو جو موضوع اور باطل قرار دیا ہے، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ دو اعتبار سے قرآن کریم کے مخالف ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس نے انہی کی ذات کے توسّل کے باعث معاف فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ	پھر آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے
كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ	(اور معافی مانگی) تو اُس نے اُن کا قصور معاف کر دیا
اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ	بیشک وہ معاف کرنے والا (اور) صاحبِ رحم ہے

ان کلمات کی بابت ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو تفسیر منقول ہے، وہ بھی اس حدیث کے مخالف ہے۔ امام حاکم نے (۳/۵۴۰) آپ کی روایت ذکر کی ہے کہ حضرت آدم نے عرض کیا: "اے میرے رب! کیا تو نے مجھے اپنے دستِ مبارک سے پیدا نہیں فرمایا؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کیوں نہیں"۔ عرض کیا: "کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہیں بسایا؟" فرمایا: "کیوں نہیں۔" عرض کیا: "کیا آپ کی رحمت، آپ کے غضب پر سبقت نہیں رکھتی؟" فرمایا: "کیوں نہیں"۔ عرض کیا: "اگر میں توبہ کر لوں اور نیک بن جاؤں، تو کیا مجھے جنت کی طرف لوٹائے گا؟" فرمایا: "کیوں نہیں۔ بس یہی معنی ہیں اس ارشادِ باری "فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ" کے۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔ ذہبیؒ نے بھی آپ کے ساتھ موافقت کی ہے اور ان دونوں اماموں کی یہ بات درست ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول دو وجہ سے مرفوع حدیث کے حکم میں ہے: ایک تو یہ کہ یہ غیبی امر ہے، محض رائے سے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ دوسرے یہ کہ یہ قول تفسیرِ آیت کے سلسلہ میں وارد ہے اور جو قول اس طرح کا ہو، وہ مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ اس کی اپنے مقام پر تفصیل موجود ہے، بالخصوص جبکہ قول امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ہو، جن کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی تھی کہ "اے اللہ! انہیں دین میں سمجھ بوجھ اور تفسیر کا علم عطا فرما۔"

ان کلمات کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ کلمات ہیں جو دوسری آیت میں مذکور ہیں، یعنی:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝	دونوں (آدم وحوا) نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے، اگر تو ہمیں معاف نہ کرے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

علامہ سید رشید رضاؒ نے بھی اپنی تفسیر (۱/۲۷۹) میں اسی بات کو نہایت وثوق سے بیان فرمایا ہے، لیکن ابن کثیر نے (۱/۸۱) اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن میرے نزدیک ان دو قولوں میں کوئی تضاد نہیں، بلکہ ان میں سے ایک دوسرے کے اتمام وتکمیل کا باعث ہے، یعنی حدیثِ ابن عباسؓ میں اس بات کا بیان نہیں کہ آدم نے اپنے رب سے کلمات سیکھنے کے بعد کیا کہا، بلکہ اسے یہ قول بیان کر رہا ہے، لہٰذا ان دونوں کے مابین کوئی تضاد نہیں، والحمدللہ! اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے، لہٰذا باطل ہے۔

اس حدیث کے موضوع و باطل ہونے کا دُوسرا سبب یہ ہے کہ اس کے آخر میں ہے کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔" یہ ایک امرِ عظیم ہے، جس کا تعلق عقائد سے ہے اور عقائد نص متواتر سے ثابت ہوتے ہیں۔ جن پر اتفاق ہو یا کم از کم دوسروں کے نزدیک بھی وہ دلائل صحیح ہوتے، تو کتاب وسنتِ صحیحہ میں ضرور وارد ہوتے، اس سلسلہ میں کوئی نص نہیں۔ لہٰذا اگر مذکورہ روایت کو بالفرض صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے، تو یہ حسب ذیل فرمانِ باری کے منافی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ — بیشک ہم ہی نے ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ذکر یہاں شریعت سے عبارت ہے جو پورے قرآن و سُنّت کو شامل ہے جیسا کہ ابنِ حزمؒ نے "الاحکام" میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ نیز اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں اس حکمت سے بھی مطلع فرمایا ہے جس کے پیشِ نظر آدمؑ و اولادِ آدم کو پیدا فرمایا، چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ — میں نے جن و انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

پس ہر وہ چیز جو اس حکمت کے خلاف ہو یا اس سے زیادہ ہو، اسے اس وقت تک قبول نہیں کیا جا سکتا، جب تک نبیِ معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں کوئی نص نہ ہو جیسا کہ یہ حدیثِ باطل نصوصِ قطعیہ کے مخالف ہے یا جس طرح کہ یہ روایت جو زبان زدِ عوام و خواص ہے کہ،

لولاك لولاك ماخلقت الافلاك۔ — اگر تو نہ ہوتا، اگر تو نہ ہوتا تو میں افلاک کو ہی پیدا نہ کرتا۔

یہ حدیث بھی موضوع ہے جیسا کہ صغانی نے اور اُن کی موافقت میں علامہ شوکانی نے "الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة" ص ۱۱۶ میں فرمایا ہے۔ اِک طُرفہ تماشا یہ کہ متنبی مرزا غلام احمد قادیانی نے اس حدیث کو چُرا کر یہ دعویٰ کر دیا کہ اُسے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔ یہ معروف بات ہے اسے یہاں دمشق اور دیگر سب علاقوں کے قادیانی خوب جانتے ہیں، کیونکہ یہ اُن کے متنبی کی کتاب "حقیقۃ الوحی" کے ص ۹۹ میں مذکور ہے۔

اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ یہ حدیث فقط ضعیف ہے، جیسا کہ بعض مخالفین کا خیال ہے۔ اگرچہ یہ مذکورہ علماء و حفاظ کی رائے کے خلاف ہے، تو پھر بھی مختلف فیہ وسیلہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشروعیت کے سلسلہ میں اس سے استدلال جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کے بقول یہ ایک مشروع عبادت ہے، عبادت کا کم از کم مرتبہ یہ ہے کہ مستحب ہو اور استحباب احکامِ خمسہ میں سے ایک شرعی حکم ہے جو قابلِ حجت نصِ شرعی کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا، تو یہ حدیث جب ان کے نزدیک ضعیف ہے، تو پھر بھی حجت نہیں بن سکتی۔ یہ ایک ایسی واضح بات ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ مخفی نہیں رہ سکے گی۔

ساتویں حدیث:

توسلوا بجاهی فان جاهی عند الله عظیم۔	میرے جاہ کے ذریعہ وسیلہ اختیار کرو، کیونکہ اللہ کے ہاں میرا جاہ بہت بڑا ہے۔

بعض لوگوں نے اس کے الفاظ اس طرح بھی روایت کیے ہیں:

اذا سألتم الله فاسئلوه بجاهی فان جاهی عند الله عظیم۔	جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو، تو میرے جاہ کے ذریعے سوال کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا جاہ بہت بڑا ہے۔

یہ ایک بالکل باطل روایت ہے۔ کتبِ حدیث میں اس کا بالکل کوئی ثبوت نہیں ملتا اسے علمِ سنت سے ناآشنا بعض جاہل لوگ بیان کیا کرتے ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے "القاعدة الجليلة" ص ۱۳۲ - ۱۵۰ میں اسے بیان کیا ہے۔ نیز فرمایا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاہ سب انبیاء و مرسلین کے جاہ سے عظیم ترین ہے لیکن مخلوق کا خالق کے ہاں جاہ اس طرح نہیں ہوتا، جس طرح مخلوق کا جاہ مخلوق کے ہاں ہوتا ہے کیونکہ خالق کے ہاں اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکتا، جبکہ مخلوق، مخلوق کے ہاں بغیر اذن کے بھی شفاعت کر سکتا ہے، کیونکہ حصولِ مطلوب میں وہ شریک ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّن (اے پیغمبرؐ لوگوں سے) کہہ دے تم جن کو اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ط (السباء، ۲۲-۲۳

کے سوا (معبود) سمجھتے ہو، بھلا ان کو پکارو تو سہی، ان کو تو ایک ذرے کا برابر بھی اختیار نہیں نہ آسمانوں اور نہ زمین میں اور نہ آسمان اور زمین (کے بنانے) میں ان کا کوئی حصہ ہے اور نہ اُن میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے اور اللہ کے پاس سفارش کام نہیں آتی مگر جس کو وہ حکم دے۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاہ و مرتبہ عظیم ہے، تو ہم آپ کی ذات کے ساتھ وسیلہ اختیار کریں، کیونکہ اس کا آپ سے حکم ثابت نہیں ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ رکوع و سجود لوگوں کے ہاں مظاہرِ تعظیم میں سے ہیں۔ لوگ زمانۂ ماضی سے لے کر اب تک اپنے بادشاہوں، سرداروں اور بڑے لوگوں کے سامنے رکوع و سجود کرتے چلے آئے ہیں اور اس بات پر سب مسلمانوں کا بالکل اتفاق ہے کہ کائنات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہیں، تو کیا آپ کی حیات میں اور بعد از ممات آپ کے سامنے قیام اور رکوع و سجود جائز ہے؟

اگر کوئی اس کے جواز کا قائل ہے، تو اسے یہ جواز شریعت سے ثابت کرنا ہوگا۔ ہمیں تو شریعت کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لیے رکوع و سجود جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے رکوع و سجود کرے۔ سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لیے قیام کو بھی مکروہ سمجھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی شریعت میں جائز نہیں جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ کرنے کے قائل نہیں تو کیا کوئی شخص یہ دعویٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرسکتا ہے کہ ہم آپ کے جاہ وحشمت اور قدر ومنزلت کے منکر ہیں؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں یا کوئی آپ کے جاہ وعظمت کی بنیاد پر آپ کے لیے رکوع وسجود کو ثابت کرسکتا ہے؟ اس کے جواب میں بھی ہم یہی کہیں گے کہ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں!

اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جاہ وحشمت اور قدر و منزلت سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کی تعظیم بجالانے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ آپ کے جاہ کے ساتھ وسیلہ پکڑا جائے، کیونکہ ثبوتِ وسیلہ کے سلسلہ میں شریعت میں کوئی دلیل وارد نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جاہ وحشمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم آپ کی اتباع واطاعت کو واجب سمجھیں جس طرح کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت واجب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ما ترکت شیئًا یقربکم	میں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو بارگاہِ
الی اللہ الا امرتکم	الٰہی میں تقرب کا ذریعہ بن سکتی ہو، مگر میں نے
بہ [1]	تمہیں اس کا حکم دے دیا ہے۔

تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس وسیلہ کا کوئی حکم نہیں دیا، حکمِ استحباب بھی نہیں تو یہ عبادت نہیں ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں ہم پر واجب یہ ہے کہ اپنے جذبات کی پرواہ کیے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے خالی دعویٰ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے دین میں ایسی بات داخل کردیں جس کا دین و ایمان سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ سچی محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم آپ کی اتباع کریں، اور ہر قسم کی بدعت کو ترک کردیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] امام شافعیؒ وطبرانیؒ اور دیگر کئی محدثین نے اسے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (اے پیغمبرؐ!) فرما دیجیے اگر تم کو اللہ کی محبت ہے تو میری راہ پر چلو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

تعصی الالٰه وانت تظهر حبه ہٰذا لعمرك فی القياس بديعٌ
لو كان حُبّكَ صادقا لاطعته ان المحب لمن يحب مطيعٌ[1]

دو ضعیف اثر

www.KitaboSunnat.com

اوّل: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے ساتھ استسقاء!

اب جبکہ ہم وسیلہ کے بارہ میں پیش کی گئی ضعیف احادیث کے بارہ میں گفتگو سے فارغ ہو چکے ہیں، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اثر کو بھی موضوعِ سخن بنائیں جسے اس بدعی وسیلہ کے جواز کے قائل حضرات بکثرت پیش کیا کرتے ہیں۔ نیز واضح کریں کہ یہ صحیح ہے یا ضعیف اور اسے ہمارے موضوعِ زیرِ بحث کے ساتھ کوئی تعلق بھی ہے یا نہیں؟ حافظ "فتح الباری ۲/ ۴۹۷ میں فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ بروایت ابی صالح سمان، از مالک دار ـــــ جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خازن تھے ـــــ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے، تو ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آ کر کہنے لگا، یا رسول اللہ! اپنی اُمت کے لیے بارش طلب کیجیے، کیونکہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہلاک ہو رہے ہیں؛ چنانچہ جب یہ آدمی سویا، تو اُسے خواب میں کہا گیا کہ عمرؓ کے پاس جاؤ ...... (الحدیث)

سیف نے "فتوح" میں ذکر کیا ہے کہ مذکورہ خواب دیکھنے والے بلال بن حارث مُزنی

---

[1] اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور بظاہر محبت کا اظہار کرتے ہو بخدا از روئے قیاس یہ بڑی عجیب بات ہے۔ اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم اس کی اطاعت کرتے کیونکہ محب، محبوب کا مطیع (و فرماں بردار) ہوتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے جو کہ صحابہ کرام میں سے ہیں۔

اس کا جواب کئی وجوہ سے دیا جا سکتا ہے؛ چنانچہ پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم اس قصہ کو صحیح تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں، کیونکہ مالک دار عدالت وضبط میں غیر معروف ہے اور ہر صحیح سند کے لیے یہ دو شرطیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں جیسا کہ اصولِ حدیث میں یہ بات تسلیم شدہ ہے۔ ابن ابی حاتمؒ نے "الجرح والتعدیل" (۴/۱-۲۱۳) میں اسے ذکر کیا ہے اور مالک دار سے اس ابو صالح کے سوا کوئی اور راوی ذکر نہیں کیا، گویا اس سے وہ یہ بات باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ مجہول ہے۔ اس کی اس بات سے بھی تائید ہوتی ہے کہ امام ابن ابی حاتمؒ نے وسعتِ حفظ واطلاع کے باوصف کسی سے اس کی توثیق ذکر نہیں کی، جس کا معنی یہ ہے کہ یہ فی الواقع مجہول ہے اور یہ حافظؒ کے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ صحیح سند کے ساتھ بروایت ابی صالح سمانؒ، کیونکہ ساری سند کی تصحیح کے سلسلہ میں کوئی نص نہیں ہے بلکہ فقط ابو صالح تک سند صحیح ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی، تو حافظ ابو صالح سے اس سند کی ابتدا نہ کرتے، بلکہ مالک دار سے اس کی ابتدا کرتے ہوئے فرماتے کہ اس کی سند صحیح ہے، لیکن انہوں نے جو کیا ہے، قصداً ایسا کیا ہے تاکہ وہ اس طرف توجہ مبذول کرا سکیں کہ یہ مقامِ غور ہے۔ علماء ایسا کئی اسباب کے پیشِ نظر کیا کرتے ہیں۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ انہیں بعض راویوں کے حالات اس وقت مستحضر نہیں ہوتے، لہٰذا وہ ساری سند کو حذف کر دینا جائز نہیں سمجھتے، کیونکہ اس سے سند کے صحیح ہونے کا وہم ہوتا ہے، بالخصوص بوقتِ استدلال بلکہ صرف اتنا حصہ ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو قابلِ غور ہوتا ہے۔ حافظ نے یہاں اسی طرح کیا ہے۔ گویا آپ یہاں یہ اشارہ کر رہے ہیں کہ ابو صالح سمان، مالک دار سے اسے روایت کرنے میں متفرد ہیں جیسا کہ ابن ابی حاتمؒ سے ان کا نقل کرنا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس مالک کے حالات کو معلوم کرنا چاہیے یا ابن ابی حاتمؒ کا اشارہ اس طرف ہے کہ یہ راوی مجہول ہے۔ واللہ اعلم!

یہ ایک دقیق علم ہے اس کے اسرار ومعارف کو صرف وہی جان سکتا ہے جس نے اس فن میں خوب محنت کی ہو۔ میرے موقف کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حافظ منذریؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے "ترغیب" (۲/۱/۴ - ۴/۲) میں بروایت مالک دار از حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک اور قصہ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور "مالک دار تک اس کے راوی ثقہ و مشہور ہیں، البتہ مالک دار کو میں نہیں پہچانتا۔" علامہ ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۳/۱۲۵) میں بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

اس تحقیق سے صاحب کتاب "التوصل" (ص ۲۵۱) غافل رہے ہیں اور حافظ کے ظاہر کلام سے دھوکا کھا کر انہوں نے یہ صراحت کر دی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کہا ہے کہ اس میں سوائے اس کے اور کوئی علت نہیں کہ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ "جاء رجل" (ایک آدمی آیا) اور انہوں نے اس روایت پر اعتماد کر لیا ہے جس میں اس شخص کا نام ہلال بن حارث مذکور ہے، لیکن اس کی سند میں "سیف" ہے جس کا حال آپ قبل ازیں معلوم کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ اس اثر میں کوئی بڑا فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ بالکل ضعیف ہے اور مالک دار اس میں مجہول ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اثر بارش طلب کرنے کے سلسلہ میں جو نمازِ استسقاء پڑھنا مستحب ہے، اس کے مخالف ہے، نمازِ استسقاء کی مشروعیت کے سلسلہ میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ جمہور ائمہ نے اسے تسلیم کیا ہے، بلکہ اس سے اُس دُعا و استغفار کی بھی مخالفت ثابت ہو رہی ہے، جو سورۂ نوح کی درج ذیل آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ	میں نے یہ کہا اپنے مالک سے بخشش مانگو
إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ	بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ آسمان سے
السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝	موسلا دھار مینہ تم پر برسائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استسقاء کے لیے نماز پڑھی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دُعا کے وسیلہ کو اختیار کیا جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ سلف صالح کے ہاں یہی معمول تھا کہ وہ استسقاء کے لیے جب بھی انہیں ضرورت محسوس ہوتی، نماز پڑھتے اور دعا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانگتے، کسی سے بھی مطلقاً یہ منقول نہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف التجا کی ہو اور بارش کے لیے آپ سے دُعا طلب کی ہو، اگر از رُوئے شریعت ایسا جائز ہوتا تو وہ ضرور ایسا کرتے، خواہ ایک ہی بار لیکن جب انہوں نے ایسا نہیں کیا، تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جوبات اس قصہ میں مذکور ہے، یہ از رُوئے شریعت جائز نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ قصہ صحیح بھی ہو، تو یہ دلیل نہیں بن سکتا، کیونکہ اس کا دارومدار ایک ایسے شخص پر ہے جس کا نام نہیں لیا گیا، تو وہ مجہول ہے۔ روایتِ سیف میں اس کا نام جو بلال مذکور ہے، یہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا، کیونکہ یہ سیف ــــــ بن عمر تمیمی ــــــ ہے۔ محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ ضعیف ہے، بلکہ ابن حبان نے اس بارہ میں کہا ہے کہ یہ ثقہ راویوں سے موضوعات کو روایت کرتا ہے۔ نیز محدثین نے کہا ہے کہ یہ خود حدیثیں وضع کیا کرتا تھا، تو جس راوی کی یہ کیفیت ہو، اُس کی روایت مقبول نہیں اور نہ اُس کی روایت کی کوئی اہمیت ہے بالخصوص بوقتِ مخالفت اس کی قطعاً کوئی قدر و منزلت نہیں!

نوٹ: اس سیف کا تاریخ ابنِ جریر و ابنِ کثیر میں بکثرت ذکر آیا ہے، لہٰذا علمِ تاریخ کے ساتھ مشغولیت اختیار کرنے والوں کو اس کی حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے تاکہ روایات کو وہ اہمیت نہ دے دیں، جس کی وہ مستحق نہیں ہیں۔ لوط بن یحییٰ ابو مخنف کا بھی حال سیف ہی کی طرح ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے "میزان" میں لکھا ہے کہ یہ کم مرتبہ اخباری ہے جو کہ ناقابلِ اعتماد ہے۔ ابو حاتم وغیرہ نے متروک قرار دیا ہے۔ امام دارقطنیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ غالی شیعہ ہے، جو ان کی روایات کو بیان کرتا ہے۔

اسی طرح محمد بن عمر جو کہ واقدی کے نام سے معروف ہے اور ابن سعد صاحب "طبقات" کا شیخ ہے اور ابن سعد نے ان سے بکثرت روایت کیا ہے۔ وہ بھی انہی جیسا ہے۔ ڈاکٹر بوطی ان کے بارہ میں دھوکا کھا گئے ہیں اور انہوں نے "فقہ السیرۃ" میں ان کی بہت سی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایات لے لی ہیں، حالانکہ اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ صرف صحیح راویوں سے نقل کریں گے اور سیرت کے صرف صحیح صحیح واقعات درج کریں گے، مگر یہ واقدی جیسا کہ علماء حدیث نے فرمایا ہے، متروک الحدیث ہے۔

وسیلہ اور طلب دُعا میں فرق ہے

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس اثر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وسیلہ پکڑنا مذکور نہیں ہے، بلکہ اس میں تو یہ ذکر ہے کہ آپ سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ آپ دُعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو بارش سے نواز دے، یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے جو مذکورہ احادیث میں وارد نہیں ہے۔ علماء سلف صالح میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ سے طلبِ دعا کو جائز قرار دیا ہو۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ القاعدۃ الجلیلۃ (ص ۱۹-۲۰) میں فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے کے انبیاء میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ انہوں نے لوگوں کے لیے اس بات کو جائز قرار دیا ہو کہ وہ فرشتوں، نبیوں یا نیک لوگوں کو پکاریں، ان کی سفارش کو طلب کریں یہ نہ تو ان کی وفات کے بعد جائز ہے اور نہ ان کی عدم موجودگی میں لہٰذا یہ کوئی نہ کہے کہ اے اللہ کے فرشتو! میری اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کرو۔ اللہ تعالیٰ سے تم یہ سوال کرو کہ وہ ہماری مدد کرے، ہمیں رزق دے اور ہمیں ہدایت دے۔ اسی طرح فوت شدگان انبیاء اور صالحین سے مخاطب ہو کر یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ اے اللہ کے نبی! اے اللہ کے ولی! اے اللہ کے رسول، اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دُعا کرو، اللہ تعالیٰ سے میرے لیے سوال کرو، میرے لیے سوال کرو کہ وہ مجھے معاف کر دے۔ یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ میں تمہارے پاس اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گناہوں، رزق کی کمی یا دشمن کے غلبہ کی شکایت کرتا ہوں، یا یہ کہ میں تمہارے پاس فلاں شخص کی شکایت کرتا ہوں، جس شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے، یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ میں تمہارا مہمان ہوں، میں تمہارا پڑوسی ہوں یا یہ کہ جو تجھ سے پناہ مانگے، اُسے تو ہی پناہ دیتا ہے۔ یہ بھی جائز نہیں کہ کوئی اپنی حاجت سے متعلق کوئی کاغذ لکھ کر لٹکا دے، نہ کوئی یہ محضر لکھے کہ اُس نے فلاں شخص سے پناہ طلب کی ہے اور پھر وہ اس محضر کو لے کر کسی عامل کے پاس لے جائے۔ نیز اس طرح کے وہ سب کام ناجائز ہیں، جنہیں اہلِ کتاب اور بدعتی مسلمان کیا کرتے ہیں جیسا کہ عیسائی اپنے گرجوں میں اور بدعتی مسلمان انبیاء وصالحین کی قبروں کے پاس کیا کرتے ہیں۔ نقلِ متواتر اور اجماعِ اُمت سے یہ ثابت ہے کہ ان میں سے کسی کام کو بھی ——— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے جائز قرار نہیں دیا۔ سابقہ انبیاء کرام میں سے کسی نے بھی ان میں سے کسی کام کو جائز قرار نہیں دیا۔ صحابہ کرامؓ و تابعینؒ میں سے بھی کسی نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ ائمہ اربعہ یا دیگر ائمہ مسلمین میں سے بھی کسی نے جائز قرار نہیں دیا، نہ ائمہ کرام میں سے کسی نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ کوئی مناسکِ حج میں یا کسی دوسرے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس جا کر آپ سے سوال کرے، شفاعت طلب کرے۔ اُمت کے لیے دُعا طلب کرے یا امت پر نازل ہونے والے آلام ومصائبِ دین و دنیا کی شکایت کرے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ کو انواع واقسام کے ابتلاء کا شکار ہونا پڑا کبھی قحط سالی و کمیٔ رزق، کبھی خوف وغلبۂ دشمن اور کبھی ذنوب و معاصی سے دوچار ہونا پڑا، مگر یہ ثابت نہیں کہ ان میں سے کوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابراہیم علیہ السلام یا دیگر انبیاء میں سے کسی کی قبر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس گیا ہو اور اُس نے دُعا کی ہو کہ ہم آپ کے پاس مصائبِ زمان، قوتِ دشمن اور کثرتِ ذنوب کی شکایت کرتے ہیں، نہ کسی نے کبھی یہ کہا کہ اللہ سے ہمارے لیے یا امت کے لیے یہ سوال کیجئے کہ وہ رزق دے، مدد عطا فرمائے اور گناہوں کو معاف فرما دے۔ ان جیسی بدعات میں سے کسی کو بھی ائمہ کرام میں سے کسی نے بھی مستحب نہیں سمجھا، لہٰذا یہ واجب ہیں نہ مستحب بلکہ باتفاق مسلمین یہ بدعتِ سیئہ وضلالت ہے۔

کچھ لوگوں نے بعض بدعات کے بارے میں جو یہ کہا ہے کہ یہ حسنہ ہیں تو یہ اس وقت ایسا کہنا درست ہوگا جبکہ از روئے شریعت یہ ثابت ہو جائے کہ یہ مستحب ہیں، لیکن جو مستحب و واجب کے قبیل میں سے نہیں ہیں، ان کے بارے میں کوئی مسلمان بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ ان حسنات میں سے ہیں جو ذریعۂ تقربِ الٰہی ہیں، تو جو شخص کسی ایسی چیز کے ذریعہ تقربِ الٰہی کے حصول کا خواہاں ہے جو نہ حسنات میں سے ہے نہ مستحبات میں سے اور نہ واجبات میں سے تو وہ گمراہ اور متبعِ شیطان ہے، اس کی راہ شیطانی راہ ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور اس کے دائیں بائیں کچھ اور خطوط کھینچے اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے اور یہ دیگر مختلف راستے ہیں، جن میں سے ہر ایک پر شیطان دعوت دے رہا ہے اور پھر آپ نے اس آیۂ مبارکہ کی تلاوت فرمائی:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ[1]	اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور اور رستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے

---

[1] الانعام: ۱۵۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض متأخرین اس واضح ترین غلطی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ انہوں نے انبیاء کرام و اولیاء کی برزخی زندگی کو دنیوی زندگی پر قیاس کر لیا ہے، حالانکہ یہ ایک باطل اور کتاب و سنت اور واقع کے خلاف قیاس ہے، بطورِ مثال یہی ایک بات کافی ہے کہ کوئی بھی مسلمان ان کی قبروں کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز قرار نہیں دیتا نہ کوئی ان سے یا رائے گفتگو رکھ سکتا ہے، یہ ایسی باتیں ہیں جو کسی بھی عقلمند پر مخفی نہیں۔

غیر اللہ سے فریاد رسی

اسی فاسد قیاس اور باطل رائے سے اس ضلالتِ کبریٰ اور مصیبتِ عظمیٰ نے جنم لیا ہے جس میں بہت سے عامۃ المسلمین اور بعض خواص بھی مبتلا ہو گئے ہیں اور وہ ہے شدائد و مصائب میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انبیاء و صالحین سے فریاد رسی کرنا، حتیٰ کہ آپ دیکھتے ہیں کہ جاہل مختلف امور میں قبروں کے پاس جا کر قبروں میں مدفون اصحاب سے فریاد رسی کرتی ہیں۔ گویا ان مُردوں سے جو کہا جا رہا ہے، وہ سُن رہے ہیں، وہ ان اصحابِ قبور سے مختلف زبانوں میں مختلف ضرورتوں اور حاجتوں کے سلسلہ میں فریاد کرتے ہیں، گویا وہ ان فریاد رسی کرنے والوں کے نزدیک دُنیا کی مختلف زبانوں کو جاننے اور ایک زبان کو دوسری سے تمیز کر سکتے ہیں، خواہ مختلف زبانوں میں مختلف لوگ بیک وقت ہی گفتگو کیوں نہ کر رہے ہوں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک ہے جس سے بہت سے لوگ جاہل ہیں اور اسی جہالت کے سبب یہ لوگ اس ضلالتِ کبریٰ میں مبتلا ہوئے!

اس عقیدہ کے بطلان و رد پر بہت سی آیاتِ مبارکہ دلالت کناں ہیں، مثلاً:

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ	کہو (کہ مشرکو) جن لوگوں کی نسبت تمہیں
مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ	(معبود ہونے کا) گمان ہے اُن کو بلا دیکھو
كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ	وہ تم سے تکلیف دُور کرنے یا اس کے بدل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَحْوِيلًا ۝ [1] دینے کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔

علاوہ ازیں اس موضوع کی اور بھی بہت سی آیات ہیں، بلکہ اس موضوع پر بہت سی کتابیں اور رسائل بھی لکھے گئے ہیں [2] جسے اس بارہ میں شک ہو، وہ ان کتب و رسائل کا مطالعہ کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ اُس کے سامنے حق ظاہر ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں بعض علماء حنفیہ کے ارشادات بھی مجھے معلوم ہوتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یہاں نقل کر دیا جائے تاکہ لوگ گمان نہ کریں کہ ہم نے یہ جو کچھ لکھا ہے مشہور مذاہب کے ساتھ وابستہ لوگوں میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں ہے؛ چنانچہ شیخ ابو الطیب شمس الحق عظیم آبادیؒ "التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی" کے ص ۵۲۰ - ۵۲۱ میں فرماتے ہیں [3]:

"قبیح ترین منکرات، عظیم ترین بدعات اور بہت بڑی محدثات میں سے ایک بات یہ ہے جس کے بدعتی عادی ہو چکے ہیں کہ وہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں: یا شیخ عبد القادر الجیلانی شیئاً للہ! اور بغداد کی طرف منہ کر کے نماز منکوسا ادا کرتے ہیں، یہ غیر اللہ کے پجاری ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت کو اس طرح نہیں پہچانا، جس طرح اس کے شایان شان تھا۔ ان بیوقوفوں کو نہیں معلوم کہ حضرت شیخؒ تو کسی کو ذرہ بھر نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے، تو یہ آپ سے کیوں فریاد رسی کرتے اور حاجتیں طلب کرتے ہیں؛ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔ اے اللہ! ہم اس بات سے پناہ مانگتے ہیں کہ تیرے ساتھ شرک کریں یا تیری مخلوق میں سے کسی کی اس طرح تعظیم کریں جس طرح تیری تعظیم کی جاتی ہے۔"

---

[1] الاسراء: ۵۶ [2] مثلاً "قاعدة جليلة في التوسل والوسيلة" اور "الرد على البكري" یہ دونوں کتابیں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی ہیں، جبکہ اس موضوع پر سب سے جامع کتاب "مجموعة التوحيد النجدية" ہے، لہٰذا اس کا ضرور مطالعہ کیجیے [3] فاضل مصنف نے حضرت علامہ شمس الحق محدث ڈیانوی عظیم آبادیؒ کو جو علماء حنفیہ میں سے شمار کیا ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"البزازیہ" وغیرہ کتب فتاوٰی میں ہے کہ "جو شخص یہ کہے کہ مشائخ کی رُوحیں حاضر ہیں اور سب کچھ جانتی ہیں، وہ کافر ہو جائے گا۔" [1] شیخ فخر الدین ابو سعد عثمان جیانی بن سلیمان حنفی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ میت بھی امور میں تصرف کر سکتا ہے اور پھر اس کا اعتقاد بھی رکھے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔ "بحر الرائق" میں بھی اسی طرح ہے۔ قاضی حمید الدین ناگوری ہندی "التوشیح" میں لکھتے ہیں کہ کچھ لوگ حاجتوں اور مصیبتوں کے وقت انبیاء و اولیاء کو پکارتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کی رُوحیں حاضر ہیں۔ یہ قبیح شرک اور صریح جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا	اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا	جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب
يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	نہ دے سکے اور ان کو اُن کے پکارنے ہی کی
وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ [2]	خبر نہ ہو۔

"بحر" میں ہے کہ اگر کسی نے اللہ اور اس کے رسول کو شاہد بنا کر شادی کی، تو یہ شادی نہیں ہو گی اور یہ اعتقاد رکھنے کے باعث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں، کافر ہو جائے گا۔

"فتاوٰی قاضی خان"، "عینی"، "دُرِمختار" اور "عالمگیری" وغیرہ علمائے حنفیہ کی کتب میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ شرک کے بطلان اور مشرکوں کی زجر و توبیخ کے سلسلہ میں آیاتِ کریمہ

یہ درست نہیں محدث ڈیانوی "عون المعبود شرح سُنن ابی داؤد" کے مصنف، سرخیل اہل حدیث حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کے تلمیذ رشید اور سر برآوردہ علماء اہل حدیث میں سے تھے۔ (مترجم)

[1] البحر (۵/۱۳۴) [2] سورہ الاحقاف آیت ۵ [3] ج ۳، ص ۹۴ [4] اسی قبیل میں سے یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ جواب دیتے وقت کہتے ہیں "اللہ و رسولہ اعلم" صحابہ کرامؓ سے اس سلسلہ میں جو منقول ہے، وہ آپؐ کی حیاتِ مبارکہ میں تھا، لیکن بعد از وفات ایسا کہنا کسی حال میں بھی جائز نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسنتِ مطہرہ کے بے شمار دلائل ہیں۔ ہمارے شیخ علامہ سید محمد نذیر حسین دہلویؒ نے اس بدترین بدعت کی تردید میں ایک شافی رسالہ لکھا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر روشن دان

دارمی نے اپنی "سنن" (۱/۴۳) میں اوس بن عبداللہ کی روایت ذکر کی ہے کہ اہلِ مدینہ شدید قحط میں مبتلا ہو گئے، تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت کی، تو انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر ایک روشن دان بنا دو کہ اُس کے اور آسمان کے درمیان کوئی چھت نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جس سے اس قدر بارش ہوئی کہ نباتات اُگ آئیں، اونٹ موٹے ہو گئے، اُن میں خوب چربی پیدا ہو گئی اور اس کا نام ہی کشادگی کا سال پڑ گیا۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور تین امور کے باعث ناقابلِ احتجاج ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ سعید بن زید جو کہ حماد بن زید کا بھائی ہے، اس میں کچھ ضعف ہے۔ حافظ "تقریب" میں فرماتے ہیں کہ "یہ صدوق ہے اور اس کے ہاں کچھ اوہام بھی ہیں۔" ذہبیؒ "میزان" میں فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید ضعیف ہے۔ سعدی کہتے ہیں کہ حجت نہیں ہے۔ محدثین اس کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ امام نسائی اور کئی دیگر محدثین نے فرمایا کہ "یہ قوی نہیں ہے۔" امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یحییٰ بن سعید اسے اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع روایت نہیں ہے۔ اگر یہ صحیح بھی ہو تو پھر بھی حجت نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ یہ بعض صحابہ کرامؓ کی اجتہادی آراء کے قبیل سے ہو، اجتہادی آراء میں خطاء و صواب دونوں کا احتمال ہوتا ہے اور ہم ان کے اجتہادات کے مطابق عمل کے مکلف نہیں ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں جوالبوالنعمان ہے، اس کا نام محمد بن فضل ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو حارم کے نام سے معروف ہے۔ یہ اگرچہ ثقہ ہے، مگر آخر عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔ حافظ برہان الدین حلبیؒ نے "الاغتباط بمن رمی بالاختلاط" ص ۲۳ میں حافظ ابن الصلاح کے بالتبع ذکر کیا ہے۔ حافظ نے "مقدمہ" میں "مختلطین" کے ضمن میں ص ۳۹۱ میں اسے ذکر کیا تھا اور فرمایا تھا،

"ان کے بارہ میں حکم یہ ہے کہ اس شخص کی حدیث مقبول ہوگی، جس نے اختلاط سے قبل ان سے حدیث لی ہو، مگر جس نے روایت بعد از اختلاط لی ہو، اس کی روایت مقبول نہ ہوگی یا جس کے بارہ میں معلوم نہ ہو کہ کس وقت اُس نے روایت لی ہے۔"

نہیں معلوم کہ دارمی نے اس اثر کو قبل از اختلاط سُنا ہے یا بعد از اختلاط، لہٰذا یہ غیر مقبول اور ناقابلِ احتجاج ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے "الرد علی البکری" (ص ۶۸-۷۴) میں فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو قبر سے آسمان کی طرف روشن دان کھولنے کی روایت ہے تاکہ بارش نازل ہو، یہ صحیح نہیں ہے، نہ اس کی سند ثابت ہے۔ اس روایت کا کذب اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں آپ کے گھر میں روشن دان نہیں تھا، بلکہ گھر کی کیفیت اسی طرح تھی، جس طرح عہدِ نبوی میں تھی، گھر کے کچھ حصّہ پر چھت پڑی ہوئی تھی اور کچھ کھُلا ہوا تھا، حتیٰ کہ دھوپ اندر آجاتی تھی جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عصر کی نماز پڑھتے، تو اُس وقت دُھوپ آپ کے حجرہ میں ہوتی تھی۔ سایہ حجرہ سے باہر نہیں ہوتا تھا۔ حجرہ کی کیفیت اسی طرح رہی، حتیٰ کہ ولید بن عبدالملک نے اپنے دورِ امارت میں جب مسجد میں توسیع کی، تو حجرہ کو بھی مسجد میں داخل کر دیا۔ پھر اُس نے حجرۂ عائشہؓ کے گرد جس میں قبر تھی، ایک بلند دیوار کھڑی کر دی اور پھر بعد میں ایک روشن دان بنایا تاکہ جھاڑو دینے اور صفائی کرنے والا بوقتِ ضرورت اس سے نیچے اُتر سکے۔ حضرت عائشہؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زندگی میں اس روشن دان کا ہونا ایک صریح اور واضح جھوٹ ہے۔ اگر یہ صحیح طور پر ثابت بھی ہو جائے، تو یہ اس بات کی دلیل و حجت ہو گی کہ لوگ اللہ کو مخلوق کی قسم نہیں دیا کرتے تھے، نہ اپنی دعاؤں میں مردوں کے وسیلہ کو پیش کیا کرتے تھے اور نہ اس وسیلہ سے دعا کیا کرتے تھے۔ قبر پر روشن دان اس لیے کھولا تھا تاکہ رحمتِ الٰہی کا نزول ہو، دعا کا تو یہاں کوئی ذکر ہی نہ تھا، لہٰذا یہ حقیقتِ امر ان کے استدلال سے کس قدر بعید تر ہے؟

مخلوق اپنے جیسی مخلوق کو دعا یا عمل کے ذریعہ فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ ہم ایمان، عملِ صالح، درود شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت و موالات کے ذریعہ وسیلہ پکڑیں ان امور کے ساتھ وسیلہ پکڑنا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور اگر یہ ارادہ کر لیا جائے کہ ہم کوئی ایسا وسیلہ پکڑیں جس کی ذات بارگاہِ الٰہی میں محبوب ہو اور ایمان و عملِ صالح وغیرہ کی ہم پابندی نہ کریں، تو یہ وسیلہ عقلی و شرعی طور پر باطل ہو گا۔ عقلی طور پر تو یہ اس لیے باطل ہے کہ کسی معین شخص کے محبوبِ باری ہونے کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ ان کی ذات کے وسیلہ کے ساتھ میری حاجت بھی ضرور پوری کر دی جائے گی، خواہ میرے یا ان کے پاس کوئی ایسا سبب بھی نہ ہو، جس سے حاجت پوری ہوتی ہو۔ اگر وہ میرے لیے دعا کریں یا میرا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو اور میں اس کی اطاعت بھی کروں، تو اس صورت میں تو بلاشبہ وسیلہ ہو گا اور اگر صرف ان کی ذاتِ محبوب ہی پر اکتفا کر لیا جائے اور کسی ایسے سبب کو اختیار نہ کیا جائے جس کا حکم دیا گیا ہے، تو یہ وسیلہ میرے کس کام آئے گا۔

شرعی طور پر یہ وسیلہ اس لیے باطل کہ تمام عبادات کی بنیاد اتباع پر ہے، بدعت پر نہیں ہے، یعنی کسی کو کوئی ایسی عبادت ایجاد کرنے کی اجازت نہیں ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہ دیا ہو، مثلاً کسی کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور یہ کہے کہ آپ کی قبر کعبہ شریف کی نسبت اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کی زیادہ حق دار ہے کہ اس کی طرف مُنہ کرکے نماز ادا کی جائے، حالانکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ "قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ اُن کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو" لیکن اس کے باوجود کچھ غالی قسم کے لوگ اپنے شیوخ کی قبروں کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں، بلکہ قبلہ کی طرف پُشت کرلیتے ہیں اور قبرِ شیخ کی طرف منہ کرکے کہتے ہیں کہ یہ قبر قبلۂ خواص ہے، جبکہ کعبہ تو قبلۂ عوام ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ مسجدوں حتیٰ کہ مسجد الحرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کے بجائے اپنے شیوخ کی قبروں کے پاس نماز کو افضل گردانتے ہیں، بہت سے لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ مسجدوں کے بجائے انبیاءؑ وصالحینؒ کی قبروں کے پاس دُعا افضل ہے، حالانکہ دینِ اسلام کا علم رکھنے والے سب اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ یہ ساری باتیں اسلامی شریعت کے منافی ہیں، لہٰذا جو شخص کتاب وسُنّت کو پیشِ نظر نہ رکھے گا، خواہ یہ مذکورہ مسائل ہوں یا دیگر وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی کرے گا اور تباہی وبربادی کے گڑھے میں گر جائے گا، لہٰذا ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اس شریعتِ محمدؐ کے سامنے سرِ تسلیم خم کردے جو کہ کامل، روشن اور واضح ہے اور اس بات کو بھی تسلیم کرے کہ یہ شریعت اس لیے آئی ہے کہ لوگوں کے سامنے ایسے امور پیش کرے، جن میں فلاح وبہبود ہے اور ایسے کاموں کا قلع قمع کردے جو انسانیت کے لیے خرابیوں اور مفاسد کا سبب ہیں، لہٰذا وہ سب عبادات جنہیں لوگ اچھا اور نفع بخش سمجھتے ہوں مگر شریعت میں ان کا کوئی وجود نہ ہو تو اس بات کو جان لینا چاہیے کہ ان میں نفع کے بجائے نقصان کا پہلو غالب ہے، کیونکہ شارعِ حکیم ہے اور وہ کسی ایسے کام کو مہمل قرار نہیں دیتا جس میں بندوں کے لیے مصلحتیں اور برکتیں ہوں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں کہ دُعا سب سے بڑی عبادت ہے، لہٰذا ہر انسان کو چاہیے کہ وہ مسنون دعاؤں کو اختیار کرے۔ اسی طرح تمام عبادات میں بھی ان صورتوں کی پابندی کرنا چاہیے جنہیں شریعتِ مطہرہ نے مقرر کیا ہے، کیونکہ یہی صراطِ مستقیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے سب مومن بھائیوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سُنن دارمی

امام دارمی کی یہ کتاب کتب و ابواب کی ترتیب کے اعتبار سے سُنن اربعہ کے طریقے کے مطابق مرتب کی گئی ہے، لہٰذا درست بات یہ ہے کہ اسے "سُنن" کے نام سے موسوم کیا جائے جیسا کہ فضیلۃ الشیخ دھمان نے طبع کرتے ہوئے اسے "سُنن" کے نام سے موسوم کیا ہے، جبکہ زمانۂ قدیم میں یہ کتاب "مسند" کے نام سے معروف تھی، تو اسے مسند کہنا غلط ہے۔ اہلِ علم کے ہاں اسے مسند قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسی طرح اسے "صحیح" کے نام سے موسوم کرنا اور زیادہ بعید از قیاس ہے، کیونکہ اس میں بہت سی احادیثِ مرفوعہ کی سندیں ضعیف ہیں۔ بعض احادیث مُرسل ہیں، بعض معضل ہیں، بہت سے آثار موقوف ہیں، جن میں سے اکثر ضعیف ہیں جیسا کہ یہ مذکورہ اثر ضعیف ہے، تو پھر اس کتاب کو صحیح کے نام سے موسوم کیسے کیا جا سکتا ہے؟

سُنن اربعہ

اسی طرح سُننِ اربعہ کو صحاح کہنا بھی غلط ہے جیسا کہ بعض ڈاکٹرز کہتے ہیں، ان کتابوں کو "صحاح" کے نام سے موسوم کرنا ایک تو اُن کے حقیقی ناموں کے خلاف ہے اور دوسرے یہ بات امرِ واقع کے بھی منافی ہے، کیونکہ ان میں بہت سی احادیث ضعیف ہیں، خود ان کتب کے مؤلفین نے بھی بہت سی احادیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ خصوصاً امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب کی بہت سی احادیث کو از خود ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ سُنن ترمذی کا مطالعہ کرنے والے اہلِ علم اس بات سے بخوبی شناسا ہیں۔ اسی طرح سُنن ابن ماجہ میں تو ضعیف کے بجائے موضوع احادیث بھی ہیں، لہٰذا ان کتبِ سُنن کو صحاح کے نام سے صرف وہی شخص موسوم کرے گا جو جاہل ہوگا یا جس کے سامنے ایسا کرنے کے کچھ مخصوص اغراض و مقاصد ہوں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا شُبہ: خالق کا مخلوق پر قیاس

مخالفین یہ کہتے ہیں کہ صالحین کی ذات اور اُن کے بلند مقامات کے ساتھ وسیلہ پکڑنا ایک مطلوب اور جائز امر ہے، کیونکہ اس کی بنیاد منطق اور حقیقت پر قائم ہے اور وہ اس طرح کہ ہم میں سے کسی کو جب کسی بادشاہ، وزیر یا کسی بڑے حکمران سے کوئی کام ہو تو وہ سیدھا اس کے پاس نہیں جاتا، کیونکہ اسے احساس ہوتا ہے کہ اگر وہ خود سیدھا اس کے پاس چلا گیا، تو وہ اس کی طرف التفات نہیں کرے گا، لہٰذا اس صورت میں ہم کسی ایسے شخص کو تلاش کرتے ہیں جو اس کا مقرب ہو، اس کے دربار میں رسائی رکھتا ہو، ایسے شخص کو ہم اپنے اور متعلقہ حاکم کے مابین واسطہ بنا لیتے ہیں، کیونکہ اگر ہم اس طریقے کو اختیار کریں، تو وہ ہماری بات کو سنتا ہے اور ہماری ضرورت کو پورا کر دیتا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات کی نوعیت اسی انداز کی ہے کہ وہ تو سب عظیموں سے عظیم اور سب بڑوں سے بڑا ہے۔ ہم گنہ گار، نافرمان اور بارگاہِ الٰہی سے بہت دُور ہیں، لہٰذا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اسے براہِ راست پکاریں۔ اگر ہم نے اسے براہِ راست پکارا تو وہ ناکام و نامراد لوٹا دے گا یا ہماری طرف قطعاً نظرِ التفات نہ فرمائے گا، جبکہ کچھ نیک لوگ بھی ہیں، مثلاً انبیاء، مُرسلین، شہداء، یہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی ہیں، یہ جب بھی دُعا کریں، وہ اُن کی سنتا ہے۔ جب بھی کسی کی شفاعت کریں، وہ اُن کی سفارش کو قبول کرتا ہے، لہٰذا کیا ہمارے لیے یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم ان کی جاہ کا وسیلہ پکڑیں، اپنی دُعا سے پہلے ان کا ذکر کریں تاکہ ان کے اکرام کی بدولت اللہ تعالیٰ ہماری طرف بھی نظرِ رحمت سے دیکھ لے۔ ان کے پاسِ خاطر سے ہماری دُعا کو بھی قبول کر لے، لہٰذا تم ہمیں اس نوع کے وسیلہ سے کیوں منع کرتے ہو، جبکہ انسان آپس میں انسانوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے اس قسم کے وسیلہ کو اختیار کرتے ہیں، تو اپنے رب اور معبود کے ساتھ معاملہ میں اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسیلہ کو کیوں اختیار نہ کریں؟

ہم اس شبہ کے جواب میں عرض کریں گے کہ لوگو! تم نے یہ بات کر کے درحقیقت خالق کو مخلوق پر قیاس کر لیا ہے۔ تم نے قیوم السماوات والارض، احکم الحاکمین، اعدل العادلین اور رؤف رحیم کی ذات اقدس کو ان حکمرانوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو ظالم، ڈکٹیٹر اور جابر ہیں، اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کو پیش نظر نہیں رکھتے، بلکہ اپنے اور رعایا کے مابین پردے لٹکا رکھتے ہیں اور دربان بٹھا دیتے ہیں، لہٰذا لوگوں کے لیے ان تک واسطوں اور وسیلوں کے بغیر رسائی ممکن نہیں ہوتی اور پھر ان واسطوں اور وسیلوں کو بھی رشوتوں اور عطیوں کے ساتھ خوش کرنا پڑتا ہے، ان کے سو سو ناز اٹھانے پڑتے ہیں، انہیں خوش کرنے کے لیے کئی کئی طرح کے حیلے بہانے کرنے پڑتے ہیں، تو اے عقل کے دشمنو! تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ جب تم اس قسم کی مثالیں بیان کرتے ہو تو درحقیقت اپنے رب کی مذمت بیان کرتے ہو، اس کی شان میں گستاخی کرتے ہو، اسے ایذا پہنچاتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بارہ میں ایسی ایسی باتیں بیان کرتے ہو جو اسے انتہائی ناپسند ہیں اور اس کی ناراضگی کا باعث بنتی ہیں۔

کیا تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ ان ظالم حکمرانوں اور فاسق و فاجر ڈکٹیٹروں پر قیاس کر کے درحقیقت تم اللہ تعالیٰ کو نہایت بُری صفات کے ساتھ موصوف قرار دے رہے ہو۔ تعجب ہے کہ تمہارا دین تمہیں اس بات کی آخر کیسے اجازت دیتا ہے۔ رب تعالیٰ کی تعظیم اور خالق و مالک کے شایانِ شان تمجید کے مقابلہ میں اس قسم کی مثالوں کی آخر تم نے کیسے جرأت کر لی ہے؟؟

غور فرمائیے کہ اگر کسی کے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ کسی حاکم سے بالمشافہ گفتگو کر سکتا ہو یا کسی واسطہ و وسیلہ کے بغیر ہم کلام ہو سکتا ہو تو کیا یہ بات بہتر اور باعثِ تعریف ہے یا یہ کہ وہ لمبے لمبے واسطوں اور وسیلوں کے بغیر گفتگو کر ہی نہ سکتا ہو؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باتیں تم بڑے فخر سے بیان کیا کرتے ہو اور لوگوں سے کہا کرتے ہو کہ آپ حد درجہ متواضع تھے۔ تکبر اور فخر کا آپ کے ہاں نام و نشان تک نہ تھا۔ آپ لوگوں کے اس قدر قریب تھے کہ ایک کمزور سے کمزور شخص بھی آپ سے ملاقات کر کے ہم کلام ہو سکتا تھا، حتیٰ کہ ایک اعرابی، جاہل اور درشت مزاج بادیہ نشین بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بغیر کسی واسطہ و وسیلہ کے آپ سے ہم کلام ہو سکتا تھا۔ آپ اس کی ضرورت و حاجت کا جائزہ لیتے اور اگر وہ مستحق ہوتا، تو اس کی ضرورت کو پورا فرما دیتے، تو آپ ہی فرمائیے کہ اس طرح کے حکمران بہتر ہیں یا وہ جن کی تم مثالیں بیان کرتے ہوئے نہیں تھکتے؟ افسوس کہ تم یہ کیسی باتیں کرتے ہو؟ نامعلوم تمہاری عقلیں کہاں بھٹکتی پھرتی ہیں اور غور و فکر کی صلاحیت کو کہاں گم کر بیٹھے ہو؟ آہ! یہ تم نے کیسے گوارا کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کو ظالم بادشاہوں کے ساتھ تشبیہ دو شیطان نے کس طرح چابک دستی کے ساتھ اس قیاس کی خرابی و برائی کو تمہاری آنکھوں سے اوجھل کر دیا، جس میں تم نے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کا ظالم حکمرانوں پر قیاس کیا ہے۔ لوگو! اگر تم اللہ رب ذوالجلال کو سب سے زیادہ عادل، سب سے زیادہ متقی اور سب سے زیادہ نیک آدمی کے ساتھ تشبیہ دیتے، تو پھر بھی یہ کفر تھا، مگر اس کا کیا کیا جائے اور اس پر کیا کہا جائے کہ تم نے اس ذاتِ اقدس کو سب سے زیادہ ظالم، فاسق و فاجر اور خبیث لوگوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے؟

لوگو! اگر تم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے متقی و عادل حکمران پر اللہ تعالیٰ کو قیاس کرتے، تو پھر بھی شرک میں مبتلا ہو جاتے، مگر آہ شیطان نے تمہیں کس قدر تباہ و برباد کر دیا کہ تم اپنے رب تعالیٰ کو ظالم اور مفسد بادشاہوں، امیروں اور وزیروں پر قیاس کرنے لگے؟

یاد رکھو کہ مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو تشبیہ دینا کفر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح کی تشبیہ سے منع فرمایا ہے؛ چنانچہ ارشاد ہے،

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۚ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ [1]	اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو ان کو آسمانوں اور زمین میں روزی دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ (کسی اور طرح کا) مقدور رکھتے ہیں، تو (لوگو) اللہ کے بارہ میں (غلط) مثالیں نہ بناؤ (صحیح مثالوں کا طریقہ) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اور ہر قسم کی مخلوق کے مابین کسی قسم کی تشبیہ کلی کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے،

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ [2]	اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔

تشبیہ کی بدترین صورت یہ ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کو شریر اور فاسق و فاجر حکمرانوں کے ساتھ تشبیہ دے، جبکہ وہ یہ خیال کر رہا ہو کہ وہ بزعم خویش بہت اچھا کام کر رہا ہے۔ اسی بات نے بعض علماء و محققین کو اس بات پر مجبور کیا کہ انہوں نے انبیاء کرامؑ کی ذات کے ساتھ وسیلہ کے انکار میں نہایت مبالغہ سے کام لیا، بلکہ اس وسیلہ کو شرک قرار دیا۔ اگرچہ ہمارے نزدیک یہ فی نفسہٖ شرک نہیں ہے، ہاں اس بات کا البتہ ضرور خدشہ ہے کہ یہ بات کہیں شرک تک نہ پہنچا دے جیسا کہ فی الواقع ان لوگوں کو شرک تک پہنچا یا بھی جو اس وسیلہ کا عذر پیش کرتے ہوئے سابقہ تشبیہ بیان کرتے ہیں جو بجائے خود کفر ہے، لو کانوا یعلمون!

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آجکل کے بعض مسلمان دعاۃ کا یہ قول جو ان کے بیس اصولوں میں سے پندرھواں اصول ہے کہ،

---

[1] النحل، ۷۳-۷۴ [2] الشوریٰ ،،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"دُعا کو جب کسی ایک مخلوق کے وسیلہ کے ساتھ ملایا جائے، تو یہ کیفیتِ دُعاء کے سلسلہ میں ایک فروعی اختلاف ہے۔ اس مسئلہ کا تعلق عقائد سے نہیں ہے۔"

صحیح نہیں ہے، کیونکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، یہ ایک جوہری اختلاف ہے، یہ تو صریحًا شرک ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ اس قسم کے انحراف کو معمولی بات قرار دینے والے یہ اقوال ہی شاید اس بات کا سبب ہیں کہ بہت سے لوگ ان مسائل میں بحث ہی نہیں کرتے اور وہ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ حق کیا ہے، تحقیق ہی نہیں کرتے اس کا نتیجہ نکلتا ہے کہ بدعتی اپنی بدعات میں نہایت سرگرم رہتے ہیں۔

امام عزبن عبدالسلام نے اپنے رسالہ "الواسطہ" میں فرمایا ہے:

"جو شخص انبیاء کرام اور دیگر مشائخ علم و دین کو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان اس طرح کے واسطے بنائے جس طرح بادشاہوں اور ان کی رعایا کے درمیان دربان واسطے ہوتے ہیں اور کہے کہ یہ واسطے لوگوں کی حاجتوں اور ضرورتوں کو دربارِ الٰہی میں پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہی کے توسط سے اپنے بندوں کو ہدایت، رزق اور فتح و نصرت عطا فرماتا ہے، یعنی مخلوق ان سے سوال کرتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں جس طرح کہ بادشاہ کے مقرب درباری لوگوں کی حاجتوں اور ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیے بادشاہوں سے سوال کرتے اور لوگ ان مقربانِ دربارِ شاہی سے سوال کیا کرتے ہیں، کیونکہ ادب کے باعث وہ براہِ راست بادشاہ سلامت سے ہمکلام ہونے کا حوصلہ نہیں پاتے اور پھر براہِ راست بادشاہ سے سوال کرنے کی نسبت ان واسطوں اور وسیلوں کی معرفت سوال کرنا ان کے لیے زیادہ منفعت بخش ہوتا ہے، کیونکہ یہ دربان اس کی نسبت بادشاہ کے زیادہ قریب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں۔ الغرض جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان اس طرح کے واسطے بنائے، وہ کافر اور مشرک ہے، واجب ہے کہ اس سے توبہ کرائی جائے۔ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے تشبیہیں بیان کرتے ہیں، یعنی خالق کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ آہ! انہوں نے مخلوق کو اللہ کا شریک بنا دیا ہے۔"

پانچواں شبہ: کیا یہ وسیلہ جائز بھی نہیں؟

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ تو درست ہے کہ سنت سے یہ ثابت نہیں کہ انبیاء اور صالحین کی ذات کا وسیلہ اختیار کرنا مستحب ہے، لیکن اگر ہم اسے اختیار کر لیں تو اس بات کی کیا دلیل ہے کہ مباح بھی نہیں، کیونکہ اس سے منع بھی تو نہیں کیا گیا؟

یہ ایک ایسا شبہ ہے جسے ہم عرصہ دراز سے ان لوگوں سے سنتے چلے آ رہے ہیں، جو فریقین کے مابین ایک درمیانی موقف اختیار کرنا چاہتے ہیں تاکہ دونوں فریقوں کو خوش کر سکیں اور دونوں کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اس مقام پر ہمیں وسیلہ کا معنی و مفہوم ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اسی سے منزلِ مقصود تک پہنچا جا سکتا ہے!

یہ امر مخفی نہ رہے کہ جس تک پہنچنا مقصود ہو، وہ کوئی دینی امر ہوگا یا دنیوی۔ اگر دینی امر ہے، تو اس تک پہنچانے والے وسیلہ کی معرفت کسی شرعی طریقے کے بغیر ممکن ہی نہیں مثلاً اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے وسیلہ کے طور پر اس کی عظیم آیات کونیہ میں سے کسی ایک مثلاً دن یا رات کو اختیار کرتا ہے، تو اس کا یہ وسیلہ اختیار کرنا اس کی دعا کی مقبولیت کا سبب بن جاتا ہے، تو ہم اس کی اس بات کی تردید کریں گے۔ اِلّا یہ کہ وہ کوئی دلیل پیش کرے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اس قسم کے وسیلہ کو جائز قرار دیا جائے، کیونکہ اس بات میں تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود تناقض ہے اور وہ یہ کہ تم اسے وسیلہ قرار دے رہے ہو، جبکہ شرعی طور پر اس کا وسیلہ ہونا ثابت ہی نہیں اور نہ اس کے اثبات کا اور کوئی دوسرا طریقہ ہو سکتا ہے۔

مذکورہ دو قسموں میں سے دوسری قسم کا معاملہ اس کے برعکس ہے اور وہ ہے امر دنیوی اور دنیوی امور کے اسباب کی معرفت کا ذریعہ عقل، علم یا تجربہ ہے، مثلاً ایک شخص شراب کی خرید و فروخت کرتا ہے، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی مال و دولت کے حصول کا ایک معروف سبب ہے، لیکن اس وسیلہ و سبب کے اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع فرما دیا ہے لہٰذا اسے اختیار کرنا جائز نہیں، لیکن اس کے برعکس اگر کوئی تاجر ایسا ذریعہ اختیار کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار نہ دیا ہو تو یہ جائز ہوگا۔ اس طرح جس سبب کے بارہ میں یہ دعویٰ کیا جائے کہ یہ تقرب الٰہی کا باعث بنتا ہے یا اس کے اختیار کرنے سے دعا قبول ہوتی ہے، تو ضروری ہے کہ ہمیں یہ سبب بطریق شریعت معلوم ہوا ہو، لیکن جب یہ کہا جائے کہ شریعت میں اس کی بابت کچھ بھی وارد نہیں، تو پھر اس سبب کو وسیلہ کے نام سے موسوم کرنا جائز نہ ہوگا تاکہ پھر یہ کہا جائے کہ یہ وسیلہ اختیار کرنا مباح ہے، اس رسالہ کی فصل دوم میں اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو چکی ہے۔

دوسری یہ بات قابل غور ہے کہ وسیلہ کی قسم جس کی بابت ہم نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ شریعت میں اس کی بابت کچھ بھی وارد نہیں۔ شریعت میں وہ موجود ہے جو اس سے بے نیاز کر دیتا ہے اور وہ ہیں توسلات ثلاثہ، جن کا اس بحث کے آغاز میں ذکر ہو چکا ہے، تو پھر اس وسیلہ کے اختیار کرنے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے، جس کی بابت شریعت میں کچھ وارد ہی نہیں اور اس سے اعراض کی کیا ضرورت ہے جس کے بارہ میں شرعی حکم موجود ہے؟ یاد رہے کہ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو بدعت، سنت سے متصادم ہو وہ بالاتفاق بدعت اور ضلالت ہوتی ہے اور وسیلہ کی یہ صورت اسی قبیل سے ہے، لہٰذا اسے اختیار کرنا جائز نہیں، خواہ مستحب سمجھتے ہوئے نہیں، بلکہ مباح سمجھ کر ہی اختیار کیوں نہ کیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری یہ بات قابل غور ہے کہ کسی کی ذات کے ساتھ یہ وسیلہ اختیار کرنا ایسا ہی ہے جس طرح بادشاہوں اور حکمرانوں کے ساتھ لوگوں کا وسیلہ اختیار کرنا ہے، لیکن اللہ تبارک تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کی شان تو یہ ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ جیسا کہ متوسلین بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں، لہٰذا جب کوئی مسلمان بارگاہِ الٰہی میں اشخاص کا وسیلہ پیش کرتا ہے، تو عملاً اُس نے اللہ تعالیٰ کو انہی بادشاہوں اور حکمرانوں کے ساتھ تشبیہ دے دی ہے، اور یہ جائز نہیں جیسا کہ قبل ازیں اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

چھٹا شبہ: توسلِ ذات کا عملِ صالح کے ساتھ توسل پر قیاس

یہ ایک اور شبہ ہے جسے یہ بدعتی لوگ پیش کرتے رہتے ہیں[1] شیطان نے انہیں یہ شبہ سکھایا اور بڑا مزین کر کے ان کے سامنے پیش کیا ہے؛ چنانچہ یہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ تم یہ کہتے ہو کہ عملِ صالح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ اختیار کرنا بالاتفاق شرعی طور پر جائز ہے، تو جب عملِ صالح کا وسیلہ جائز ہے، تو اس شخصِ صالح کا وسیلہ بالاولیٰ جائز ہونا چاہیے جس سے ان اعمالِ صالحہ کا صدور ہوتا ہے، لہٰذا اس کا انکار جائز نہیں ہے؟

اس شبہ کے دو جواب ہیں۔ پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ قیاس ہے اور یہ ہم قبل ازیں (ص ۱۳۱[2]) بیان کر آئے ہیں کہ عبادات میں قیاس باطل ہے۔ اس قول کے قائل کی مثال تو اس طرح ہے کہ متوسل کا جب اپنے عملِ صالح کے ساتھ وسیلہ جائز ہے جو کہ نبی و ولی کے عمل سے بلاشک فروتر ہے، تو نبی و ولی کے عمل کے ساتھ بھی توسل جائز ہوگا، حالانکہ یہ بات بالکل باطل ہے اور جس سے باطل لازم آئے، وہ خود باطل ہوتا ہے۔

دُوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ایک کھُلم کھُلا مغالطہ ہے، کیونکہ ہم نے یہ تو نہیں کہا ــــ بلکہ ہم سے پہلے سلف میں سے بھی کسی نے یہ نہیں کہا ــــ کہ مسلمان کے لیے یہ جائز ہے کہ

---

[1] مثلاً صاحبِ کتاب التاج [2] یہ صفحہ اصل عربی کتاب کا ہے، پیشِ نظر اُردو ترجمہ کا ص ملاحظہ فرمائیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اپنے علاوہ کسی دوسرے کے عملِ صالح کا وسیلہ اختیار کرے، بلکہ مشارٌ الیہ توسّل سے مراد متوسل کا اپنے عملِ صالح کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنا ہے۔ جب یہ بات واضح ہوگئی، تو پھر ہم ان کے سابقہ کلام کو انہی کے سامنے پیش کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ جب کسی دوسرے کے عملِ صالح کے ساتھ توسّل جائز نہیں، تو اُن کی ذات کے ساتھ تو پھر ہرگز ہرگز توسّل جائز نہ ہوگا اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس میں کسی قسم کا اخفاء نہیں ہے۔ والحمدللہ!

ساتواں شبہ:

ذاتِ نبیؐ کے ساتھ توسّل کا آثارِ نبیؐ کے ساتھ تبرک پر قیاس

یہ ایک اور شبہ ہے جو کہ گزشتہ صدیوں میں معروف نہ تھا، اس شبہ کو ایجاد کرنے اور رواج دینے کا سہرا ڈاکٹر بوطی ہی کے سر ہے۔ ڈاکٹر بوطی نے اپنی کتاب (فقہ السیرۃ ص ۴۴۳ ــــ ۴۵۵) میں غزوۂ حدیبیہ سے مستفاد دروس بیان کرتے ہوئے آثارِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبرک کی مشروعیت بیان کی ہے اور پھر تبرک بالآثار پر بعد از وفات توسل بالذات کو قیاس کیا ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں ایسی عجیب وغریب رائے پیش کی ہے، جو علماء میں سے کسی سے بھی منقول نہیں، حتیٰ کہ تقلید، جمود، تعصب اور بدعات میں غرق لوگوں میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں۔ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ ہم اپنی طرف سے بات بنا رہے ہیں یا ڈاکٹر بوطی پر کوئی ظلم کر رہے ہیں، لہٰذا ہم مکمل طور پر ان کے اپنے الفاظ نقل کرتے ہیں اور اس لمبے اقتباس کے نقل کرنے پر ہم اپنے قارئین کرام کی خدمت میں معذرت پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر بوطی نے لکھا ہے:

> "جب آپ کو یہ معلوم ہوگیا ہے کہ کسی چیز کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے واسطہ یا وسیلہ کے ساتھ خیر کو طلب کیا جائے، تو اس بات کو بھی جان لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ وسیلہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرنا ایک مندوب و مشروع امر ہے۔ آپ کی ذاتِ شریفہ کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنا تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے اور پھر اس اعتبار سے بھی قطعاً کوئی فرق نہیں کہ یہ وسیلہ آپ کی حیات ہی میں اختیار کیا جائے یا بعد از وفات، کیونکہ آپ کے آثار و فضائل صرف حیات تک ہی محدود نہیں ہیں، لہٰذا قطعاً کوئی فرق نہیں کہ تبرک و توسل کا تعلق حیات سے ہو یا بعد از وفات سے؛ چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ نے وفات کے بعد آپ کے بالوں کا وسیلہ اختیار کیا جیسا کہ صحیح بخاری کے "باب شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" سے ثابت ہے۔

اس کے باوجود کچھ لوگ گمراہ ہو گئے، جن کے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ تھی، انہوں نے بعد از وفات آپ کی ذات کے ساتھ توسل کا انکار کر دیا اور دلیل یہ دی کہ وفات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر منقطع ہو گئی ہے، لہٰذا اب آپ کے ساتھ توسل کے معنی یہ ہیں کہ ایک ایسی چیز کا وسیلہ اختیار کیا جائے، جس میں کوئی تاثیر نہیں ہے۔ ان کی یہ دلیل بڑی ہی عجیب جہالت پر دلالت کناں ہے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اشیاء میں ذاتی تاثیر آپ کی حیات میں ثابت ہے تاکہ ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ وفات کے بعد اس کی تاثیر کا انجام کیا ہوا؟ کیونکہ کوئی مسلمان اس بات کی استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ ذاتِ واحد کے سوا، اشیاء میں کسی اور کی ذاتی تاثیر کو تسلیم کرے اور اگر کوئی اس عقیدے کے خلاف اعتقاد رکھے، تو اس پر سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے آثار کے ساتھ تبرک و توسل کے یہ معنی نہیں کہ ان کی طرف کسی تاثیر کو منسوب کیا جا رہا ہے بلکہ بات درحقیقت یہ ہے کہ آپ اللہ کے ہاں علی الاطلاق ساری مخلوقات سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افضل ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے رحمت ہیں، لہٰذا آپ کا وسیلہ اس لیے اختیار کیا جاتا ہے کہ آپ کو رب تعالیٰ کے ہاں تقرب حاصل ہے۔ آپ مخلوق کے لیے رب کی رحمتِ کبریٰ ہیں، اس لیے ایک نابینا شخص نے آپ کا وسیلہ اختیار کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے نظر واپس لوٹا دی تھی[1] اسی طرح صحابہ کرام بھی آپ کے آثار کے ساتھ وسیلہ اختیار کرتے رہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں منع نہ فرماتے۔ ہم قبل ازیں یہ بھی بیان کر آئے ہیں کہ استسقاء وغیرہ میں اہل صلاح و تقویٰ اور اہلِ بیتِ نبوت کی سفارش پیش کرنا مستحب ہے اور اس بات پر جمہور ائمہ و فقہاء کا اتفاق ہے، حتیٰ کہ ان میں شوکانیؒ، ابن قدامہؒ اور صنعانیؒ بھی شامل ہیں، لہٰذا اب آپ کی موت و حیات کے مابین فرق کرنا خلط مبحث ہے، بلکہ یہ بحث ہی بڑی عجیب و غریب سی لگتی ہے، کیونکہ اس بحث کی کوئی گنجائش نہیں۔"

ڈاکٹر بوطی کے اس کلام پر ہمارے کئی ایک اعتراضات ہیں، جن میں سے چند اہم اعتراضات حسب ذیل ہیں:

۱۔ ہم پہلے بھی (ص ۷۵ - ۷۶) اشارہ کر آئے ہیں کہ بوطی سلفیوں پر یہ اعتراض کرتے، بلکہ الزام لگاتے رہتے ہیں کہ ان کے دل محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہیں اور اس سلسلہ میں ان کا استدلال یہ ہے کہ سلفیوں نے بعد از وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ توسل کا چونکہ انکار کر دیا ہے، لہٰذا ان کے دل حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہیں، حالانکہ یہ ایک بالکل باطل الزام بلکہ بلاشک و شبہ ایک نہایت ظالمانہ بہتان ہے۔ اگر انہوں نے خالص توبہ نہ کی، تو اللہ تعالیٰ اس کا سخت حساب لیں گے، کیونکہ کسی دلیل و

---

[1] ڈاکٹر بوطی نے یہاں حاشیہ میں حدیثِ اعمیٰ ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بعض روایات میں یہ بھی ہے:

"فان كان لك حاجة فافعل مثل ذلك"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بُرہان کے بغیر محض گمان کی بنیاد پر انہوں نے ہزارہا مسلمانوں کی تکفیر کر دی ہے اور یہ امر مسلّم ہے کہ وہم و گمان حق کا کچھ مقابلہ نہیں کر سکتے۔

۲- اپنے اس سابقہ کلام میں ڈاکٹر بوطی نے حق و باطل کو عجیب و غریب انداز سے خلط ملط کر دیا ہے، حق کے ساتھ اُس نے اپنے باطل موقف کے لیے استدلال کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایک ایسی رائے ایجاد کی ہے جسے دنیا میں پہلے اور کسی نے ایجاد نہیں کیا تھا، اس کے حق و باطل میں اگر آپ امتیاز کرنا چاہیں، تو وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کے کلام میں جو درست باتیں ہیں، وہ حسب ذیل ہیں،

(ا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ کے بہت قریب اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کے لیے رحمت ہیں۔

(ب) اشیاء میں کسی کی حتّٰی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی کوئی تاثیر نہیں، تاثیر سب کی سب اللہ واحد و احد کی ہے۔

(ج) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ تبرک مشروع ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اس تبرک کو آپ کی حیاتِ مبارکہ میں حاصل کیا اور آپ نے اس پر کوئی اعتراض نہ فرمایا۔

یہ تینوں باتیں صحیح ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں، اگر بوطی صاحب انہی پر اکتفا کرتے، تو اس پر گرفت کی کوئی ضرورت نہ تھی، لیکن انہوں نے چونکہ اس سے تجاوز کیا اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے، لہٰذا ہم اس کی غلط باتوں کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ حق و باطل میں تمیز ہو جائے۔ ڈاکٹر بوطی کے کلام میں جو باتیں باطل ہیں اور جن میں بڑا اختلاف ہے، وہ حسب ذیل ہیں،

(ا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ توسل جائز ہے اور صحابہ کرامؓ آپ کے آثار کے ساتھ وسیلہ اختیار کیا کرتے تھے۔

(ب) تبرک اور توسل کو اُس نے ایک جیسا سمجھا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ج) آپ کی ذات کے ساتھ بھی توسّل اسی طرح جائز ہے جس طرح آپ کے آثار کے ساتھ تبرک جائز ہے۔

(د) آپ کی ذات کے ساتھ توسّل کا سبب یہ ہے کہ آپ اللہ کے ہاں علی الاطلاق ساری مخلوقات سے افضل ہیں۔

(ھ) اسے شفاعت کے معنی ہی کا علم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے شفاعت سے اس توسّل پر استدلال کیا ہے، جو بدعت ہے۔

(و) سلفیوں پر ڈاکٹر نے یہ افترا باندھا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اشیاء میں آپ کی ذاتی تاثیر کو مانتے ہیں اور اب وفات کے بعد اس تاثیر کو منقطع سمجھتے ہیں اور یہی وہ سبب ہے جس کے باعث سلفی بعد از وفات آپ کی ذات کے توسّل کا انکار کرتے ہیں۔

(ز) ڈاکٹر کا یہ دعوٰی بھی باطل ہے کہ نابینا شخص نے رب تعالیٰ کے ہاں آپ کے تقرب کا وسیلہ اختیار کیا تھا۔

(ح) ڈاکٹر کا یہ دعوٰی بھی درست نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق افضل الخلائق ہیں۔

اِن اجمالی اشارات کے بعد اب ہم قدرے شرح و تفصیل کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں:

۱۔ بوطی کا تبرک اور توسّل کو ایک سمجھنا

ڈاکٹر بوطی نے لکھا ہے:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ توسّل جب مندوب اور مشروع ہے تو آپ کی ذاتِ شریفہ کے ساتھ توسّل کیوں نہیں؟"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر کے کلام سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب آپ کے آثار کے ساتھ تبرک جائز ہے تو آپ کی ذات کے ساتھ توسل بالاولیٰ جائز ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تبرک کا نام توسل رکھ دیتے ہیں۔ ہماری اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو ہم نے قبل ازیں یہ ذکر کیا ہے کہ ڈاکٹر بوطی نے اپنی مذکورہ کتاب کے ص ۱۹۶ میں ان بعض روایات کو ذکر کرنے کے بعد جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ بعض صحابہ کرامؓ کا تبرک حاصل کرنا مذکور ہے، یہ لکھا ہے:

"جب آپ کے مادی آثار کے ساتھ توسل اختیار کرنے کی شان یہ ہے، تو اللہ جل جلالہٗ کے ہاں آپ کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے، اس کا وسیلہ کیوں اختیار نہ کیا جائے یا آپ کی رحمۃ للعالمینی کے وسیلہ کو کیوں اختیار نہ کیا جائے؟"

لیکن جلد ہی ڈاکٹر نے اپنی ان ساری باتوں سے رجوع بھی کر لیا اور اس بات کا انکار کر دیا کہ تبرک اور توسل کے معنی ایک ہیں یا یہ کہ وہ ایک کو دوسرے پر قیاس کر رہے ہیں؛ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

"آپ اس وہم میں مبتلا نہ ہوں کہ ہم توسل کو تبرک پر قیاس کر رہے ہیں اور اس مسئلہ کی حیثیت قیاس کے ساتھ استدلال سے بڑھ کر نہیں ہے جبکہ توسل و تبرک دو کلمے ہیں اور دونوں ایک ہی معنی پر دلالت کناں ہیں اور وہ ہے متوسل بہ کے طریق سے خیر و برکت طلب کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے ہاں جو جاہ و حشمت نصیب ہے، اس کا وسیلہ پکڑنا یا آپ کے آثار اور کپڑوں کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنا ایک جامع نوع کے افراد و جزئیات ہیں اور جامع نوع ہے مطلق توسل، جس کا حکم احادیثِ صحیحہ سے ثابت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور یہ تمام جزئی صورتیں علماءِ اُصول کے اس قاعدہ کی رُو سے عموم نص میں داخل ہیں، جسے تنقیح المناط کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی پہلی بات سے یہ آخری بات زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ توسّل اور تبرّک میں نہایت واضح فرق ہے۔ ان کو جو شخص ایک ہی قرار دیتا ہے، وہ ایک نہایت بدترین غلطی کا ارتکاب کرتا ہے اور شرعی حقائق سے بدترین جہالت کا ثبوت دیتا ہے جو کسی بھی ایسے طالب علم کو زیب نہیں دیتی، جسے اپنی عزتِ نفس کا پاس ہو!

تبرّک تو یہ ہے کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار میں سے جب کسی اثر کو پالے تو وہ اس کے ساتھ حصولِ خیر و برکت کا متمنی ہو، لیکن وسیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو دُعا کی جا رہی ہو، اسے ان وسائل میں سے کسی ایک وسیلہ کے ساتھ منسلک کر دیا جائے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مشروع قرار دیا ہے، مثلاً یُوں کہے کہ اے اللہ! مجھے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت ہے، اس کے وسیلہ سے تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرما دے، گویا تبرّک و توسّل میں دو طرح سے فرق نہایت نمایاں ہے،

(۱) تبرّک کے ساتھ کسی دنیوی خیر و برکت ہی کی اُمید ہوتی ہے، لیکن اس کے برعکس توسّل کے ساتھ دُنیا و آخرت کی کسی بھی خیر و برکت کی اُمید کی جا سکتی ہے۔

(۲) تبرّک سے جلد حاصل ہو جانے والی خیر و برکت کا حصول مقصود ہوتا ہے، جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے، جبکہ اس کے برعکس وسیلہ کا استعمال صرف دُعا ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس کی مزید وضاحت کے لیے ہم عرض کرتے ہیں کہ از رُوئے شریعت مُسلمان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دُعا میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے کسی ایک اسمِ گرامی کا وسیلہ اختیار کرے اور اس کے ساتھ اپنی کسی دنیوی ضرورت مثلاً رزق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فراوانی یا اُخروی حاجت، مثلاً جہنم سے نجات طلب کرے، مثلاً یوں دُعا کرے،

اللھمّ انی اسئلك و	اے اللہ میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں اور تیری
اتوسل الیك بانك انت	بارگاہ میں اس بات کا وسیلہ اختیار کرتا ہوں
اللہ الاحد الصمد ان	کہ تو اللہ، ایک اور بے نیاز ہے کہ مجھے شفا
تشفینی او تدخلنی الجنۃ	دے یا یہ کہے کہ، مجھے جنت میں داخل کر دے

وسیلہ کے اس انداز کو اختیار کرنے والے پر کوئی بھی اعتراض نہیں کر سکتا، لیکن جب کوئی مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار میں سے کسی اثر کے ساتھ تبرک حاصل کر رہا ہو تو پھر یہ جائز نہیں کہ یوں کہے "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبیؐ کے کپڑے یا لعابِ دہن یا بول و براز کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرما دے یا میرے حال پر رحم فرما۔" جو شخص یہ انداز اختیار کرے گا، تو لوگ بلاشک و شبہ اس کے دین و عقیدہ ہی میں نہیں، بلکہ عقل و فہم میں بھی شک کریں گے مگر ڈاکٹر بوطی کے کلام سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عجیب و غریب قسم کے توسّل کو جائز سمجھتے ہیں اور وہ اس توسّل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار میں سے کسی ایک اثر کے ساتھ تبرک کو ایک ہی قرار دیتے ہیں، یعنی دونوں چیزوں کو وہ نہایت بدترین طریقے سے خلط ملط کر رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود سلفیوں کو عجیب و غریب طریقے سے خلط ملط کرنے کا الزام دیتے ہوئے انہیں کوئی ندامت بھی محسوس نہیں ہوتی۔ امید ہے اس وضاحت سے قارئین کرام نے یہ اندازہ فرما لیا ہوگا کہ خلط ملط کون کر رہا ہے، بدحواسیوں میں کون مبتلا ہے اور ٹامک ٹوئیاں کون مار رہا ہے؟ اس سے ہمیں وہ عربی مثال یاد آ رہی ہے کہ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ متنی بد ائما وانسلت[1]

سچ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی:

ان مما ادرک الناس من کلام النبوۃ الاولیٰ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت[2]

لوگوں نے نبوتِ اُولیٰ کے کلام میں سے جو پایا ہے، اس میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ "جب شرم وحیا نہ ہو، تو جو چاہو کرو"

ڈاکٹر کے سابقہ کلام میں ایک اور بات بھی سخت گرفت کے قابل ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ مطلق توسّل تو احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، حالانکہ ان کی یہ بات بالکل باطل ہے۔ یہ ایک مفروضہ اور ایسا دعویٰ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے متعلق توسّل تو سوائے دُعاء کے ثابت ہی نہیں جیسا کہ اس رسالہ میں قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ باقی رہا آپ کے جاہ و آثار کے ساتھ توسّل تو یہ کتاب و سنّت سے ہرگز ثابت نہیں۔ ہم ڈاکٹر صاحب سے مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں ایک ہی حدیث پیش کریں، ہمیں یقین ہے کہ وہ ہرگز ہرگز پیش نہیں کریں گے۔ ان کا معمول ہے کہ وہ دلیل پیش کیے بغیر بڑی بڑی باتیں کہہ دیتے ہیں اور بلا بنیاد بڑے بڑے بلند دعاوی پیش کر دیتے ہیں۔ اگر قارئین کرام انہیں بلا چون وچرا تسلیم کر لیں، تو فبہا اور اگر کسی نے دلیل طلب کر لی، تو ڈاکٹر صاحب کے نزدیک یہ بات بے ادبی، بے دینی اور وہابیوں کا طریقہ ہے۔ والعیاذ باللہ۔

---

[1] یا جیسا کہ اُردو میں کہا جاتا ہے "الزام اُن کو دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا۔" (مترجم)

[2] رواہ احمد والبخاری وغیرہما اس حدیث کی تخریج سلسلۃ صحیحۃ میں حدیث ۶۸۴ میں ملاحظہ فرمایئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کا وسیلہ

توسل اور تبرک کے مابین اس فرق کے واضح ہونے کے بعد ہم یہ عرض کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کا بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے آثار کے ساتھ صرف تبرک حاصل کیا جا سکتا ہے، یعنی آپ کے آثار سے بعض دنیوی خیر و برکت کے حصول کی امید کی جا سکتی ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔

ہماری رائے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کا توسل مشروع نہیں ہے اور یہ صحابہ کرامؓ پر بہتان ہے کہ وہ آثارِ نبوی کا وسیلہ اختیار کیا کرتے تھے، جو شخص ہماری اس رائے کے خلاف دعویٰ رکھتا ہو، اسے اس بات کی دلیل پیش کرنی چاہیے کہ صحابہ کرامؓ اپنی دُعاؤں میں وسیلۂ آثار اختیار کرتے ہوئے اس طرح دُعائیں کیا کرتے تھے کہ "اللّٰھم ببصاق نبیك اشف مرضانا ـــــ یا ـــــ اللھم ببول نبیك أو غائطه اجرنا من النار" اس طریق سے دُعا کرنا تو کجا کوئی عقلمند اس قسم کی بات کو بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا، البتہ ڈاکٹر بوطی کو اس سلسلہ میں ضرور شک ہے، لیکن وہ اگر اسے جائز سمجھتے ہیں، تو انہیں چاہیے کہ عملی طور پر اس کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے منبر پر اس قسم کی دُعائیں کر کے دکھائیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں ـــــ اور ہمیں اُمید ہے کہ جب تک ان میں عقل کی رتی اور ان کے دل میں ایمان کا ذرہ موجود ہوگا، وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے ـــــ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنی زبان سے ایسی بات کہہ رہے ہیں جس کا وہ اپنے دل سے اعتقاد نہیں رکھتے۔

یہاں ہم اس بات کی وضاحت کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ تبرک جائز سمجھتے ہیں اور اس کا انکار

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتے جیسا کہ ہمارے مخالف نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے، لیکن یاد رہے کہ اس تبرک کے لیے بھی کئی شرائط ہیں۔ مثلاً شرعی اور عنداللہ مقبول ایمان یعنی جو شخص سچا مسلمان نہ ہو، اسے اللہ تعالیٰ اس تبرک سے کوئی فائدہ نہ پہنچائیں گے، اسی طرح دوسری شرط یہ ہے کہ جو شخص اس تبرک کو حاصل کرنا چاہتا ہو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار میں سے کوئی اثر حاصل ہو اور پھر وہ اسے استعمال بھی کرے، لیکن ہم سب جانتے ہیں کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں، بالوں اور اس طرح کی دیگر اشیاء میں سے کچھ بھی باقی نہیں ہے اور اب کسی کے بس میں نہیں کہ وہ اس طرح کی کسی چیز کی بابت قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت کر سکے کہ یہ چیز واقعی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، لہٰذا جب صورتِ حال یہ ہے تو پھر ان آثارِ نبوی کے ساتھ عملی طور پر تبرک ہمارے اس دور میں تو ممکن ہی نہیں[1] لہٰذا اس موضوع پر لمبی گفتگو کی ضرورت

---

[1] ڈاکٹر صاحب نے اپنی مذکورہ کتاب کے ص ۱۹۷ کے حاشیہ میں میری اس بات کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے جو میں نے اپنے رسالہ "نقد نصوص حدیثیۃ للکتانی" میں لکھی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے میری طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے "اس دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ تبرک سے متعلق احادیث سے کسی فائدہ کی امید نہیں کی جا سکتی"، لیکن افسوس کہ ڈاکٹر صاحب نے اس چھوٹے سے جملہ کے نقل کرنے میں بھی خیانت اور علمی بددیانتی کا ارتکاب کیا ہے اور انہوں نے میرے کلام میں نہایت بدترین طریقے سے تحریف کر دی ہے۔ میں نے جو بات کہی تھی، وہ یہ تھی "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ مشروعیت کے بارہ میں بحث کا اس دور میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہے" چنانچہ آپ ملاحظہ فرمائیے کہ ڈاکٹر صاحب نے میری بات میں کس طرح تغییر و تحریف کر دی ہے۔ میرے خیال میں اس سے ان کا سوائے اس کے اور کوئی مقصود بھی نہیں کہ انہیں میرے خلاف طعن و تشنیع کا موقعہ ہاتھ آئے۔ عامۃ الناس کو میرے خلاف بھڑکائے تو قارئین آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ اگر اللہ کا خوف موجود ہو اور حق تک پہنچنے کے لیے اخلاص ہو تو پھر کیا اس قسم کی بات زیب دیتی ہے۔ میں نے اپنے ایک مقالہ میں اس الزام کا قدرے تفصیل کے ساتھ جواب لکھا ہے جو عنقریب مجلہ "التمدن الاسلامی" میں "تعلیق علی احادیث فقه السیرة" کے نام سے طبع ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، البتہ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرات صحابۂ کرامؓ نے اگرچہ غزوۂ حدیبیہ وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ تبرک حاصل کیا اور انہیں جسموں اور چہروں پر ملا اور آپ نے بھی انہیں منع نہ فرمایا، تو جنگ وغیرہ کی مناسبت سے یہ ایک نہایت اہم غرض کے لیے تھا اور وہ غرض یہ تھی کہ کفارِ قریش کو ڈرایا جائے اور ان کے سامنے اس بات کا اظہار کیا جائے کہ ــــــ مسلمانوں کا اپنے نبی کے ساتھ تعلق کس قدر مضبوط ہے۔ انہیں اپنے نبی سے محبت کس قدر زیادہ ہے، وہ آپ کی خدمت میں کس قدر فنا ہیں اور وہ کس کس انداز سے آپ کی تعظیم بجا لاتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس بات سے تغافل بھی جائز نہیں اور نہ اسے چھپایا جا سکتا ہے کہ اس غزوہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حکیمانہ انداز کے ساتھ اور بڑے ہی لطیف انداز میں مسلمانوں کی توجہ اس سے ہٹا دی اور ایسے اعمالِ صالحہ کی طرف راہنمائی فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس تبرک کو اختیار کرنے سے بہتر ہیں؛ چنانچہ اس سلسلہ میں حسبِ ذیل حدیثِ مبارکہ شاہدِ عدل ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قوادرضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضو فرمایا، تو صحابۂ کرامؓ نے آپ کے وضو کے پانی کو اپنے جسموں پر لگانا شروع کر دیا۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا، اللہ و رسول کی محبت کی خاطر، تو آپ نے فرمایا: جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ و رسول سے محبت کرے یا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ

- ــــــ بات چیت کرتے ہوئے سچ بولے۔
- ــــــ امانت رکھی جائے، تو اسے پورا ادا کرے۔
- ــــــ پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ایک بہت بڑا بہتان

معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر بوطی کو اس وقت تک چین نہیں آتا، جب تک سلفیوں پر بہتان نہ لگالے اور ان کی طرف جھوٹی باتیں منسوب نہ کردے، کبھی تو ڈاکٹر نے بالکل واضح طور پر جھوٹ بولا ہوتا ہے اور کبھی در پردہ؛ چنانچہ یہاں اس نے ہم پر یہ بہتان لگایا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ذات کے ساتھ توسل کی ممانعت میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ وفات کے بعد حوادث میں آپ کی تاثیر منقطع ہوگئی ہے، لہٰذا وفات کے بعد آپ کا وسیلہ اختیار کرنا مناسب ہے۔ وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ حیات و ممات میں آپ کی حیثیت ایک ہی جیسی ہے۔ کوئی دور یا کوئی زمانہ ہو اشیاء میں آپ کی کوئی ذاتی تاثیر نہیں، مؤثر صرف اللہ وحدہٗ کی ذاتِ اقدس ہے۔

ڈاکٹر کی اس بات سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوا کہ وہ سلفیوں پر یہ الزام لگا رہا ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بحالتِ حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اشیاء میں ذاتی تاثیر تھی، حالانکہ یہ بالکل سفید جھوٹ ہے اور بہت بڑا بہتان۔ کسی سلفی نے کبھی بھی یہ بات نہیں کی، بلکہ کبھی کسی سلفی کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں کھٹکی۔ سلفی اس طرح کی بات بھلا کس طرح کہہ سکتے ہیں، جبکہ وہ توحیدِ خالص کے داعی دینِ صحیح کے علمبردار اور ان کی زندگی کا سب سے بڑا مشن یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے اخلاصِ عبودیت کی دعوت دیتے ہیں، ان کے عقائد کو شرک کے تمام شائبوں سے پاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہر اس بات کی مخالفت کرتے ہیں جو توحیدِ باری تعالیٰ کے منافی ہو، خواہ اس سلسلہ میں لفظی غلطی ہی کیوں نہ ہو اور اس سلسلہ میں یہ لوگوں کے آلام و مصائب کا تختۂ مشق بھی بنے ہیں۔ لوگوں نے ان پر کیا کیا الزامات نہ لگائے اور تہمتیں نہ تراشیں۔ لوگوں کو ——— جن میں ڈاکٹر بوطی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی شامل ہے ——— ان کی صرف یہی بات کھٹکتی ہے کہ یہ دعوتِ حق کے داعی ہیں، لیکن تعجب ہے کہ اس کے باوجود ڈاکٹر کو سلفیوں پر یہ باطل تہمت لگاتے ہوئے قطعاً کوئی ندامت محسوس نہ ہوئی، حالانکہ دوسروں کی نسبت وہ خود زیادہ جانتے ہیں کہ یہ سراسر ایک باطل الزام ہے، وگرنہ انہیں چاہیے کہ وہ اس باطل قول کا حوالہ پیش کریں کہ کس سلفی نے یہ کہا ہے یا ان کی کتابوں میں سے کس کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے، اگر وہ ایسا نہ کر سکے اور ہرگز نہیں کر سکے گا، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اب ہر ایک کے سامنے اس کا کذب اور افتراء واضح ہو چکا ہے۔

یہاں ایک دوسری بات کو بھی ہم ذکر کرنا چاہیں گے کہ ڈاکٹر بوطی نے اپنے مذکورہ کلام کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ "جو شخص یہ دعویٰ کرے، وہ کافر ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔" ڈاکٹر کی اس بات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انہوں نے عموماً سب سلفیوں پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے۔ یہ ایک دوسرا جھوٹ اور نہایت ظالمانہ الزام ہے، اللہ تعالیٰ یقیناً اس سے باز پرس کرے گا، کیونکہ سلفی مسلمان ہیں، دوسرے لوگوں سے بڑھ کر مسلمان ہیں اور وہ خوب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسری شخصیت کی طرف ذاتی تاثیر کی نسبت شرک فی الربوبیت ہے اور اس عقیدے کا رکھنے والا ملتِ اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے سلفی اس بات سے نہ صرف یہ کہ دیگر سب لوگوں کی نسبت زیادہ باخبر ہیں، بلکہ وہ لوگوں کو بھی اس قسم کے عقائد رکھنے سے منع کرتے ہیں، جبکہ بوطی اور ان جیسے لوگ اس قسم کے عقائد میں مبتلا لوگوں کی برأت کرتے اور ان کی طرف سے عُذر پیش کرتے رہتے ہیں۔

ہم اسے اور اس جیسے دیگر لوگوں کو یہ بات یاد دلانا چاہتے ہیں، جسے ہم نے اپنے اس رسالہ میں بھی بیان کیا ہے کہ ہم جو صالحین کی ذات، مقام و مرتبہ اور جاہ و حشمت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ وسیلہ کی ممانعت کے قائل ہیں، تو اس کا سبب یہ ہے کہ شریعتِ بیضاء میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ نے اس قسم کے وسیلہ کو اختیار نہیں فرمایا، لہٰذا یہ بدعت ہے اور وہ دلائل جو اس ضمن میں مخالفین کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں، ان میں سے بعض ثابت تو ہیں، لیکن ان کے دعویٰ کی وہ دلیل نہیں بن سکتے اور ان میں سے بعض دلائل صحیح و ثابت ہی نہیں ہیں؛ چنانچہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

یہ ہے وہ سبب جو ہمیں وسیلہ کی اس صورت کے انکار پر مجبور کرتا ہے، بلکہ ہم صراحت کے ساتھ عرض کریں گے کہ اگر یہ صورت از روئے شریعت جائز ہوتی، تو ہم بھی اس کے قائل ہوتے اور کوئی چیز ہمیں اس سے نہ روکتی، کیونکہ ہم تو شریعت کے اسیر ہیں۔ شریعت جس بات کی اجازت دے ہم اسے جائز سمجھتے ہیں اور جس بات سے منع کر دے، ہم اسے ناجائز سمجھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ڈاکٹر نے اس بنیادی سبب سے تغافل کا ثبوت دیا ہے اور اپنی منشا کے مطابق خود ایک سبب گھڑ لیا ہے اور اس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ ہم پر الزام لگائے، ہماری شہرت کو خراب کرے اور ہمارے خلاف رائے عامہ کو بھڑکائے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ طریقِ کار کس قدر عجیب و غریب اور دین و علم کے منافی ہے۔ آیئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکوہ پیش کریں کہ حق اور اہلِ حق اس دور میں کس طرح غریب الوطن ہیں!

۴۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اس لیے کہ آپ افضل الخلائق ہیں؟

یہ ایک دوسری غلطی تھی جس میں ڈاکٹر صاحب مبتلا ہوئے ہیں اور یہ نتیجہ ہے لاپرواہی اور عدمِ غور و فکر کا؛ چنانچہ ان کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناطِ توسل یہ ہے کہ آپ عنداللہ مطلقاً افضل الخلائق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے رحمت ہیں جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کی یہ بات پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

ہم ڈاکٹر صاحب سے کہیں گے کہ اس کے معنی تو آپ کے نزدیک یہ ہوئے کہ جو "عنداللہ افضل الخلائق نہ ہو" اس کا وسیلہ اختیار کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس کے بارہ میں یہ خود ساختہ مناط ثابت نہیں ہے، کیونکہ مناط تو دراصل وہ علتِ حکم ہے کہ اگر وہ علت ہے تو اس کا وجود ہے اور اگر نہیں ہے تو وجود بھی نہیں ہے، تو اس قاعدہ کے اعتبار سے ڈاکٹر صاحب کی بات کا اگر کوئی مفہوم ہو سکتا ہے، تو وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کا وسیلہ ہرگز ہرگز جائز نہیں، جبکہ ہمیں اس بات کا یقینی علم ہے کہ ڈاکٹر کا اپنا اعتقاد اس کے بالکل برعکس ہے، کیونکہ اس کے نزدیک تو ہر فی ولی اور صالح شخص کا وسیلہ جائز ہے، یعنی اس کا قول کچھ اور ہے اور عقیدہ کچھ اور، اور اُس نے خود آپ ہی اپنی تردید کی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اسے یا تو اس بات کا علم ہی نہیں کہ علماء کے نزدیک مناط کی اصطلاح کا کیا مفہوم ہے اور یا اُس نے غور و فکر ہی نہیں کیا کہ جو یہ کہہ رہا ہے، اس سے کیا نتیجہ نکلے گا اور یہی آخری بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم!

اس مناسبت سے ایک اور بات کی طرف اشارہ کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ علماء اصول کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کسی حکم میں مناط کا اعتبار کیا جا رہا ہو تو ضروری ہے کہ اس کی تعیین کے لیے کتاب و سنت میں کوئی نص وارد ہو، اس سلسلہ میں محض ظن یا استنباط پر اعتماد کرنا کافی نہیں ہے۔

اس اُصول کی رُو سے ڈاکٹر صاحب کے دعویٰ مناط کے لیے کتاب و سُنت کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس کا انحصار محض ظن اور وہم پر ہے، تو کیا ڈاکٹر صاحب کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک علم اور شرعی حقائق کے اثبات کا یہی طریق کار ہے جو اپنی کتابوں پر لکھا کرتے ہیں کہ یہ "ابحاث فی العقیدۃ" ہیں؟

اس سلسلہ میں تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عند اللہ علی الاطلاق افضل الخلائق ہیں۔ اس بات کا تعلق عقیدہ سے ہے اور ڈاکٹر صاحب کے نزدیک[1] عقیدہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو[2]، یعنی یا تو کسی قطعی الدلالت آیت سے ثابت ہو یا قطعی الدلالت کسی متواتر حدیث سے تو کہاں ہے: وہ نص جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے ہاں مطلقاً ساری مخلوقات سے افضل ہیں۔

یاد رہے اس مسئلہ میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس مسئلہ میں کوئی حتمی رائے نہیں دی، بلکہ توقف فرمایا ہے؛ چنانچہ تفصیل کے شائقین ملاحظہ فرمائیں شرح عقیدۂ طحاویہ، امام ابوجعفر طحاوی حنفی رحمہ اللہ، ص ۳۳۷-۳۴۸ ط، المکتب الاسلامی (یہ کتاب میری تحقیق کے ساتھ طبع ہوئی ہے)

اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب کی دلیل شاید وہ حدیث ہے "جو قصۂ معراج" میں مروی ہے اور جسے از راہِ کذب و عداوت صحابیٔ جلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب خود[3] اس کتاب کی بابت لکھ چکے ہیں کہ

---

[1] ڈاکٹر صاحب اسے اپنی بہت سی کتب میں لکھ چکے ہیں، مثلاً "کبری الیقینیات الکونیۃ" ط ۲ ص ۶ اور "لامذھبیۃ" وغیرہ۔

[2] اس بات کی تردید کے لیے ملاحظہ فرمائیے ہماری کتاب: "وجوب الاخذ بحدیث الآحاد فی العقیدۃ"

[3] ڈاکٹر صاحب کی کتاب فقہ "السیرۃ" ص ۱۵۰ ملاحظہ فرمائیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کتاب ایسی باطل احادیث کا مجموعہ ہے، جن کی کوئی اصل اور سند نہیں۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی علی الاطلاق یہ بات باطل ہے، کیونکہ اس مذکورہ کتاب میں بہت سی احادیث صحیح ہیں، بعض صحیحین کی ہیں، لیکن مؤلف نے ان صحیح احادیث کو بعض دیگر احادیث کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے جن میں سے بعض موضوع، بعض بے اصل اور بعض ضعیف ہیں۔ میں نے ڈاکٹر بوطی کی تردید میں جو مقالہ لکھا ہے، اسے اس میں بیان کیا ہے۔ یہ مقالہ عنقریب مجلہ "التمدن الاسلامی" میں طبع ہوگا، جس میں اس سلسلہ کی پہلی اور دوسری قسط جلد ۲۴ کے شمارہ ۷ اور ۸ میں طبع ہو چکی ہے۔

لفظ استشفاع کے لغوی معنی

اب ذیل میں ایک اور بدترین غلطی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جس میں ڈاکٹر صاحب مبتلا ہوئے ——— اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمائے اور ہدایت بخشے ——— اور وہ یہ کہ احادیثِ استسقاء میں جو لفظِ استشفاع آیا ہے، اس سے انہوں نے اس توسّل کے جواز کے لیے استدلال کیا ہے، جو بدعت ہے؛ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے:

"اس بات کا بیان پہلے گزر چکا ہے کہ اہل صلاح و تقویٰ اور اہل بیتِ نبوت سے طلبِ شفاعت مستحب ہے جیسا کہ استسقاء کے سلسلہ میں وارد ہے اور اس کے مستحب ہونے پر جمہور ائمہ و فقہاء کا اجماع ہے؛ چنانچہ شوکانیؒ، ابن قدامہؒ اور صنعانیؒ وغیرہ بھی انہی میں شامل ہیں۔"

اگر ڈاکٹر صاحب شفاعت کا لغوی معنی جانتے، تو وہ کبھی بھی اس غلطی کا ارتکاب نہ کرتے؛ چنانچہ قارئین کرام کے افادہ کے لیے ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں کہ کتبِ لغت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شفاعت اور استشفاع کے کیا معنی بیان کیے گئے ہیں؛ چنانچہ صاحبِ "القاموس المحیط" لکھتے ہیں،

"شفع کا لفظ وتر کے برعکس ہے؛ چنانچہ اس کے معنی ہیں جفت اور "شفعہ" کے معنی ہیں کہ جس چیز کو طلب کر رہے ہیں، اسے جفت بنالیں اور پہلے سے موجود چیز کے ساتھ ملا کر زیادہ کرلیں۔" شاۃ شافع" اس بکری کو کہتے ہیں جس کے پیٹ میں بچہ ہو اور اس کے بعد ایک دوسرا بچہ بھی ہو، اس کا نام شافع اس لیے ہے کہ اس کے بچے نے پہلے بچہ کو جفت بنا دیا ہے یا اس لیے کہ اس بکری نے دو بچوں کو جنم دیا ہے اور استشفعہ الینا کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اس سے کہا کہ وہ ہمارے پاس سفارش کرے۔"

"المعجم الوسیط" جسے مجمع اللغۃ العربیہ مصر نے شائع کیا ہے، اس میں ہے،

"شفع الشیئ شفعًا کے معنی ہیں کہ اسی طرح کی ایک اور چیز کو ساتھ ملا کر جوڑا بنالینا، البصر الشافع اس آنکھ کو کہتے ہیں جو کمزوری کے باعث ایک کو دو دو دیکھے، استشفع کے معنی ہیں مددگار اور سفارشی طلب کیا اور شفائع ملائی گئی چیزوں کو کہتے ہیں۔ شفاعت سفارشی کے کلام کو اور شفیع اسے کہتے ہیں جو کسی دوسرے کی سفارش کرے اور اُسے جُفت بنا دے۔"

"النہایۃ" ابن اثیرؒ میں ہے،

"شفعہ میں زیادتی کے معنی پائے جاتے ہیں، کیونکہ شفع کرنے والا کسی چیز کو خرید کر اپنی ملکیت میں اضافہ کرلیتا ہے گویا کہ پہلے اس کے پاس ایک چیز تھی اور اب اس کا جوڑا ہوگیا ہے اور شافع اس کو کہتے ہیں جو وتر کو جُفت بنا دے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اور ان جیسے دیگر حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ استشفاع کے معنی یہ ہیں کہ ایک انسان کسی دوسرے سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اسے بھی طلب میں شریک کرے اور یہ اس کے ساتھ زیادہ ہو جائے، یعنی پہلے گویا ایک تھا اور اب جوڑا بن گیا ہے، اسی لغوی معنی ہی سے استشفاع کے اصطلاحی معنی اختیار کیے گئے ہیں اور وہ یہ کہ اہل خیر و علم و صلاح سے یہ درخواست کرنا کہ مشکلات کے حل کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہوئے وہ مسلمانوں کو بھی اپنی دُعاؤں میں شریک رکھا کریں، اس طرح وہ گویا جُفت ہو جاتے ہیں اور دُعا کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس طرح دُعا کی قبولیت کی زیادہ اُمید ہوتی ہے۔

اس تفصیل سے ہمارے لیے یہ ممکن ہو گیا ہے کہ ہم قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ عظمیٰ کے مفہوم کو سمجھ سکیں۔ علماء کا اتفاق ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب لوگ حاضر ہوں گے، تو آپ اُن کے لیے دُعا فرمائیں گے، کیونکہ لوگوں نے آپ کی خدمت میں یہ درخواست کی ہو گی کہ آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے جلد حساب لے لے۔ اہل علم میں سے کسی نے بھی اس کا یہ مفہوم نہیں سمجھا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے نزدیک جو مقام و مرتبہ حاصل ہے، اس کے وسیلہ سے ہمارا جلد حساب لے لے۔

ڈاکٹر بوطی کی جسارت فی الواقع بڑی عجیب و غریب ہے کہ لُغت و شریعت میں مستعمل الفاظ کے معانی سمجھنے کے لیے اس کا فہم شاذ ہے جو کہ بدترین جہالت پر مبنی ہے۔ اس پر اس نے شوکانیؒ، ابن قدامہؒ اور صنعانیؒ کے علاوہ ائمہ و فقہاء کے اجماع کا دعویٰ کر دیا اس کی تردید کے لیے ان ائمہ میں سے جن کا اس نے نام لیا ہے اور اس اجماع میں جن کی شرکت کا دعویٰ کیا ہے، ہم صرف ایک کی بات نقل کرتے ہیں، یعنی ڈاکٹر کی اس بات کی تردید کے لیے ہم امام ابن قدامہ مقدسیؒ کی بات نقل کرتے ہیں۔ ابن قدامہ فقہ حنبلی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے بڑی کتاب "المغنی" کے مصنف ہیں؛ چنانچہ آپ اپنی اس مایۂ ناز کتاب (۲/۲۹۰) میں لکھتے ہیں،

"مستحب یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے بارش کے لیے دُعا کرائی جائے جن پر نیکی کا غلبہ ہو، کیونکہ اس طرح دُعا جلد قبول ہوتی ہے؛ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارش کی دُعا کی۔ ابن عمرؓ راوی ہیں کہ قحط کے سال حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے ساتھ دُعا کی اور کہا "اے اللہ! یہ تیرے نبی کے چچا ہیں، ہم ان کے ساتھ آپ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ہم پر بارش نازل فرما۔ لوگ ابھی تک وہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمادی۔

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک بار نمازِ استسقاء کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ جب آپ منبر پر بیٹھے تو فرمایا کہ یزید بن اسود جُرشیؓ کہاں ہیں؟ یزید کھڑے ہوئے، تو آپ نے انہیں بُلا کر اپنے پاس بٹھالیا اور پھر یہ دُعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَشْفِعُ اِلَیْکَ بِخَیْرِنَا وَاَفْضَلِنَا یَزِیْدِ بْنِ الْاَسْوَدِ۔	اے اللہ! ہم اپنے میں سے بہتر اور افضل یزید بن اسود کی تیرے پاس سفارش لے کر آئے ہیں۔

پھر آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یزید اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ انہوں نے ہاتھ اٹھائے اور دُعا کی۔ اس اثناء میں مغرب کی طرف سے ڈھال کی مانند ایک بادل اٹھا اور یہ حضرات ابھی تک اپنے گھروں کو نہ پہنچنے پائے تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔ ایک دوسری بار ضحاک نے بھی انہی یزید سے بارش کی دُعا کرائی تھی۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن قدامہ کے اس کلام سے واضح ہوا کہ استسقاء کے سلسلہ میں جو شفاعت کا ذکر آیا ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ امام المسلمین بعض اہل علم وصلاح سے یہ درخواست کرے کہ وہ توجہ الی اللہ اور دعاء میں مسلمانوں کے ساتھ شرکت کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے آلام ومصائب کو دور فرما دے۔ بوطی اور ان جیسے مبتدعین نے جو معنی بیان کیے ہیں، امام ابن قدامہؒ کا ہرگز یہ مقصد نہ تھا۔ ہم پورے وثوق سے یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ جو معنی بیان کرتے اور الفاظِ شرعیہ کو ان پر محمول کرتے ہیں۔ امام ابن قدامہ کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ نہ آئے تھے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ بوطی نے کس طرح من گھڑت اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور کس طرح جھوٹے طریقہ سے ابن قدامہؒ وغیرہ کو بطور استشہاد پیش کیا ہے یا تو انہوں نے دانستہ جھوٹ کو اختیار کیا ہے اور یا پھر یہ کہ ان ائمہ کرام کے کلام کے سمجھنے ہی سے قاصر ہیں، یا پھر یہ اُن کتابوں کی طرف مراجعت کیے بغیر ہی اپنے من گھڑت دعوؤں کے حق میں دلائل پیش کر دیتے ہیں اور یا پھر یہ کہ یہ خود علماء کے کلام کو پڑھتے تو ہیں، مگر انہیں اعتماد ہے کہ ان کے قارئین اندھے مقلد ہیں۔ یہ جو بھی لکھتے جائیں گے، وہ نہ تو مراجعت کریں گے اور نہ ہی ان کی تحریروں کے بارہ میں کوئی تحقیق وغیرہ کرنے کی زحمت کریں گے۔

واللہ! یہ ایک بڑی ہی افسوس ناک صورتِ حال ہے، ان آلام ومصائب سے ایک بڑی مصیبت ہے جس میں آجکل مسلمان مبتلا ہیں اور بلاشک وشبہ یہ منجملہ ان اسباب میں سے ہے، جن کے باعث مسلمانوں کی اکثریت تنزل اور ضعف الخطاط میں مبتلا ہے اور اس وقت تک اس صورتِ حال کا بدلنا محال ہے۔ جب تک خود مسلمان اس جمود، تصوف، فقہ اور علم کلام کو نہ بدلیں اور ہدایتِ الٰہی کو اختیار کرلیں، جو کہ کتاب وسنت کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ دعوتِ سلفیہ بھی ہدایتِ الٰہی کی وضاحت ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶- ان کا یہ دعوٰی بھی غلط ہے کہ نابینا شخص کا توسّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عنداللہ مقام و منزلت کے باعث تھا

آخر میں ہم ڈاکٹر بوطی کی ایک اور غلطی کی نشان دہی کرتے ہیں اور وہ یہ کہ انہوں نے جو یہ دعوٰی کیا ہے کہ نابینا شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اس لیے اختیار کیا تھا کہ آپ کا مقام و مرتبہ بہت اُونچا تھا اور آپ عنداللہ افضل الخلائق تھے، کیونکہ یہ محض دعوٰی ہے، جس کی کوئی دلیل نہیں۔ ڈاکٹر صاحب اپنے اس دعوٰی کی کوئی ادنیٰ سی دلیل بھی پیش نہیں کر سکے ہیں، جبکہ ہم قبل ازیں اپنے اس رسالہ میں یہ ثابت کر آئے ہیں کہ نابینا شخص کا وسیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا تھا، اس سلسلہ میں مخالفین کے جس قدر بھی شبہات ہیں، ہم ان سب کی قبل ازیں مکمّل تردید کر آئے ہیں جیسا کہ ہم نے (ص ۸۰-۸۲) اس روایت کے ان زائد الفاظ کے ضعف کو بھی بیان کیا ہے، جن کی طرف ڈاکٹر صاحب نے اشارہ کیا اور جہالت یا تجاہل کے باعث سکوت اختیار کیا ہے، اور وہ الفاظ یہ تھے کہ "اگر تمہیں کوئی حاجت درپیش ہو تو اس طرح کرو۔" طوالت کے خوف کے باعث اب اس کلام کے اعادہ سے اجتناب کرتے ہیں۔

اس سابقہ ساری بحث سے ہر منصف مزاج اور متلاشیٔ حق کے لیے یہ مکمّل طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ بوطی شبہ بالکل باطل اور ساقط الاعتبار ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی سچ ارشاد فرمایا ہے:

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى	(نہیں) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں،
الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا	تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور جھوٹ اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ٥

وقت نابود ہو جاتا ہے اور جو باتیں تم بناتے ہو، اس سے تمہاری ہی خرابی ہے۔

نیز فرمایا،

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ٥

اور یہ لوگ تمہارے پاس جو اعتراض کی بات لاتے ہیں، ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب مشرح جواب بھیج دیتے ہیں۔

والحمد للہ اولاً واٰخراً علیٰ توفیقہ وھداہ، وھو وحدہ المستعان، لا الٰہ غیرہ، ولا رب سواہ۔

سُبحانك اللھم وبحمدك اشھد ان لا الٰہ إلّا انت، استغفرك واتوب الیك۔

کتبہٗ محمد عاشق حسین ھاشمی چنیوٹی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تربیتِ نسواں

تصنیف: نعمت صدقی — ◉ — ترجمہ: محمد خالد سیف

عورت، اللہ رب ذوالجلال کی قدرت کا اس قدر حسین ترین شاہکار

کہ اُس نے

کائنات کی تمام تصوری اور نظری خوبصورتیوں

کو اِس کے رُوپ میں یکجا کر دیا ہے۔

○ — مگر سوال یہ ہے کہ اسے شمعِ محفل ہونا چاہیے یا چراغِ خانہ؟

مصر کی فاضلہ اور نامور مصنفہ:

نعمت صدقی

نے اس قدر سحر آفریں انداز میں اس کا جواب رقم کیا ہے کہ

تربیتِ نسواں

عورت کے تقدس، عظمت، حیثیت اور حقوق و فرائض کے موضوع پر ایک زندہ جاوید کتاب کی حیثیت اختیار کر گئی ہے

* یہ ایک نہایت دلکش کتاب ہے جس کے عربی میں سینکڑوں ایڈیشن اور اردو میں تیس ہزار سے زیادہ طبع ہو چکی ہے۔

تربیتِ نسواں

اس قدر عنائی و زیبائی کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ہے کہ آپ اسے بلا تکلف تحفہ دے سکتے ہیں

طارق اکیڈمی

پوسٹ بکس نمبر ۸۳۸، فیصل آباد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رافضیت کیا ہے؟

تصنیف:۔ شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہابؒ

ترجمہ:۔ محمد خالد سیف

تشیع اور رافضیت کے خدوخال کیا ہیں؟ رافضی افکار و نظریات کیا ہیں؟ کتاب و سنت اور روایت و درایت کی روشنی میں ان کی حیثیت کیا ہے؟ ان سب امور کا اس کتاب میں نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے۔

تذکرہ شہیدؒ

تصنیف:۔ محمد خالد سیف

امام محمد اسماعیل شہیدؒ کی حیات مبارکہ، تعلیم و تربیت، دعوت و تبلیغ، تصنیف و تالیف، جہاد فی سبیل اللہ اور سیرت و سوانح سے متعلق دیگر امور پر مشتمل ایک نہایت شگفتہ و شاداب تذکرہ

جنت دیاں شہزادیاں

پنجابی کے بلند پایہ شاعر حضرت صمصامؒ کا سب سے آخری کلام جس کا صرف ایک حصہ آپ کی حیات میں چھپ سکا تھا اور مکمل کتاب اب پہلی بار طبع ہوئی ہے۔

04736

قول فیصل

انگریزی عدالت میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کے خلاف ایک مقدمہ کی لمحہ لمحہ کی روداد اور مولانا کا عدالت میں ایسا ایمان پرور بیان جس سے ایوانِ فرنگ بھی لرز لرز اٹھا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مختصر سیرت الرسول ﷺ

تصنیف شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب

ترجمہ محمد خالد سیف

امام کائنات، فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ
کی سیرت طیبہ کے موضوع پر ایک سدا بہار اور شگفتہ کتاب، جس کا
لفظ لفظ ایمان کے نور سے منور اور
جس کی سطر سطر عشق رسول کی مہک سے معطر ہے
آپ نے سیرت پاک کی بے شمار کتابیں پڑھی ہوں گی مگر
امام محمد بن عبدالوہاب کے گہربار قلم سے
سید الاولین و سید الآخرین رحمۃ للعالمین ﷺ کی

- پھول کی پتیوں سے زیادہ معصوم،
- قوس قزح سے زیادہ صاف،

اور

- ماہ شب چہار دہم کی چاندنی سے زیادہ اجلی اور بے داغ سیرت کو

"مختصر سیرت الرسول ﷺ"

میں اس طرح بیان کیا ہے کہ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے دل کی دنیا میں کرن کرن اجالا ہو جاتا ہے

طارق اکیڈمی ○ پوسٹ بکس ۸۳۸ ○ فیصل آباد